سوال عوام کے
جواب امامؑ کے

لوگوں کے سوالات اور امام جعفر صادقؑ
کے جوابات

حصہ
ہشتم

تالف: حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

کتاب	:	سوال عوام کے اور جواب امامؑ کے
مؤلف	:	حجۃ الاسلام علامہ احمد قاضی زاہدی گلپایگانی
مترجم	:	حجۃ الاسلام آزاد حسین مشہدی
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	اسد علی ڈار، چودھری محمد عمران حیدر جعفری
فنی معاونت	:	زہراء بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری
اشاعت	:	مئی 2019ء
ہدیہ	:	-/450 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20 - غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال عوام کے
اور
جواب امامؑ کے

لوگوں کے سوالات اور

امام جعفر صادق علیہ السلام کے جوابات

ترتیب

- عرضِ ناشر 30
- مقدمہ 35
- آغازِ سخن 35
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا معنی کیا ہے؟ 38
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کیا ہے؟ 38
- حدیث اور عقل کے بارے میں سوالات 40
- روایات میں اختلاف کی کیسے توجیہ کریں؟ 40
- آئمہ علیہم السلام کیوں ایک سوال کے متعدد جوابات دیتے ہیں؟ 40
- ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث وارد ہونے کی صورت میں...... 42
- باطل حکمرانوں سے اپیل کرنے کا کیا حکم ہے اور ذمہ داری کیا ہے؟ 43
- امام جعفر صادق علیہ السلام سے عقل کے بارے میں سوالات 47
- عقل کیا ہے؟ 48
- خدا کے وجود، وحدانیت، اسماء اور صفات کے بارے میں سوالات 48
- حدوثِ عالم پر کیا دلیل ہے؟ 49
- خالق کے بارے میں کچھ سوال و جواب 51
- دو آیتوں کی تفسیر کے متعلق سوال 54
- خالق جہاں کا متعدد ہونا کیوں ممکن نہیں ہے؟ 55

- خدا کو کیسے پہچانیں؟ 56
- اللہ کا کیا معنی ہے؟ 57
- خدا کی وحدانیت پر کیا دلیل ہے؟ 57
- جس فطرت پر انسان پیدا ہوا ہے، وہ کیا ہے؟ 57
- کیا خداوند عالم دنیا کو مرغی کے انڈے میں سمو سکتا ہے؟ 58
- مجھے میرے معبود کی طرف راہنمائی فرمائیں 60
- وجودِ خدا پر کیا دلیل ہے؟ 61
- خدا کس طرح سے سنتا اور دیکھتا ہے؟ 62
- کیا اس کے موہوم ہونے کا لازمہ اس کا مخلوق ہونا نہیں ہے؟ 63
- کیا اس کا اثبات اُسے محدود کرنے کے معنی میں ہے؟ 64
- کیا خدا کی اِنیت و ماہیت ہے؟ 64
- کیا خدا کی کوئی کیفیت ہے؟ 64
- کیا خداوند خود کاموں کو انجام دیتا ہے؟ 65
- اللہ کس سے مشتق ہے؟ 66
- خداشناسی کی صحیح روش 67
- خداوند کیسے ازل سے سننے والا اور دیکھنے والا ہے؟ 67
- خدا کے فرمان (وہ اسرار حتیٰ کہ اس سے بھی مخفی تر کو جانتا ہے) کا کیا معنی ہے؟ 68
- خداوند کے فرمان (وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے) کا کیا معنی ہے؟ 68
- خدا کے فرمان (کوئی پتا نہیں گرتا مگر یہ کہ......) کا کیا معنی ہے؟ 69
- کیا خداوند مکان کو پیدا کرنے سے پہلے اسے جانتا ہے؟ 69

- کیا خداوند راضی اور غضب ناک ہوتا ہے؟ 70
- کیا خداوند ازل سے مرید ہے؟ 71
- خداوند کے فرمان: (زمین روز قیامت اس کے قبضہ میں ہے) سے کیا مراد ہے؟ 71
- خداوند کے فرمان اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى سے کیا مراد ہے؟ 72
- اوّل وآخر کا کیا معنی ہے؟ 73
- "اللہ اکبر" کا کیا معنی ہے؟ 74
- آسمان کے بارے میں سوال 74
- علمِ ستارہ شناسی کے بارے میں اسلام کا نظریہ کیا ہے؟ 76
- سبحان اللہ کا کیا گیا ہے؟ 76
- تسبیح کیا ہے؟ 77
- کیا خدا غیب ہے اور کیا وہ ہر جگہ ہے؟ 77
- خداوند کے فرمان وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ...... سے کیا مراد ہے؟ 78
- خدا کے فرمان وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... کا کیا معنی ہے؟ 78
- فرمانِ خدا كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کی تفسیر کیا ہے؟ 79
- کیا یہ ممکن ہے کہ آج کوئی چیز واقع ہو جو کل خدا کے علم میں نہ تھی؟ 80
- کیا آپ خدا کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں؟ 80
- کیا رسولؐ خدا نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ 81
- جو دیدارِ خدا کا دعویٰ کرے اُس کے لیے کیا حکم ہے؟ 81
- کیا روزِ قیامت خدا کو دیکھا جائے گا؟ 82
- کیا خدا کا کوئی شریک یا اُس کی کوئی ضد ہے؟ 82

- ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے اور ہاتھ نہ اُٹھا کر دُعا کرنے میں کیا فرق ہے؟ 83
- کیا علم اور مشیت مختلف ہیں؟ 84
- قضا و قدر کیا ہے؟ 84
- ایمان، کفر، شرک اور اُن کے درجات کے بارے میں سوالات 86
- خدا کے فرمان اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ...... کا معنی کیا ہے؟ 87
- خدا کے فرمان "ہم نے اسے راہِ خیر و شر کی طرف راہ نمائی کر دی" کا کیا معنی ہے؟ 87
- خداوند کے فرمان ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَ اَجَلٌ...... کا معنی کیا ہے؟ 88
- کیا خداوند بندوں کو گناہ کرنے پر مجبور کرتا ہے؟ 88
- کیا جبر ہے یا قدر؟ 89
- اَمر بین الامر کا کیا معنی ہے؟ 89
- استطاعت کیا ہے؟ 90
- بندوں نے عالمِ ذر میں کیسے جواب دیا؟ 91
- خداوند نے لوگوں کو اطاعت گزار کیوں پیدا نہیں کیا؟ 92
- اسلام کیا ہے؟ 92
- ایمان کیا ہے؟ 93
- مومن کو مومن کیوں کہتے ہیں؟ 94
- اسلام اور ایمان کے درمیان کیا فرق ہے؟ 95
- کیا ایمان کے درجات اور مراتب ہیں؟ 98
- کیا کفر و ایمان کے درمیان کوئی مرتبہ ہے؟ 99
- سب سے چھوٹی چیز کہ جس کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے، کیا ہے؟ 100
- کون سا عمل بہتر اور کون سا گناہ بڑا ہے؟ 100
- جو خدا یا رسولؐ کے بارے میں شک کرے؟ 101

○ خداوند کے فرمان وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ کا کیا معنی ہے؟ 102
○ خدا کے محترم ترین اور مبغوض ترین افراد کون سے ہیں؟ 102
○ قرآن میں کفر کی اقسام 103
○ فرمانِ خدا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کی تفسیر کیا ہے؟ 108
○ فرمانِ خدا فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا ...... میں شرک سے کیا مراد ہے؟ 108
○ کیا غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہے؟ 109
○ چھوٹی سے چھوٹی چیز جو انسان کو مشرک بنا دے 110
○ کفر پہلے ہے یا شرک؟ 110
○ کیا رسولؐ خدا کا شکریہ ادا کرنا شرک ہے؟ 110
○ شرک اور شک کیا ہے؟ 112
○ اگر کوئی مبلغ سرزمین شرک پر فوت ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ 112
○ فرمانِ خدا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 113
○ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ ...... کا معنی کیا ہے؟ 114
○ کون سا شرک آتشِ جہنم کا باعث بنتا ہے؟ 114
○ ایسا کوئی شرک ہے جو درجۂ کفر تک نہ پہنچے؟ 115
○ جو عمل ایمان کے ساتھ ہو، اُسے کوئی چیز نقصان نہیں دیتی، کا کیا معنی ہے؟ 115
○ مومن کی علامت کیا ہے؟ 117
○ حدیث اَلْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ کا معنی کیا ہے؟ 117
○ خداوند نے مومن کو کس چیز کی ضمانت دی ہے؟ 118
○ مومن کا عنصر کس چیز سے خلق ہوا ہے؟ 118
○ خداوند کے قول فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 118
○ فرمانِ خدا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا سے کیا مراد ہے؟ 119

- کیا مومن، مومن کے لیے رحمت ہے؟ 119
- کیا غیر مومنین کے لیے بھی ثواب ہے؟ 121
- کون سی چیز ایمان کے زائل یا پائیدار ہونے کا موجب ہے؟ 121
- مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟ 121
- فرمانِ خدا اِنَّ اللهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی میں دانہ اور گٹھلی سے کیا مراد ہے؟ 124
- خداوند نے بندوں پر کون سی چیزیں واجب کی ہیں؟ 125
- کیا گناہِ کبیرہ کو انجام دینے والا اسلام سے خارج ہے؟ 125
- کیا زنا کا مقصد ایمان کو ختم کر دینا ہے؟ 126
- ایمان کس طرح باقی رہتا ہے اور کیسے سلب ہوتا ہے؟ 126
- کیا فرمانِ خدا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا منافقوں، گمراہوں اور شیطان...... 127
- جملہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ کس طرح سے آسمانی لکھاریوں کو مشغول کرتا ہے؟ 128
- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا معنی اور تفسیر کیا ہے؟ 129
- کیا مومن جھوٹا اور خیانت کار ہو سکتا ہے؟ 129
- کس دلیل کی بنا پر دلوں کے درمیان رجحان یا نفرت ہوتی ہے؟ 129
- نجات پانے والوں کی علامات کیا ہیں؟ 130
- خداوند کے فرمان خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ کا معنی کیا ہے؟ 130
- خداوند کے فرمان اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ کی تفسیر کیا ہے؟ 131
- تخلیقِ انسان، دین، پیغمبری اور پیغمبروںؑ 132
- خدا نے انسان کو کیوں خلق کیا؟ 133
- کیا خدا نے انسان کو رحمت کے لیے پیدا کیا ہے یا عذاب کے لیے؟ 133
- آیہ شریفہ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا میں کلمہ "واصب" کا معنی کیا ہے؟ 134
- خداوند نے بندوں پر کون سا دین واجب کیا ہے؟ 134

- ایمان کی طرف سبقت 135
- خدا نے کیوں پیغمبروں کو لوگوں کی طرف بھیجا؟ 139
- رسالت انبیاءؑ کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ 139
- رسولؐ اور نبیؐ کے درمیان کیا فرق ہے؟ 140
- خداوند نے اپنے پیغمبروںؑ اور آپؐ کو معجزہ عطا کیا ہے؟ 141
- پیغمبروںؑ کو اپنی پیغمبری کا کس طرح سے علم ہوتا ہے؟ 141
- کیا پیغمبرؐ افضل ہے یا فرشتۂ وحی؟ 142
- کون سے پیغمبرؑ اُولوالعزم ہیں اور وہ کس طرح اس مقام پر فائز ہوئے؟ 142
- حضرت آدمؑ میں پھونکی جانے والی روح کیسی تھی اور کس طرح سے پھونکی گئی؟ 143
- خداوند کے فرمان عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا کا کیا معنی ہے؟ 144
- حضرت آدم علیہ السلام کا بہشت کیسا تھا؟ 144
- خداوند نے کیوں حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ اور حضرت عیسیٰؑ کو...... 144
- کیا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ نے جھوٹ بولا ہے؟ 145
- حضرت ابراہیمؑ کا غیر خدا کو هٰذَا رَبِّي کہنے کا کیا معنی ہے؟ 147
- وہ کلمات جن کے ذریعے خداوند نے حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا 147
- جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ کی تفسیر کیا ہے؟ 148
- فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ...... کا معنی کیا ہے؟ 148
- یعقوب نبیؑ کا حضرت یوسفؑ کے بارے میں غم کس حد تک تھا؟ 149
- کنویں میں حضرت یوسفؑ کی دعا کیا تھی؟ 153
- کیا حضرت عیسیٰؑ کو بھی اس غم کا سامنا کرنا پڑا جس کا عام لوگوں کو کرنا پڑتا تھا؟ 154
- جن لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ نے زندہ کیا وہ اس کے بعد زندہ رہے؟ 155
- کیا مجوسیوں کا کوئی پیغمبر تھا؟ 156

- کیا مجوسی اپنے زمانے میں حق کے قریب تھے یا عرب؟ 158
- مغضوب اور گمراہ کون ہیں؟ 159
- مانی کی داستان کیا ہے؟ 159
- رسولِ خدا اور آپؐ کے احوال کے بارے میں سوالات 160
- کیا رسولِ خدا اولادِ آدمؑ کے سردار ہیں؟ 161
- کیا رسولِ خدا نے حجۃ الوداع کے علاوہ بھی کوئی حج بجالایا ہے؟ 161
- رسولِ خدا کو وحی کا کیسے یقین ہوتا تھا؟ 161
- فرمانِ خدا وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا کا معنی کیا ہے؟ 162
- کیا نزولِ وحی کے وقت رسولِ خدا بے ہوش ہوجاتے تھے؟ 162
- خداوند کے فرمان هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى کا کیا معنی ہے؟ 163
- کون سا معجزہ حضرت محمدؐ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے؟ 163
- کیا رسولِ خدا کھانا کھاتے وقت کسی چیز کا سہارا لیتے تھے؟ 165
- رسولِ خدا کی غذا کیا تھی؟ 165
- رسولِ خدا کو کس چیز سے کفن دیا گیا؟ 166
- رسولِ خدا کے لیے کتنی بیویاں کرنا جائز تھیں؟ 166
- فرمانِ خدا هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ...... کا معنی کیا ہے؟ 168
- رسولِ خدا کو کتنی مرتبہ معراج پر لے جایا گیا؟ 169
- رسولِ خدا عورتوں سے کس طرح بیعت لیتے تھے؟ 170
- قرآن مجید کے بارے میں سوالات 171
- قرآن کیوں پرانا نہیں ہوتا؟ 172
- فرقان کیا ہے اور کتاب کیا ہے؟ 172
- کیا قرآن مخلوق ہے؟ 173

- قرآن کس طرح ماہ مبارک رمضان اور بیس سال میں نازل ہوا؟ 174
- قرآن کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟ 175
- سبع مثانی کیا ہے؟ 175
- ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کیا ہے؟ 175
- دو آیتوں کے درمیان جمع کرنے کی کیفیت 176
- قرآن میں حکمت سے کیا مراد ہے؟ 178
- خداوند کے فرمان "المص" کا کیا معنی ہے؟ 179
- کھیعص کی کیا تفسیر ہے؟ 179
- بہترین کام کون سے ہیں؟ 180
- قرآن کو زبانی پڑھنا بہتر ہے یا دیکھ کر؟ 180
- استعاذہ کس طرح سے ہے؟ 180
- کیا با آواز بلند تلاوتِ قرآن کرنا درست ہے؟ 181
- کیا ہر سورہ کو استعاذہ کے ساتھ شروع کرنا چاہیے؟ 182
- مکمل استعاذہ کس طرح ہے؟ 182
- کیا قرآن کو سننا واجب ہے؟ 183
- تلاوتِ قرآن کے وقت کون سی چیز امامؑ کے بے ہوش ہونے کا باعث بنی؟ 183
- تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ 184
- امامت، اس کی ضرورت اور تسلسل کے ضروری ہونے کے بارے میں سوالات 185
- کیا زمین کا بغیر امامؑ کے ایک دن بھی باقی رہنا ممکن ہے؟ 186
- کیا زمین امام کے بغیر باقی رہ سکتی ہے؟ 186
- کیا زمین کا امامؑ سے خالی ہونا ممکن ہے؟ کیا ایک وقت میں دو امامؑ ہو سکتے ہیں؟ 187
- علمِ امامؑ کے بارے میں ایک سوال 187

○ کیا امام فرزند کے بغیر دنیا سے انتقال کرتا ہے؟ 188
○ بعد والے امامؑ کے علم کے بارے میں سوال 188
○ فرمانِ خدا وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ......... کا معنی کیا ہے؟ 189
○ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا میں امانات سے کیا مراد ہے؟ 189
○ امام کو اپنی امامت کا کب پتا چلتا ہے؟ 190
○ رسولؐ خدا کی مومنین پر اولویت سے کیا مراد ہے؟ 190
○ أئمہ معصومین علیہم السلام منصوب ہیں 192
○ روزِ غدیر مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ سے رسولؐ خدا کی کیا مراد ہے؟ 193
○ خداوند کے فرمان إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سے کیا مراد ہے؟ 193
○ کیا رسولؐ خدا کے کسی صحابی نے واقعہ سقیفہ پر اعتراض کیا ہے؟ 194
○ چودہ نور کون ہیں؟ 200
○ کیا امیر المومنین کا لقب صرف حضرت علیؑ سے مخصوص ہے؟ 200
○ حضرت علیؑ کیوں کر سجدہ شکر بجالائے؟ 201
○ فرمانِ خدا قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ ...... کا معنی کیا ہے؟ 204
○ رسولؐ خدا کے بعد آئمہ کون ہیں؟ 204
○ فرمانِ خدا بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ ...... کا معنی کیا ہے؟ 205
○ خداوند کے فرمان وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ کی تفسیر کیا ہے؟ 205
○ آیہ کریمہ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ سے کیا مراد ہے؟ 207
○ فرمانِ خدا هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ...... کی تاویل کیا ہے؟ 207
○ آئمہ کے اسمائے گرامی کس چیز پر لکھے ہوئے ہیں؟ 208
○ خداوند نے قرآن میں کیوں علیؑ اور اہل بیت کا نام صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا؟ 209
○ اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا؟ 213

- اہل بیتؑ میں سے قائمؑ کون ہے؟ 216
- کیا قائمؑ پیدا ہو چکا ہے؟ 217
- مہدیؑ کا نام کیا ہے اور وہ کس وقت ظاہر ہوں گے؟ 217
- کیا مہدیؑ اور قائمؑ ایک ہی ہیں؟ 218
- صاحب الزمانؑ کون ہیں اور کب تشریف لائیں گے؟ 218
- کیا قائمؑ کے بعد کوئی دوسرا ہے؟ 219
- امام زمانؑ کی غیبت کیوں طولانی ہوگی؟ 220
- فرمانِ خدا اِعْلَمُوا اَنَّ اللہَ یُحْیِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کا معنی کیا ہے؟ 220
- زمانہ غیبت میں ہم کون سی دعا پڑھیں؟ 221
- خداوند کے فرمان فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ کی تاویل کیا ہے؟ 222
- فرمانِ خدا سَنُرِیْهِمْ آیَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 223
- فرمانِ خدا وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ ...... کی تاویل کیا ہے؟ 223
- صفاتِ آئمہ اہل بیت علیہم السلام 225
- صفتِ عصمت 226
- آئمہؑ کا فرمان "معصوم کے علاوہ کوئی امام نہیں ہو سکتا" کا کیا معنی ہے؟ 226
- خدا کے فرمان وَاَوْحَیْنَا اِلَیْكَ رُوْحًا ...... سے کیا مراد ہے؟ 226
- فرمانِ خدا یَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ ...... کا معنی کیا ہے؟ 227
- کس کی شہادت قبول اور کس کی شہادت رد ہوتی ہے؟ 228
- صفتِ علم 233
- کیا خدا کسی شخص کی اطاعت واجب کرتا ہے لیکن اُسے آسمان کی خبر سے محروم رکھے؟ 233
- "رسولؐ خدا نے علیؑ کو علم و حکمت کے ہزار باب سکھائے" کا معنی کیا ہے؟ 234
- فرمانِ خدا قُلْ هَلْ یَسْتَوِي الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ سے کیا مراد ہے؟ 236

○ فرمانِ خدا بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ ...... سے کیا مراد ہے؟ 236

○ فرمانِ خدا فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ ...... کا معنی کیا ہے؟ 237

○ حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرمان "ہمارا علم مستقبل کے بارے...... 237

○ جب ائمہؑ سے سوال کیا جائے تو کیا وہ جواب دینے میں کسی چیز کے محتاج...... 238

○ علمِ امام کے حدود کیا ہیں؟ 241

○ ائمہؑ کے علم کا منبع کیا ہے؟ 242

○ علمِ امامؑ کی نہایت کیا ہے؟ 243

○ کیا ائمہ علیہم السلام علم غیب جانتے ہیں؟ 244

○ امامؑ جو کچھ سنتے ہیں انھیں کیسے پتا چلتا ہے کہ وہ فرشتے کی طرف سے ہے...... 245

○ کیا بعض آئمہ بعض سے داناتر ہیں؟ 246

○ امامؑ کیوں بعض دفعہ جلدی اور بعض دفعہ دیر سے جواب دیتے ہیں؟ 246

○ کیا امامؑ اپنا علم، اصحابِ علم ودانش سے حاصل کرتے ہیں؟ 247

○ ائمہ علیہم السلام کے اس فرمان کہ "کوئی شب جمعہ ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ...... 248

○ شبِ جمعہ آئمہؑ کی شان وشوکت کیا ہوتی ہے؟ 249

○ علمِ ائمہؑ کی حقیقت کیا ہے؟ 249

○ امامؑ دنیا کے مختلف مناطق سے کس طرح سے آگاہ ہوتے ہیں؟ 250

○ ائمہؑ سے اگر سوال کیا جائے اور وہ نہ جانتے ہوں تو پھر وہ کیا کرتے ہیں؟ 250

○ "جامعہ" کیا ہے؟ 251

○ جفر کیا ہے؟ 252

○ مصحفِ فاطمہؑ کیا ہے؟ 253

○ جفر سفید میں کیا چیز ہے؟ 254

○ جفر سرخ میں کیا ہے؟ 255

- امامؑ کہاں سے فتویٰ دیتا ہے؟ 255
- آئمہؑ کس علم کی بنا پر حکم کرتے ہیں؟ 256
- اہلِ ذکر سے مراد کون ہیں؟ 256
- زبور اور ذکر سے کیا مراد ہے؟ 257
- شناختِ امامؑ کے ذرائع 258
- شناختِ امامؑ کی نشانیاں کیا ہیں؟ 259
- کیا تم میں کوئی واجب الاطاعت امامؑ ہے؟ 259
- امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کی شناخت کیا ہے؟ 261
- آئمہ معصومینؑ کی حقیقی منزلت 262
- اہلِ بیتؑ کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے؟ 263
- آپؑ کون ہیں؟ 263
- آسمان وزمین کو خلق کرنے سے قبل آپ کیا تھے؟ 264
- عالمِ مثال میں آئمہؑ کی کیا کیفیت تھی؟ 265
- آسمانوں اور زمین کو خلق کرنے سے پہلے اہلِ بیتؑ کہاں پر تھے؟ 265
- جنھیں قرآن دیا ان سے کون مراد ہیں؟ 267
- متوسمین (اہلِ فراست) سے مراد کون ہیں؟ 267
- وہ گھر کون سے ہیں جن کے بلند ہونے کا خداوند نے اذن دیا ہے؟ 267
- خدا کے فرمان میں "آیات اور ڈرانے والوں" سے مراد کون ہیں؟ 268
- فرمانِ خدا وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ سے کیا مراد ہے؟ 268
- خداوند کے فرمان: وَقُلِ اعْمَلُوا... وَالْمُؤْمِنُونَ میں مومنین سے مراد؟ 268
- فرمانِ خدا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي...... کی تاویل کیا ہے؟ 269
- فرمانِ خدا وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ... عَلَى النَّاسِ کی تاویل کیا ہے؟ 269

○ فرمانِ خدا اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا کی تفسیر کیا ہے؟ 270
○ فرمانِ خدا إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ کا کیا معنی ہے؟ 270
○ آیہ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کن کے بارے میں ہے؟ 271
○ خداوند کے فرمان إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ کا معنی کیا ہے؟ 271
○ فرمانِ خدا يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا کی تفسیر کیا ہے؟ 272
○ فرمانِ خدا ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ کی تاویل؟ 273
○ خداوند کے اس فرمان میں أُولُوا النُّهَىٰ کون ہیں؟ 274
○ قرآن میں مذکور مُلْكًا عَظِيمًا سے کیا مراد ہے؟ 275
○ اُمت محمد سے مراد کون ہیں؟ 275
○ اگر علی جنت وجہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں تو پھر مالک اور رضوان کا کیا کام ہے؟ 277
○ کیا ابوذرؓ برتر ہیں یا آپ اہلبیتؑ؟ 277
○ فرمانِ پیغمبرؐ "سلمانؓ ہم اہلبیتؑ میں سے ہے" کا معنی کیا ہے؟ 279
○ آئمہ معصومینؑ کے سامنے مسلمانوں کی ذمہ داری 280
○ انسانوں کے لیے کن چیزوں کا جاننا جائز نہیں ہے؟ 280
○ فرمانِ خداوندی قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 282
○ خداوند کے فرمان أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 283
○ فرمانِ خداوندی وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ کی تفسیر کیا ہے؟ 284
○ فرمانِ خداوندی بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا...... کی تاویل کیا ہے؟ 284
○ کیا تمام آئمہ کی شناخت کرنا واجب ہے؟ 285
○ اس کا حکم کیا ہے جو بعد والے امام کو نہیں پہچانتا 285
○ اس کا حکم کیا ہے جو اپنی مدت سے قبل کسی امام کا معتقد ہو جائے؟ 286
○ کیا تمام آئمہ پر اعتقاد رکھنا اسلام ہے؟ 286

- خداوند کے فرمان مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ میں حسنہ سے کیا مراد ہے؟ 287
- شناخت آئمہ کے بعد بہترین عمل کون سا ہے؟ 288
- کیا دوستی اور دشمنی ایمان سے ہیں؟ 289
- کیا آئمہ حکم اور اطاعت کے اعتبار سے برابر ہیں؟ 289
- خداوند کے اس فرمان وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ...... کی تاویل کیا ہے؟ 290
- فرمانِ خداوندی ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 290
- فرمانِ خداوندی ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ میں نعیم سے کیا مراد ہے؟ 291
- فرمانِ خدا فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ کا معنی کیا ہے؟ 292
- کلام امام کہ "جب تم نے امام کو پہچان لیا......" کا کیا معنی ہے؟ 293
- آئمہ معصومینؑ کے بارے میں غلو 294
- کیا آئمہ علیہم السلام خدا یا پیغمبر ہیں؟ 295
- تفویض کیا ہے؟ 296
- آئمہ علیہم السلام کے شیعہ اور اُن کا مقام ومرتبہ 297
- اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے محب اور دوست کیسے ہیں؟ 298
- خداوند کے فرمان فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ کی تفسیر کیا ہے؟ 300
- خداوند کے فرمان اِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 300
- واقعی شیعہ کون ہے؟ 300
- ایمان کی حدود کیا ہیں؟ 301
- فرمانِ خداوندی وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا کا معنی کیا ہے؟ 301
- کلام خدا اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے کیا مراد ہے؟ 302
- کلام خدا اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کی تاویل کیا ہے؟ 302
- فرمانِ خدا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ...... سے کیا مراد ہے؟ 303

- کسی سبب کے بغیر خوش حال یا غمگین ہونا کیسا ہے؟ 303
- بچہ تعجب کے بغیر کیوں مسکراتا اور تکلیف کے بغیر کیوں گریہ کرتا ہے؟ 305
- آئمہ معصومینؑ سے مخالفت اور دشمنی کا حکم 306
- کیا امام عادل کی پیروی اور ولایت کے بغیر عمل مفید ہے؟ 307
- فرمانِ خدا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کا معنی کیا ہے؟ 308
- فرمانِ خدا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ...... کا کیا معنی ہے؟ 308
- فرمانِ خدا فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ کا کیا معنی ہے؟ 308
- فرمانِ خدا اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ کا کیا معنی ہے؟ 309
- فرمانِ خدا وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ سے کیا مراد ہے؟ 310
- کیا میں مرجئہ یا خوارج سے شادی کرسکتا ہوں؟ 310
- کیا مجہول العقیدہ سائل کو کھانا کھلائیں؟ 311
- آیہ شریفہ وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ میں ظلم و ستم سے کیا مراد ہے؟ 311
- فرمانِ خدا اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا...... سے کیا مراد ہے؟ 312
- آیہ شریفہ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ...... کا کیا معنی ہے؟ 312
- آیہ شریفہ یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ میں...... 313
- فرمانِ خدا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ کی کیا تاویل ہے؟ 313
- فرمانِ خدا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ کا کیا مطلب ہے؟ 315
- اگر کوئی مخالف تمام دلیلوں کا انکار کردے تو کیا کرنا چاہیے؟ 315
- فرمانِ خدا ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ سے کیا مراد ہے؟ 316
- فرمانِ خدا وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا...... سے کیا مراد ہے؟ 318
- ظالم سلطان کی حکومتی مشینری میں داخل ہونے کا کیا حکم ہے؟ 319
- آئمہ اہلبیتؑ پر صلوات، اُن کی زیارات اور اُن سے توسّل کرنا 321

○ پیغمبر اکرمؐ پر کیسے درود وسلام بھیجیں؟ 322

○ فرمانِ خدا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا کی تفسیر کیا ہے؟ 326

○ پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجنے کی فضیلت 327

○ آلِ محمدؐ کون ہیں؟ 327

○ روز جمعہ کے بہترین اعمال کیا ہیں؟ 328

○ آیہ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ کن کے بارے میں نازل ہوئی؟ 329

○ خداوند متعال نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلمات سے آزمایا؟ 330

○ کیا اولاد کے نام ائمہ طاہرینؑ کے نام پر رکھنا مفید ہے؟ 331

○ شہادتِ امام حسینؑ کے بعد بعض فرشتوں پر کیا گزری؟ 331

○ نامِ حسینؑ کا ورد کرتے وقت کیا کہنا چاہیے؟ 332

○ کتنی مدت تک امام حسین علیہ السلام کی زیارت ترک کرنا جائز ہے؟ 333

○ امام وامامت سے متعلق گوناگوں مسائل 334

○ کیوں کر پیغمبر اکرمؐ کا کوئی بیٹا زندہ نہ رہا؟ 335

○ حضرت علی علیہ السلام نے کیوں اپنے حق کا مطالبہ نہ کیا؟ 335

○ حضرت امام حسنؑ افضل ہیں یا حضرت امام حسینؑ؟ 336

○ حضرت امام حسنؑ کی اولاد میں امامت نہ ہونے پر کیا دلیل ہے؟ 338

○ کیا امام حسن علیہ السلام نے پیادہ حج کیا ہے؟ 342

○ امام حسین علیہ السلام کی انگشتری کس کی طرف منتقل ہوئی؟ 342

○ امامؑ کے اصحابِ باوفا کا شہادت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لینا؟ 343

○ کیوں اور کس طرح روزِ عاشور روزِ غم واندوہ ہے؟ 344

○ اے فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کو محزون کیوں دیکھ رہا ہوں؟ 347

○ آپؑ اہلِ بیتؑ کی زندگی کس قدر تھوڑی ہے، جبکہ لوگ آپؑ کے محتاج ہیں؟ 347

○ فرمانِ خدا اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 349
○ کیا بعض ائمہؑ بعض سے افضل تر ہیں؟ 349
○ حضرت علی علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے لباس میں فرق کیوں؟ 349
○ کون سی عید افضل تر ہے؟ 350
○ فرمانِ خدا فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ کا کیا معنی ہے؟ 351
○ آیہ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ...... کی تاویل کیا ہے؟ 352
○ لوگ حضرت ابوطالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ 353
○ اسمِ اعظم کیا ہے؟ 354
○ یہودیوں کی مذمت کیوں؟ 354
○ اس فرمائش "ہماری حدیث سخت ہے اور سختی مورد قبول ہے" کا معنی کیا ہے؟ 356
○ آئمہ علیہم السلام اور علم کلام 358
○ فرمانِ خدا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 359
○ حُب کیا ہے؟ 359
○ مستضعف کون ہے؟ 359
○ فرمانِ خدا ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کا معنی کیا ہے؟ 362
○ اولیائے خدا کیوں مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں؟ 363
○ فرمانِ خدا فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا سے کیا مراد ہے؟ 363
○ کتابِ خدا میں مذکور اسماعیل کون ہے؟ 364
○ نظامِ امامت میں 366
○ حضرت فاطمہ زہراؑ کا مقام و مرتبہ 366
○ خداوند متعال نے آیہ تطہیر سے کس مقصد کا ارادہ کیا ہے؟ 367
○ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ولادت کس طرح سے ہوئی؟ 367

○ فاطمہ کا معنی کیا ہے؟ 370

○ حضرت فاطمہ کا لقب زہراء کیوں ہے؟ 371

○ کیا حضرت فاطمہ بہشتی عورتوں کی سردار ہیں یا اپنے زمانے کی عورتوں کی؟ 373

○ کس نے گواہی دی کہ حضرت فاطمہ اپنے باپ سے میراث نہیں لے گی؟ 373

○ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کو غسل کس نے دیا تھا؟ 374

○ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا کیا معنی ہے؟ 374

○ سب سے پہلے کس نے تابوت بنوایا؟ 375

○ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کیوں دن میں دفن نہ ہوئیں؟ 375

○ حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کی کون سی ذرّیت پر آگ حرام ہے؟ 375

○ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ کے جنازے پر کتنی تکبیریں کہیں؟ 376

○ موت، برزخ، قیامت اور ثواب وعقاب کے بارے میں سوالات 377

○ فرشتے کیوں اعمال بشر لکھتے ہیں؟ 378

○ بوسیدہ بدن کس طرح سے لوٹے گا؟ 378

○ ہمارے لیے موت کی تعریف کریں؟ 380

○ کیا مومن موت سے نفرت کرتا ہے؟ 380

○ انسان کب موت سے نفرت کرتا ہے؟ 381

○ موت کے وقت آنسو کیوں ٹپکتے ہیں؟ 382

○ مشرکین کی اَرواح کہاں جاتی ہیں؟ 382

○ اَرواحِ مومنین سے متعلق سوال 382

○ اَموات کیوں مختلف ہوتی ہیں؟ 383

○ ملک الموت کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ کس کی روح قبض کرنی ہے؟ 383

○ کیوں میت کے ہمراہ جریدتان (سبز لکڑی) رکھی جاتی ہے؟ 384

- کیا مُردے کا بدن بوسیدہ ہو جاتا ہے؟ 384
- موت کے بعد روح کہاں جاتی ہے؟ 384
- مومنین اور کفار کی اَرواح کہاں جاتی ہیں؟ 385
- کیا موت کے بعد روح پراگندہ ہو جاتی ہے؟ 386
- کیا طاعون رحمت ہے یا عذاب؟ 386
- کیا عذابِ اُخروی میں آتش کافی ہے؟ 387
- کیا کوئی شخص فشارِ قبر سے محفوظ ہوگا؟ 387
- کیا انسان قبر سے برہنہ نکلے گا؟ 389
- کیا لوگ روزِ قیامت گروہوں کی صورت میں حاضر ہوں گے؟ 389
- آیہ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کی تفسیر کیا ہے؟ 390
- صراط کیا ہے؟ 390
- کیا مومن شفاعت کا محتاج ہے؟ 391
- کیا بہشت میں غنا اور آہنگ ہے؟ 391
- بہشتی پھل کھائے جانے کے بعد کیسے اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹیں گے؟ 392
- بہشتی عورتیں کس طرح ہم بستری کرنے کے بعد بھی ہر دفعہ باکرہ ہوں گی؟ 392
- اہلِ بہشت اپنے اقرباء سے جدا ہونے کے بعد کیسے لذت اُٹھائیں گے؟ 393
- فرمانِ خدا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ .... کا معنی کیا ہے؟ 393
- جنت و جہنم میں جاودانگی کس طرح سے ہے؟ 394
- نعیم اور علم الیقین سے کیا مراد ہے؟ 394
- کیا تناسخ صحیح ہے؟ 395
- کیا تناسخِ اَرواح درست ہے؟ 395
- کیا قبر کی زیارت مُردے کے لیے مفید ہے؟ 397

○ فرمانِ خدا قَضٰى اَجَلًا ۔ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ کی تفسیر کیا ہے؟ 397
○ تشییع جنازہ کے وقت کیسے چلنا چاہیے؟ 398
○ شیعہ میت پر کیوں پانچ اور غیر شیعہ چار تکبیریں کہتے ہیں؟ 398
○ موت کے بعد کون سے اعمال فائدہ مند ہیں؟ 399
○ مردے دنیا کی طرف کیوں نہیں لوٹتے تاکہ زندہ افراد کو بتائیں؟ 399
○ حوضِ کوثر کے بارے میں سوالات 401
○ کیا مُردوں کی یاد میں گریہ کرنا جائز ہے؟ 403
○ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے بارے میں سوالات 404
○ باقیات صالحات کیا ہیں؟ 405
○ کون سی چیز ہمیں ابلیس سے دُور کرتی ہے؟ 405
○ قرآن میں پنجگانہ نمازوں کے اوقات کون سے ہیں؟ 405
○ کیا کسی عذر کے بغیر دو نمازیں اکٹھی پڑھنا جائز ہے؟ 406
○ فرمانِ خدا کی وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 406
○ نمازِ مغرب کیوں قصر نہیں ہے؟ 407
○ عبادات کو کس طرح سے انجام دینا چاہیے؟ 407
○ تارکِ نماز کو کیوں کافر کہتے ہیں؟ 408
○ اس کی سزا کیا ہے جو نمازِ عصر کو دیر سے پڑھتا ہے؟ 409
○ حور العین دنیاوی مخلوق ہے یا بہشتی؟ 410
○ بندہ کس وقت خدا کے نزدیک ہوتا ہے؟ 410
○ نماز کے وقت امام سجادؑ کے چہرے کا رنگ کیوں تبدیل ہو جاتا تھا؟ 411
○ سجدے کی ابتداء میں کیوں دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جاتے ہیں؟ 412
○ کیا گندم کے کھلیان پر نماز پڑھنا درست ہے؟ 412

- سجدہ کن چیزوں پر کرنا جائز اور کن پر ناجائز ہے؟ 413
- خداوند متعال نے کیوں حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست قرار دیا ہے؟ 414
- کیا واجب نمازوں میں اپنی حاجات کا تذکرہ کرنا جائز ہے؟ 414
- مساجد کے احترام کی کیا وجہ ہے؟ 414
- اگر نماز تہجد نہ پڑھیں تو پھر کیا ہے؟ 415
- کیا پڑھوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے؟ 415
- کیا شرابی کی نماز قبول ہے؟ 416
- پشیمان شرابی کا کیا حکم ہے؟ 417
- نماز وتر میں سورۂ توحید کیوں تین بار پڑھی جاتی ہے؟ 418
- کیا بھول جانا شیطانی وسوسہ ہے؟ 418
- اگر نماز کے وقت دستر خوان لگا ہوا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ 418
- کیا نماز کو خوب صورت انداز میں پڑھنا ریاکاری ہے؟ 419
- کیا نماز میں قرآن پڑھتے وقت گریہ کرنا جائز ہے؟ 419
- اگر نمازی دو ہوں تو کیا ماموم کا امامِ جماعت کی دائیں طرف کھڑا ہونا مستحب ہے؟ 419
- کیا امام جماعت کا اس طرح سے پڑھنا کہ مقتدی سن سکیں؟ 420
- کیا شہر مدینہ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے؟ 420
- کس طرح مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے؟ 421
- کیا نمازیوں کے لیے صحیح ہے کہ وہ کسی سے کہیں، تم نماز پڑھاؤ؟ 421
- روزہ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ 422
- کون سا جھوٹ روزے کو باطل کرتا ہے؟ 422
- کون سا روزہ رکھنا مستحب ہے؟ 423
- جس عورت کا شوہر اس پر غضب ناک ہوتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ 423

○ مستحبی روزے کے متعلق کون سی سنت دائمی ہے 424
○ فرمانِ خدا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ سے کیا مراد ہے؟ 425
○ رسولِ خدا مستحب روزہ کس طرح سے رکھتے تھے؟ 425
○ کیا آپؑ کے اجداد میں سے کوئی شعبان کے روزے رکھتا تھا؟ 426
○ کیا شبِ قدر ایک تھی یا ہر سال؟ 426
○ حیض والی عورت کیوں صرف روزے قضا کرتی ہے، نماز نہیں؟ 427
○ کیا شبِ نیمہ شعبان میں مقدرات لکھے جاتے ہیں؟ 427
○ عرفہ اور عاشورا کے دن روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ 427
○ جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟ 428
○ شبِ قدر کون سی شب ہے؟ 429
○ کون سی شب، شبِ قدر ہے؟ 431
○ جو شخص ماہِ شعبان میں ایک دن روزہ رکھے، اُس کا ثواب کیا ہے؟ 432
○ کلامِ صالح وعملِ صالح کیا ہے؟ 432
○ فرمانِ خدا فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ سے کیا مراد ہے؟ 432
○ کیا نمازِ شب میں بلند آواز سے قرأت کرنا جائز ہے؟ 433
○ نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیوں تسبیح قرأت سے بہتر ہے؟ 433
○ روزِ غدیر کون سا دن ہے؟ 434
○ کیوں زکوٰۃ کا خاص نصاب معین ہے؟ 435
○ جس کا عقیدہ معلوم نہ ہو کیا اُس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ 435
○ فرمانِ خدا مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا کی تفسیر کیا ہے؟ 436
○ فرمانِ خدا الَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 436
○ خداوند متعال نے بندوں پر حج کیوں واجب قرار دیا ہے؟ 437

- حج بہتر ہے یا صدقہ دینا؟ 438
- خدا کس طرح سے حاجی کے خانوادے کا محافظ ہے؟ 439
- کیا حاجی فقیر ہو سکتا ہے؟ 439
- پانچ مرتبہ حج کرنے والے کا ثواب کیا ہے؟ 440
- مال دار شخص کی حج نہ کرنے پر سزا کیا ہے؟ 440
- اس کی سرنوشت کیا ہے جو حج کو موخر کرے؟ 441
- حج کے لیے پیدل جانا سوار ہونے سے بہتر ہے؟ 442
- حج پر سوار ہو کر جانا کیوں بہتر ہے؟ 442
- سبیل اللہ کی وصیت کیا ہے؟ 443
- کعبہ کو بیت الحرام کیوں کہا جاتا ہے؟ 443
- مکہ کو بکہ کیوں کہا جاتا ہے؟ 444
- کعبہ کو کیوں بکہ کا نام دیا گیا ہے؟ 444
- فرمانِ خدا اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 444
- فرمانِ خدا قِیَامًا لِّلنَّاسِ کی تفسیر کیا ہے؟ 445
- فرمانِ خدا کی فِیْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ ...... تفسیر کیا ہے؟ 446
- فرمانِ خدا وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ ...... کی تفسیر کیا ہے؟ 446
- طواف کرنے کا آغاز کیسے ہوا؟ 447
- حج میں کون سے ایامِ معدودات ہیں؟ 448
- فرمانِ خدا میں وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ...... ذکر کیا ہے؟ 448
- آٹھویں تاریخ کو کیوں روزِ ترویہ کہتے ہیں؟ 449
- اہلِ عرفات کا سب سے بڑا جرم کون سا ہے؟ 449
- عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت کیا ہے؟ 449

- خداوند نے وقوف کو کیوں مشعر الحرام میں قرار دیا ہے؟ 449
- فرمان خدا ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ کی تفسیر کیا ہے؟ 451
- ایام تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟ 451
- منیٰ میں قربانی کے گوشت کی نگہداری کرنے کا کیا حکم ہے؟ 452
- لوگ کیوں صرف حجر اسود اور دو یمانی ارکان کو مس کرتے ہیں؟ 452
- کیا سعی واجب ہے یا مستحب؟ 453
- حجر اسود کو کیوں بوسہ دیتے ہیں؟ 454
- حجر اسود کو ہاتھ سے مس کرنا کیوں مستحب ہے؟ 454

ооо

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَا جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ! أَيُّهَا الصَّادِقُ يَا بْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا حُجَّةَ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ يَا سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا! إِنَّا تَوَجَّهْنَا وَاسْتَشْفَعْنَا وَتَوَسَّلْنَا بِكَ إِلَى اللّٰهِ وَقَدَّمْنَاكَ بَيْنَ يَدَيْ حَاجَاتِنَا يَا وَجِيْهًا عِنْدَ اللّٰهِ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ اللّٰهِ!

"اے ابوعبداللہؑ! اے جعفر بن محمدؑ! اے صادقؑ! اے فرزندِ رسولؐ خدا، اے خدا کی مخلوق پر اُس کی حجت! اے ہمارے سردار! اے ہمارے مولاؑ! ہم نے رُخ کیا، ہم نے شفاعت چاہی اور آپؑ سے توسّل کیا اللہ کی طرف، اور ہم نے آپؑ کے پاس اپنی حاجتیں پیش کر دیں، اے خدا کے نزدیک عزت دار! ہماری شفاعت کیجیے خدا کے پاس!"

maablib.org

عرضِ ناشر

دینِ مُبین اسلام کو دیگر ادیانِ عالم پر کئی پہلوؤں اور کئی حوالوں سے فضیلت و برتری حاصل ہے۔ ان مختلف پہلوؤں اور حوالوں میں سے ایک نمایاں پہلو اور روشن حوالہ مرد و زن کو تعلیم و تعلّم کی ترغیب و تشویق دلانا بھی ہے۔ تحصیلِ علم اور کسبِ دانش سے فہم و ادراک میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان اس کے ذریعے ذہنی و روحانی اوجِ کمال تک پہنچتا ہے۔ قرآن مجید نے بارہا حضرتِ انسان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی ہے۔

سورۂ زمر، آیت ۹ میں ارشادِ رب العزت ہوتا ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

"کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں"؟

یقیناً عالم اور جاہل ہرگز برابر نہیں ہو سکتے، چنانچہ رسولِ اسلام ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے فروغِ علم اور ترسیلِ آگہی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، یہاں تک کہ ان ہستیوں کی پوری پوری زندگیاں علم کی ترویج اور شعور کی ترغیب میں گزر گئیں۔ ختمی مرتبت ﷺ کا ارشادِ عالم تاب ہے:

"ہر مسلمان مرد و زن پر لازم ہے کہ وہ علم حاصل کرے"۔

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمانِ عالی شان ہے:

"علم ایک ایسا خزینہ ہے جسے کوئی چرا نہیں سکتا، اور یہ ایسا گنجینہ ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ مزید بڑھتا چلا جاتا ہے

(مفہوماً) الغرض آیاتِ قرآنی اور روایاتِ الہامی سے نیز سیرتِ پیغمبرؐ اور کردار آئمہ اطہارؑ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انھوں نے اپنے اپنے دورِ رہبری میں علم و دانش کی بھرپور اشاعت کی اور جاہلیت و جہالت کے خلاف مسلسل جہاد کیا"۔

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے سوال کرو"۔ (سورہ نحل: ۴۳)

مگر افسوس صد افسوس اہلِ دنیا نے شہرِ علم کے ان ابوابِ عصمت کی طرف بہت کم رجوع کیا، بلکہ ان کے مقابلے میں نام نہاد علمی مگر درحقیقت جاہلی دروازے کھولنے کی کوشش کی۔ حالانکہ فضائے دہر میں سلونی سلونی کی صدا کی بازگشت گونجتی رہی ___ علم و دانش کے یہ خزینے آج بھی بند پڑے ہیں۔ ان کی کلید پرسش (پوچھنا اور سوال کرنا) ہے۔ ہاتفِ غیبی کی ندا آ رہی ہے: خداوند متعال تم پر رحمت کے دروازے وا کرے، سوال کرو۔ یہ ایک ایسی راہ گزر ہے جس سے ثواب ہی ثواب ملتا ہے۔ سوال کرنے والے، جواب دینے والے اور سننے والے کے لیے اجرِ کثیر اور انعامِ جزیل ہے۔

اسلام نے سوال کرنے اور جواب دینے کی تشویق کی ہے اور ایسا بابِ علم کھولا ہے جو طولِ تاریخ میں کبھی بند نہیں ہوا۔ رسولِ معظمؐ اور آئمہ مکرمینؑ کے ادوار میں علمی محفلیں سجی رہیں، لوگ بابِ عصمت پر آتے رہے، دامنِ طلب پھیلاتے رہے اور علم کی خیرات پاتے رہے۔ نتیجتاً ہزاروں لاکھوں سوالات فقہ، عقائد، تفسیر، اخلاقیات، ادبیات، اصول، فلسفہ، قیامت، برزخ وغیرھم کے متعلق جوابات سے مزین ہوئے اور ہمارے علمی اسلاف اور علمائے دین کے توسط سے ترتیب پا کر نورانی خزائن کی صورت اختیار کر گئے اور آج بھی دعوت فکر و نظر دے رہے ہیں۔

لاریب سوال کرنے سے انسان کی جہالت دُور ہوتی ہے، تشکیک کا خاتمہ ہوتا ہے اور جاننے کی لیاقت وصلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سوال کرنے والے کے لیے کسی خاص ذہنی استعداد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ جواب دینے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ جوابِ سوال پر عبور رکھتا ہو۔ مبرہن اور مسکت جواب دینے پر قادر ہو اور مسائل کی تشفی و تسلی کر سکے۔

تاریخ شاہد ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ اور آئمہ عصمتؑ کے بہت سے اصحابِ باصفا اور پیروانِ باوفا معارف وعلوم کے ان بحورِ عصمت میں غوطہ زن رہے اور عقل و دانش کے ان بے کراں اور عمیق سمندروں سے متمسک رہ کر اپنی پیاس بجھاتے اور سیرابی کا سامان کرتے رہے۔

اپنے عجیب و نجیب رہبروں کے ان سائلوں اور دریوزہ گروں نے اُن کے فیضانِ علمی کی جان سے بڑھ کر حفاظت کی۔ اس اہتمامِ حفاظت اور حُسنِ نیابت کی غالب وجہ یہ تھی کہ آئمہ اثنا عشر تین سو سال (یعنی غیبتِ صغریٰ) تک جو علمی گتھیاں سلجھاتے رہے، ساتھ ساتھ اپنے اصحاب واحباب کو اُن کی ترتیب وتالیف کی طرف بھی شدت سے مائل کرتے رہے۔ مثلاً صادقِ آلِ عباؑ نے اپنے پیروؤں کو تاکید فرمائی:

"اپنے ورثۂ علمی کی حفاظت کرو، کیوں کہ تمھیں ان کی ضرورت پڑتی رہے گی"۔

چنانچہ ہم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے علمی ورثہ کو نسلِ حاضر اور عزیزانِ فردا تک ایک امانت سمجھ کر پہنچائیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہر اپنا پرایا اس سے استفادہ کرے اور ہر کس وناکس کے دل میں عظمتِ معصومینؑ اور رفعتِ مکتبِ تشیع پیدا ہو۔ علمی ترقی کے اس زمانے میں آئمہ اہلِ بیتؑ کے ورثۂ علمی سے استفادہ اور بھی ضروری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ تہذیبِ اسلامی اور فرہنگِ اہلِ بیتؑ کو پرنٹ اور الیکٹرانک

میڈیا پر نہایت احسن طریقے اور عمدہ سلیقے سے پیش کریں۔

ہمارے علمی اثاثوں کا پبلک لائبریریوں اور ملکی و بین الاقوامی کالجوں، یونی ورسٹیوں میں ہونا نہایت ضروری ہے۔ ان صالح تعلیمات کے ذریعے ہم الیکٹرانک میڈیا پر پھیلائی جانے والی عریاں تہذیب کا سدِّ باب کر سکتے ہیں۔ اس مقصدِ رفیع کے لیے علمی، قلمی اور ابلاغی جہاد کی ضرورت ہے۔

مشہور مغربی فلسفی برٹینڈرسل نے کہا تھا:

"اگر آج علی علیہ السلام زندہ ہوتے تو کوفہ کی مسجد مغربی محققین اور دانشوروں سے پُر ہوتی۔ وہ علی علیہ السلام پر سوالوں کی بارش کرتے مگر آپؑ انھیں دم لینے کی فرصت نہ دیتے"۔

اثنا عشری امامی حکما، دانش وروں اور محققوں نے جو مذکورہ تین صدیاں ائمہ معصومینؑ سے علمی استفادہ کیا اور اُسے محفوظ کیا، اُسے پڑھ کر آج مشرق و مغرب کے بہت سے عالمی دانش وروں کی زبانوں پر حضرت علیؑ اور امام جعفر صادقؑ کے حکمت و معرفت سے لبریز اقوال وارشادات ہیں۔

ہم خداوند متعال کا لاکھ لاکھ شکر بجالاتے ہیں کہ اُس نے اپنے خصوصی فضل و کرم سے ہمیں یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ ہم ایران کے معروف دانش ور حجۃ الاسلام والمسلمین آقائے حاج شیخ احمد قاضی زاہدی گلپائیگانی مدظلہ العالی کی کتابِ مستطاب أَسْئِلَةُ النَّاس وَأَجْوِبَةُ الْمَعْصُومِين کا اُردو میں ترجمہ کروا کر اسے جزواً جزواً شائع کر رہے ہیں۔

زیرِ نظر جلد سے پیش تر "سوال عوام کے اور جواب امامؑ کے" کے عنوان سے اوّلاً امام محمد باقر علیہ السلام، ثانیاً امام علی علیہ السلام اور ثالثاً حسنین شریفین علیہم السلام کے جوابات پر مبنی چار جلدیں شائع کر چکے ہیں۔

"سوال عوام کے جواب بنتِ رسولؐ اسلام" کے یعنی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا حصّہ اور "سوال عوام کے جواب رسولؐ اسلام کے" بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر دادِ تحسین پا چکے ہیں۔

زیرِ نظر حصّہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ ہمارے عزیز دوست حجۃ الاسلام مولانا آزاد حسین مشہدی نے کیا ہے جنھوں نے یہ کارِ خیر نہایت جاں فشانی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ خالقِ لوح و قلم اُن کی توفیقاتِ خیر میں مزید اضافہ فرمائے۔

اللہ رب العزت سے التجا ہے کہ ہم سب کو کتبِ اہلِ بیتؑ کی کماحقہٗ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی بلیّاتِ ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین بحقِ طٰہٰ و یٰسین!

والسلام مع الاکرام

محتاجِ دُعا

ریاض حسین جعفری، فاضل قُم

maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

آغازِ سخن

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء وخاتم المرسلین محمد و علی آلہ الطیبین الطاھرین

بلاشک وتردید وہ واضح ترین صفت اور خصوصیت کہ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین اور امام میں ہونی چاہیے، ایسا وسیع علم ہے کہ جو لوگوں کی علمی وفکری ضرورتوں کو پورا کرے اور ان خطرناک شبہات وابہامات کا قلع قمع کرے جو گاہے بہ گاہے لوگوں کی زندگی میں رُونما ہوتے رہتے ہیں۔

امام لوگوں کی پناہ گاہ اور امت کا مرجع اور ملجا وماوی ہوتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ شریعت کے اصول وفروع اور عالمی حقائق کے ہم گام صحیح عملی وفکری رہبری کے ذریعے اسلامی معاشرے کی کشتی کو ساحلِ نجات تک پہنچائے اور چراغِ ہدایت اور کشتیٔ نجات کا مکمل مصداق ہو۔

یہ ایسی حقیقت ہے کہ جس کی قرآن کریم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے مکرر، گویا اور بلیغ بیانات میں بیان فرمائی ہے اور فطرت اور عقلِ سلیم بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے؛ اس بنا پر اس حقیقت کے علاوہ اسلام کے پاس انسانی معاشرے کے لیے کوئی کارآمد اور نجات بخش پروگرام نہیں ہے۔

خوش نصیبی یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے حقائق اس کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کہ جو خداوند متعال کی جانب سے اسلامی وانسانی معاشرے کے پیش وا اور اُمت کے رہبر و راہ نما معین ہوئے ہیں وہ عصمت کے گوہر گراں بہا کے علاوہ ایسے وسیع علم کی اہم ترین خصوصیت کے مالک ہیں کہ جس کا سر چشمہ خداوند علیم کے لامتناہی علم سے متصل ہے۔

ہم اس حقیقت کی تجلی اور مظہر آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرامین و ارشادات میں دیکھتے ہیں، یوں کہ کوئی بھی سوال ایسا نہیں ہے کہ جس کا ان حضرات کے پاس جواب نہ ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین سو سال سے زیادہ محیط عرصے میں معاشرے کے اندر جو بھی اشکال یا اعتراض رونما ہوا ہے ائمہ معصومین علیہم السلام کی جانب سے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

اس بارے میں ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے بے کراں علم کے سمندر سے کچھ قطرات کو سوال و جواب کی صورت میں علم و فضل کے پیاسوں کے حوالے کریں اور معصومین علیہم السلام کے گوہر بار ارشادات کا ایک عظیم دائرۃ المعارف فراہم کریں۔

اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے سوالات و جوابات کی صورت میں جو مجموعہ پیش کیا جارہا ہے شاید وہ دس ہزار تک پہنچ جائے۔ یہ خود ایک بہت بڑا خزانہ ہے کہ جو ہمارے زمانے میں پیش آنے والے بہت سے شبہات وابہامات کا قانع کنندہ جواب دے سکے۔

یہ کتاب جو آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے اس بہت بڑے خزانے کا ایک اور حصہ ہے کہ جو لطف الٰہی اور معصومین علیہم السلام کی عنایات سے تحریری صورت میں مکمل ہوا ہے۔ یہ بہترین کتاب اہل بیت علیہم السلام کے بے کراں علوم کے متلاشی اور

محققین حضرات کی خدمت میں "سوال عوام کے اور جواب حضرت امام جعفر صادقؑ کے" کے عنوان سے پیش کی جارہی ہے۔

یہ مجموعہ ایسی روایات پر مشتمل ہے کہ جو سوال و جواب کی صورت میں بیان ہوئی ہیں کہ ہوسکتا ہے ان میں بعض روایات کو بعض افراد کے لیے ہضم کرنا مشکل ہو، لہٰذا ہم خداوند متعال سے ان روایات کو سمجھنے، ادا کرنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق کے لیے دعا گو ہیں۔

قابل ذکر ہے کہ اس کتاب کے ترجمہ اور تصحیح کی ذمہ داری برادر بزرگوار، فاضل، محقق اور مصنف آقا محمد حسین رحیمیان نے پوری کی، ہم ان کی زحمتوں کی تعریف اور قدر شناسی کے ضمن میں کتب اہل بیت علیہم السلام کی ترویج اور نشر و اشاعت کے لیے خداوند متعال سے ان کی روز افزوں توفیق کے لیے دعا گو ہیں۔

خداوند متعال کی بارگاہ میں بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کرتا ہوں کہ وہ مسلسل توفیق کے ذریعے میری مدد کرے تاکہ اس مفید اور اہم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور اسے میرے لیے ذخیرہ آخرت قرار دے اور ان شاء اللہ! بہت جلد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وصی اور جانشین کے ظہور پرنور کے باعث تمام کے تمام اہل بیت علیہم السلام کے علوم و معارف کے چشمۂ زوال سے سیراب ہوں۔

آمین رب العالمین

۲۵ شوال قم المشرفہ ۱۴۳۲ ھ ق

روز شہادت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

احمد قاضی زاہدی گلپایگانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا معنی کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کیا ہے؟

ابنِ سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''با'' خدا کی بہاء (اور روشنی) ہے اور ''سین'' اس کی ''سنا'' یعنی رفعت اور ''میم'' اس کی ''مجد'' یعنی بزرگی و برتری ہے۔

بعض نے روایت کی ہے کہ میم و سین خدا کی سنا (اور بلندی) ہے اور خدا کی مجد و بزرگواری اور یا اُس کا ملک (اور سلطنت) ہے، اور ''اللہ'' ہر چیز کا معبود اور خدا ہے، رحمٰن اپنی تمام مخلوق پر مہربان اور رحیم خاص کر مومنین پر مہربان ہے۔

صفوان بن یحییٰ ایک شخص سے روایت کرتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''با'' خدا کی بہاء اور روشنی ہے، ''سین'' خدا کی سنا اور رفعت ہے، ''میم'' ملک (اور سلطنت) خدا ہے۔

میں نے سوال کیا: اللہ کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''الف'' (1) اپنے بندوں پر خدا کی نعمتیں ہیں کہ جو وہ ہماری ولایت کے وسیلے سے حاصل کرتے ہیں۔ ''لام'' ضروری ہے بندوں پر خدا کی جانب سے ہماری محبت و ولایت۔

---

(1) الف، لفظ آلاء کا پہلا حرف ہے اور آلاء، الی کی جمع ہے کہ جس کا معنی نعمت ہے۔

میں نے سوال کیا: ''با'' کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''با'' کا معنیٰ حیوان اور ذلّت وخواری ہے ان لوگوں کے لیے جو محمدؐ وآلِ محمدؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔

میں نے کہا: ''اَلرَّحمٰن'' کا کیا معنیٰ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمام دنیا والوں کے لیے مہربان اور شفیق ہے۔

میں نے عرض کیا: ''اَلرَّحِیم'' کا کیا معنیٰ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مہربان اور رحیم ہے خاص کر مومنین پر، یعنی رحمٰن وسیع رحمت کی طرف اشارہ ہے اور رحیم مومنین کی نسبت رحمت کی طرف اشارہ ہے۔

(معانی الاخبار: ص ۳؛ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۲۳۱، ح ۱۳)

maablib.org

حدیث اور عقل کے بارے میں سوالات

روایات میں اختلاف کی کیسے توجیہ کریں؟

حماد بن عثمان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ کی طرف سے مختلف روایات نقل ہوئی ہیں، ہم ان کی کس طرح سے توجیہ کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قرآن سات حرفوں (لغات) میں نازل ہوا ہے اور امامؑ کے لیے بھی جائز ہے کہ سات حرفوں (طریقوں) سے گفتگو کرے اور فتویٰ دے۔ اس کے بعد آپؑ نے اختیاراتِ امامؑ کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص:۳۹)

"یہ میری عطا ہے اب چاہے لوگوں کو دے دو یا اپنے پاس رکھو تم سے حساب نہ ہوگا"۔

اس حدیث میں سات حروف سے مراد شاید گفتگو کے انداز اور طریقے ہیں، کیوں کہ گفتگو کرنے والا کبھی مجمل بات کرتا ہے۔ کبھی مفصل، کبھی مطلق اور کبھی مقید، سات کا عدد کثرت کے لیے ہے نہ کہ حقیقی عدد کے لیے۔ (الخصال: ج ۲، ص ۱۰)

أئمہ علیہم السلام کیوں ایک سوال کے متعدد جوابات دیتے ہیں؟

موسیٰ بن اشیم نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

شرف یاب ہوا اور اُن سے کسی مطلب کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے مجھے اس کا ایک جواب دیا: ابھی میں وہاں پر ہی تھا کہ کوئی دوسرا شخص داخل ہوا اور اُس نے اسی مطلب کے بارے میں سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے اُسے ایک اور طرح سے جواب دیا جو مجھے دیے گئے جواب کے مخالف تھا۔

اسی دوران ایک تیسرا شخص آیا اور اس نے بھی اسی مطلب کے بارے میں سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے جو جواب اسے دیا وہ میرے اور دوسرے شخص کو دیے گئے جواب کے خلاف تھا۔ یہ مطلب میرے لیے خوف کا باعث بنا اور میرے اُوپر بہت سنگین گزرا۔ جب تمام لوگ چلے گئے اور ہم تنہا رہ گئے تو حضرتؑ نے میری طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا: اے ابنِ اشیم! گویا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس سے بہت پریشان ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابنِ اشیم! خداوند نے اپنے ملک کا انتظام حضرت داؤد علیہ السلام کے سپرد کیا (تاکہ وہ جس طرح سے مناسب سمجھیں حکومت کریں) اور فرمایا:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص:۳۹)

"یہ میری عطا ہے اب چاہے لوگوں کو دے دو یا اپنے پاس رکھو تم سے حساب نہ ہوگا"۔

[تم امین ہو] اَمرِ دین (اور اس کو بیان کرنے کی روش) اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کی (تاکہ وہ جس طرح سے مناسب سمجھیں اس کام کو انجام دیں) اور فرمایا:

مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:۷)

"رسولؐ جو کچھ تمھارے لیے لائے اُسے لے لو اور جس سے روکے

اُس سے رُک جاؤ"۔

خداوند متعال نے جو کچھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا وہی ہمارے سپرد کیا لہٰذا پریشان اور ناراحت مت ہو۔ (الاختصاص: ص۳۲۹ ؛ بحار الانوار: ج۲۳، ص۱۸۵، ح۵۳)

ابنِ حازم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ایسا کیوں ہے؟ میں آپؑ سے ایک مطلب پوچھتا ہوں اور آپؑ مجھے جواب عنایت فرماتے ہیں، پھر کوئی دوسرا آپؑ کے پاس آتا ہے اور آپؑ اُسے اسی بارے میں کوئی اور جواب دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "ہم لوگوں کو (ان کی عقل کے مطابق) زیادہ اور کم جواب دیتے ہیں"۔

میں نے عرض کیا: اصحابِ پیغمبرؐ آں حضرتؐ سے سچ نقل کرتے تھے یا جھوٹ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سچ نقل کرتے تھے۔

میں نے عرض کیا: ان میں اختلاف کیوں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ ایک شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اُس نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آں حضرتؐ نے اسے جواب عنایت فرمایا اور اس کے بعد اسے ایسا جواب دیا کہ جس نے پہلے والے جواب کو نسخ کیا، لہٰذا بعض احادیث دوسری بعض کو نسخ کرتی ہیں۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۸، ح۳)

ایک حدیث کے بعد دوسری حدیث وارد ہونے کی صورت میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

ابنِ خنیس کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

عرض کیا: اگر سابقہ امام سے کوئی حدیث نقل ہوئی ہو اور بعد والے امامؑ سے اُس کے برخلاف حدیث نقل ہو تو ہم کس پر عمل کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرو، یہاں تک کہ زندہ امامؑ سے کوئی بیان آجائے اور جب زندہ امامؑ سے کوئی بیان آجائے تو اس پر عمل کرو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم تمھیں ایسا راستہ بتاتے ہیں کہ جس میں وسعت (آسانی) ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس حدیث پر عمل کرو جو جدید تر ہو۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۵۳، ح۹)

باطل حکمرانوں سے اپیل کرنے کا کیا حکم ہے اور ذمہ داری کیا ہے؟

عمر بن حنظلہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: ہمارے اصحاب میں سے دو افراد کا کسی قرض یا میراث کے بارے میں نزاع ہے، وہ فیصلہ کرنے کی غرض سے سلطان اور قاضیانِ وقت کے پاس جاتے ہیں، کیا یہ کام جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی حق یا باطل کے بارے میں فیصلہ کی غرض سے ان کے پاس جاتا ہے وہ ایسے ہے کہ جیسے فیصلے کے لیے طاغوت ظالم کے پاس گیا ہو اور جو کچھ طاغوت اس کے لیے فیصلہ کرے گا وہ اگرچہ اس کا حق مسلّم ہی ہو، وہ اس نے حرام مال لیا ہے، کیوں کہ وہ اُس نے طاغوت کے حکم سے لیا ہے، درحالانکہ خداوند نے امر فرمایا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں۔

خداوند کا فرمان ہے: "وہ فیصلہ کے لیے طاغوت کے پاس جانا چاہتے ہیں، درحالاں کہ وہ مامور تھے کہ اس (طاغوت) کا انکار کریں"۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۶۶، ح۱۰)

عمر بن حنظلہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: یہ افراد کیا کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دیکھیں کہ آپ میں سے جو کوئی ہماری حدیث نقل کرتا ہے، ہمارے حلال و حرام کو دیکھتا ہے اور ہمارے احکام کو سمجھتا ہے اُس کے فیصلے پر راضی ہوں (یہ ایسے ہے) گویا کہ میں نے اسے تمہارے اُوپر حاکم بنایا ہے، پس اگر اُس نے ہمارے دستور کے مطابق حکم دیا اور ان دو میں سے کسی نے اُسے قبول نہ کیا تو گویا اُس نے حکمِ خدا کو کوئی اہمیت نہیں دی اور ہمیں رد کیا ہے اور جس نے ہمیں رد کیا اس نے خدا کو رد کیا ہے۔ یہ شخص خدا کا شریک بنانے اور کفر کی سرحد پر ہے۔

ابنِ حنظلہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اگر ان دو افراد میں سے ہر ایک ہمارے اصحاب میں سے کسی ایک کو جداگانہ طور پر انتخاب کرے اور دونوں راضی ہو جائیں کہ وہ دونوں اس کے حق میں نظر دیں، حکم کریں اور وہ دونوں حکم کرنے میں اختلاف کریں اور اُن کے اختلاف کا منشا آپؑ کی حدیث ہو تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: صحیح حکم وہ ہے کہ جو ان میں سے عادل تر، فقیہ تر اور حدیث میں راست گو تر اور پرہیزگار تر صادر کرے اور کسی دوسرے کے حکم کی کوئی اعتنا نہ کرے۔

ابنِ حنظلہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اگر وہ دونوں عادل اور اصحاب کے نزدیک پسندیدہ ہوں اور کوئی بھی ایک دوسرے پر فضیلت نہ رکھتا ہو تو اُس وقت کیا کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی طرف توجہ دیں کہ جس کے حکم کا مدرک ایسی حدیث ہو کہ جس پر اصحاب کو اتفاق ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے اور دوسری حدیث کہ جو نادر اور اصحاب کے نزدیک غیر معروف ہو، اسے ترک کیا جائے کیوں کہ جو موردِ اتفاق ہے اس میں شک نہیں ہے۔ بے شک اُمور کی تین قسمیں ہیں:

① ایسا امر کہ جس کا درست اور صحیح ہونا واضح ہے، اس کی پیروی کرنا ضروری ہے۔

② ایسا امر کہ جس کا گمراہ اور معیوب ہونا واضح ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

۳ ایسا امر کہ جو مشکل اور مشتبہ ہے، اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے خدا اور اُس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح، ان دونوں کے درمیان کچھ اُمور ایسے ہیں جو مشتبہ (نامعلوم) ہیں، جو کوئی مشتبہ اُمور کو ترک کرے گا وہ حرام سے نجات پائے گا اور جو کوئی مشتبہات کو انجام دے گا وہ نادانستہ محرمات کا مرتکب ہوگا (یعنی نہ جانتے ہوئے محرمات کے دامن میں گرفتار ہوگا)۔

ابنِ حنظلہ نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں، اگر دونوں خبریں عامہ (اہلِ سنت) کے دو گروہوں کے موافق ہوں تو کس طرح سے عمل کیا جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس خبر کو دیکھا جائے گا جو حکام اور قاضیوں کی مورد توجہ ہے (اس صورت میں) اُسے ترک اور دوسری کو اُخذ کیا جائے گا۔

ابنِ حنظلہ عرض کرتے ہیں: اگر دونوں چیزیں اہلِ سنت حکام کے موافق ہوں تو پھر کیا کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسی صورتِ حال میں امامؑ سے ملاقات کرنے تک صبر سے کام لو، کیوں کہ شبہ کے وقت توقف کرنا (اور مشتبہ اُمور کا مرتکب نہ ہونا) اس سے بہتر ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے۔

ابنِ حنظلہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اگر دونوں حدیثیں مشہور ہوں اور آپؑ کے قابلِ اعتماد افراد نے نقل کی ہوں (تو ہم پھر کیا کریں)؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: توجہ کی جائے کہ جو قرآن وسنت کے مطابق اور عامہ (اہلِ سنت) کے مخالف ہو اُسے اخذ کیا جائے اور جو قرآن وسنت کے مخالف ہو اور عامہ کے موافق ہو اُسے ترک کیا جائے۔

ابنِ حنظلہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، اگر دونوں

فقہا نے حکم کو قرآن و سنت سے حاصل کیا ہو لیکن اُن میں سے ایک عامہ کے مخالف کے موافق ہو اور دوسری مخالف ہو تو پھر کس پر عمل کیا جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو عامہ (اہلِ سنت) کے مخالف ہو کیوں کہ اس پر عمل کرنے میں رُشد و ہدایت ہے۔

maablib.org

امام جعفر صادق علیہ السلام سے
عقل کے بارے میں سوالات

maablib.org

عقل کیا ہے؟

کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: مولاؑ! عقل کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ (عقل) ایسی قوت ہے کہ جس کے ذریعے سے خدا کی عبادت ہو اور بہشت حاصل کیا جائے۔

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: عقل کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: وہ (عقل) ایسی چیز ہے کہ جس کے ذریعے خدا کی عبادت ہوتی ہے اور بہشت کسب کیا جاتا ہے۔

وہ شخص کہتا ہے: میں نے پوچھا: پس جو کچھ امیرِ شام کے پاس تھا وہ کیا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مکاری ہے، وہ بدکاری ہے، وہ عقل کے مشابہ ہے لیکن عقل نہیں ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱،ص۱،ح۳)

خدا کے وجود، وحدانیت، اسماء اور صفات کے بارے میں سوالات

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابنِ ابی العوجاء کے ساتھ اعتقادی مسائل کے بارے میں گفتگو کی تو ابنِ ابی العوجا اگلے دن امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا: حدوثِ اَجسام پر کیا دلیل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے پاس کوئی بھی چھوٹی یا بڑی ایسی چیز نہیں ہے مگر یہ کہ ہم جب اس کے ساتھ اُس جیسی چیز کو ضمیمہ کریں تو وہ بڑی ہو جاتی ہے۔ یہ پہلی حالت سے دوسری حالت میں منتقل اور زائل ہونے کی علامت ہے، درحالاں کہ اگر وہ قدیم ہوتی تو اُس میں ہرگز زوال وتحول کی گنجائش نہ ہوتی، کیوں کہ جو چیز زائل، متحول اور متغیر ہوتی ہے، ممکن ہے کہ وہ ظاہر بھی ہو اور ختم بھی ہو۔ عدم کے بعد اس کا وجود

اُسے اُمورِ حادثہ کی جز قرار دیتا ہے، دَرحالاں کہ اس کا ہمیشہ ہونا اسے صفتِ قدیم بخشتا ہے۔ یہ دونوں صفتیں (اَزل وعدم) ہرگز ایک شے میں جمع نہیں ہوتیں۔

عبدالکریم نے کہا: میں اشکال کرتا ہوں کہ جو آپؑ نے کہا وہ دو حالتوں کے اجتماع کے مواد میں صحیح ہے اور آپؑ نے اس راستے سے حدوثِ اجسام کو ثابت کیا ہے، لیکن اگر کوئی چیز ضمیمہ کرنے کے بعد اپنے چھوٹے پن پر باقی رہے اس صورت میں آپؑ حدوث اشیاء کو کیسے ثابت کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: گفتگو اسی موضوع اور فعلی جہاں کے بارے میں ہے اور چنانچہ ہم اس کو اُٹھالیں اور اس کی جگہ پر دوسرا جہان رکھ دیں۔ یہی مطلب (اس جہاں کا ازالہ اور اس کی جگہ پر دوسرے جہان کو رکھنا) اس کے حدوث پر مضبوط ترین دلیل ہے، لیکن مَیں اسی جہت سے جواب دوں گا جس جہت سے تم نے اشکال کیا ہے اور کہوں گا: اگر (ضمیمہ کرنے کے بعد) چیزیں اپنے چھوٹے پن پر باقی رہیں اور ذہن اور وہم میں جب بھی کسی چیز کی مانند اس کے ساتھ ضمیمہ ہو تو وہ بزرگ تر ہو جائے گی۔ یہی مطلب یعنی ذہن اور وہم، تغییر وتحول اسے قدیم کی قسم سے خارج اور حادثِ اُمور میں داخل کردے گا۔

اے عبدالکریم! کیا تمھارے پاس فرار کرنے کا کوئی اور راستہ ہے؟ اب عبدالکریم کچھ نہیں بول سکا اور ذلیل ورُسوا اور تباہ وبرباد ہوگیا۔ (التوحید: ص۲۱۶، بحارالانوار: ج۵۴، ص۶۲، ح۳۲)

حدوثِ عالم پر کیا دلیل ہے؟

روایت ہے کہ ایک دن ابوشاکر دیصانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوا، اور اُس نے امام علیہ السلام سے کہا: بے شک آپؑ درخشاں ستاروں میں سے

ایک ہیں، آپؑ کے آباء و اجداد چمکتے ہوئے چاند اور آپؑ کی مائیں باکمال مخدرات تھیں۔ آپ کا عنصر گرامی ترین عناصر میں سے ہے اور جس وقت علما کا ذکر ہو آپؑ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر! ہمیں بتائیں کہ حدوثِ عالم پر کیا دلیل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قریب ترین دلائل یہی ہیں، جو آپؑ کے لیے بیان کروں گا۔ امام علیہ السلام نے اس کے بعد انڈا طلب کیا، اسے اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا اور فرمایا: یہ ہر طرف سے بند ہے کہ اس کے اندر سفید رنگ کا ایک باریک سا پردہ ہے (یعنی ایسا پردہ کہ جو انڈے کے چھلکے اور زردی و سفیدی کے درمیان ہوتا ہے) کہ جس نے سیال چاندی اور پگھلے ہوئے سونے کی مانند کسی چیز کو اپنے اندر لپیٹا ہوا ہے کیا تمھیں اس بارے میں کوئی شک ہے؟

ابوشاکر نے کہا: مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک عرصے کے بعد یہ ٹوٹے گا اور اس کے اندر سے مور کی مانند شکل وشمائل کا ایک موجود باہر آئے گا۔ کیا جس چیز کو تم جانتے ہو اس کے علاوہ کوئی اور چیز میں داخل ہوئی ہے؟

ابوشاکر نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہے حدوث عالم پر دلیل۔

ابوشاکر نے کہا: اے ابوعبداللہؑ! آپؑ نے بہت اچھی دلیل قائم کی ہے اور بیان فرمائی ہے اور کتنی مختصر اور مفید بیان فرمائی ہے۔ لیکن آپؑ جانتے ہیں کہ ہم صرف اسی چیز کو قبول کرتے ہیں جسے آنکھ سے دیکھیں، اپنے کانوں سے سنیں یا اُسے اپنی زبان سے چکھیں، یا اپنی ناک سے سونگھیں یا اُسے اپنے بدن سے لمس کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے حواس پنجگانہ کا نام لیا ہے درحالانکہ وہ عقلی دلیل

کے بغیر مطالب اور حقائق کو استنباط کرنے میں مفید نہیں ہیں، جیسا کہ ظلمت اور تاریکی کو چراغ کے بغیر پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔

امام علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ حواس عقل کی مدد کے بغیر غائب اور مخفی مسائل کی شناخت میں انسان کی راہ نمائی نہیں کرتے اور جو صورتوں اور تصویروں کے حدوث سے معقول طور پر دیکھا جاتا ہے، وہ شناخت محسوس کی بنیاد پر ہے۔ (بحارالانوار: ج ۱۰، ص ۲۱، ح ۱۲)

خالق کے بارے میں کچھ سوال و جواب

ہشام بن حکم کہتے ہیں: مصر میں ایک زندیق رہتا ہے، اس تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی گفتگو پہنچی، وہ مدینہ میں آیا تا کہ آں حضرتؑ سے مباحثہ کرے۔ اس کی وہاں پر حضرتؑ سے ملاقات نہ ہوئی۔ اُسے بتایا گیا کہ وہ مکہ تشریف لے گئے ہیں۔ وہ وہاں پر آیا ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ طواف میں مشغول تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا۔ اس کا نام "عبدالملک" اور کنیت "ابوعبداللہ" تھی۔ اُس نے دورانِ طواف اپنا کاندھا امام جعفر صادق علیہ السلام کے کاندھے سے ٹکرایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُس سے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا: عبدالملک۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھاری کنیت کیا ہے؟

اُس نے کہا: میری کنیت ابوعبداللہ (بندۂ خدا کا باپ)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس بادشاہ کا تو بندہ ہے، وہ زمینی بادشاہوں میں سے ہے یا آسمانی؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ تمھارا بیٹا آسمانی بادشاہ کا بندہ ہے یا زمینی بادشاہ کا؟ جو بھی جواب دو گے محکوم ہو جاؤ گے۔ وہ خاموش ہو گیا۔

ہشام کہتا ہے: میں نے زندیق سے کہا: کیوں جواب نہیں دے رہے ہو؟

میری گفتگو اس پر ناگواری گزری۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں طواف سے فارغ ہو چکا ہوں، تم میرے پاس آؤ۔ زندیق طواف ختم ہونے کے بعد امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آں حضرتؑ کے سامنے بیٹھ گیا اور ہم بھی دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔

امام علیہ السلام نے زندیق سے فرمایا: کیا اس کو قبول کرتے ہو کہ زمین زیر و زبر ہو جاتی ہے؟

اُس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھیں کیا معلوم ہے کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟

اُس نے کہا: نہیں جانتا ہوں لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ زیرِ زمین کچھ بھی نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: گمان اس چیز کی نسبت عاجزی و انکساری ہے کہ جس کی نسبت تم یقین حاصل کر سکتے ہو۔

آپؑ نے مزید فرمایا: کیا تم آسمان پر گئے ہو؟

اُس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے؟

اُس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تم پر حیرت ہے کہ تم نہ مشرق پہنچے ہو اور نہ مغرب، نہ زمین میں غرق ہوئے اور نہ آسمان کی طرف پرواز کی ہے اور نہ اس سے آگے بڑھے ہو کہ تمھیں معلوم ہو آسمانوں کے پیچھے کیا ہے۔ اس کے باوجود کہ جو کچھ ان میں (ایسا نظم و تدبیر کہ جو کسی حکیم صانع پر دلالت کرتا ہے) ہے، ان کے منکر ہو گئے ہو، عقل مند اگر کسی چیز کو نہ سمجھے تو اس کا انکار کر دیتا ہے؟

زندیق نے کہا: آج تک آپؑ کے علاوہ کسی نے بھی میرے ساتھ ایسی گفتگو نہیں کی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس بنا پر تم اس موضوع میں شک کرتے ہو کہ شاید وہ ہو اور شاید نہ ہو۔

اُس نے کہا: شاید ایسا ہی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جاہل، عالم پر برہان قائم نہیں کرسکتا اور نادان کے پاس کوئی حجت اور دلیل نہیں ہوتی۔

اے اہلِ مصر بھائی! مجھ سے سنو اور اسے سمجھو۔ ہم ہرگز خدا کے بارے میں شک نہیں کرتے ہیں۔ کیا تم سورج، چاند اور شب و روز کو نہیں دیکھتے ہو کہ اُفق پر آتے ہیں اور اشتباہ نہیں کرتے اور پلٹ جاتے ہیں؟ وہ مجبور اور ناچار ہیں، ان کے پاس اپنے راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر وہ برگشت کے بغیر جانے کی قدرت رکھتے ہیں تو پس وہ کیوں لوٹتے ہیں؟ اگر وہ مجبور اور ناچار نہیں ہیں تو پھر کیوں رات دن اور دن رات نہیں ہوجاتی؟

اے اہلِ مصر بھائی! خدا کی قسم! وہ ہمیشہ کے لیے (اسی حالت کو جاری رکھنے پر) مجبور ہیں جس نے انھیں اس حالت پر مجبور کیا ہے وہ ان سے محکم تر اور بزرگ تر ہے۔

زندیق نے کہا: آپؑ نے سچ کہا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مصری بھائی! جس کے تم معتقد ہو اور گمان کرتے ہو کہ "دھر" ہے، اگر دھر لوگوں کو لے جاتا ہے تو پھر کیوں انھیں پلٹاتا ہے اور اگر پلٹاتا ہے تو پھر کیوں نہیں لے جاتا؟

اے مصری بھائی! سب مجبور ہیں، کیوں آسمان بلند اور زمین بچھی ہوئی ہے؟ کیوں آسمان، زمین پر گر نہیں جاتا؟ کیوں اُوپر والی زمین اپنے طبقوں کو نگل نہیں

جاتی؟ کیوں ایسی حالت پیش نہیں آتی ہے کہ نہ آسمان و زمین اپنی جگہ پر باقی رہیں اور نہ ہی کوئی چیز ان پر مستقر ہو؟

زندیق نے کہا: ان کا پروردگار مسرور ہے کہ جس نے انھیں روکا ہوا ہے۔ یہی وہ مقام تھا کہ جہاں پر زندیق نے امام علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا۔

حمران جو وہاں پر موجود تھا، اُس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، اگر زندیق آپؑ کے ہاتھ پر مومن ہوئے ہیں تو کفار آپؑ کے پدرِ بزرگوار کے ہاتھ پر ایمان لائے ہیں (یعنی آپ اسی مبارک شجر کی شاخ اور اسی نفس کے مالک ہو)۔ اس کے بعد نئے ہونے والے مسلمان نے عرض کیا: مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا: اے ہشام! اسے اپنے ساتھ رکھو اور تعلیم دو۔ ہشام (جو اہلِ شام و مصر کے لیے معلمِ ایمان تھا) نے اُسے تعلیم دی اور اُسے اچھی طرح سے الٰہی معارف سکھائے یہاں تک کہ وہ یوں پاکیزہ عقیدہ کا مالک ہو گیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اُس پر راضی ہو گئے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۹۱، ح ۱)

دو آیتوں کی تفسیر کے متعلق سوال

ابنِ مسکان، مالک جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے اس فرمان: اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـئًا (سورہ مریم: ۶۷، "کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا ہے کہ پہلے ہم نے ہی اُسے پیدا کیا درحالاں کہ وہ کچھ نہیں تھا") کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: یعنی نہ وہ تقدیرِ ازلی میں تھا اور نہ ایجاد شدہ تھا۔

میں نے امام علیہ السلام سے خداوند کے ایک اور فرمان: هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ

حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (سورۂ دھر: آیت ا، یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت بھی تھا کہ جب وہ کوئی قابلِ ذکر شے نہیں تھا) کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا: تقدیر خدا میں تھا لیکن مذکور نہیں تھا (اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا)۔

مرحوم مجلسیؒ اس حدیث کے بیان میں فرماتے ہیں: اس حدیث کا ظاہر نوع بشر کے حدوث پر دلیل ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص ۱۴۷؛ بحارالانوار: ج ۵۴، ص ۶۳، ح ۳۳)

خالق جہاں کا متعدد ہونا کیوں ممکن نہیں ہے؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں: زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو سوالات کیے ان میں ایک یہ بھی تھا: کیوں ممکن نہیں ہے کہ خالقِ جہان ایک سے زیادہ ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم کہتے ہو تو یہ کلام کئی صورتوں سے خالی نہیں ہے، یا یہ کہ دونوں قدیم و قوی ہیں یا دونوں ضعیف، یا یہ کہ ایک قوی اور قدرت مند اور دوسرا ضعیف و ناتوان۔ پس اگر دونوں قدرت مند و قوی ہوں تو پھر وہ کیوں ایک دوسرے کو گوشے میں نہیں لگائیں گے، تاکہ ربوبیت و تدبیر کی زمام اپنے ساتھ مخصوص کریں؟ اور اگر تم یہ کہو گے کہ ایک قوی اور دوسرا کمزور ہے تو اس صورت میں ثابت ہو جائے گا کہ خالق ایک ہی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ اس ناتوانی کی وجہ سے کہ جو دوسرے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر تم کہو کہ وہ دو ہیں، اس صورت میں یا تو ہر جہت سے باہم متفق ہیں یا مختلف۔ چونکہ ہم نے کائنات کو منظم، ہم آہنگ، آسمان کو شب و روز کی آمد و رفت اور آفتاب و ماہ تاب کو منظم پایا ہے، یہ ہم آہنگی، مدیریت اور تدبیر کی استواری اور درستگی اس پر دلیل ہے کہ مدبرِ جہان ایک ہی ہے۔ (بحارالانوار: ج۳، ص ۲۳۰، ح ۲۲)

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے اس بیان کو دو صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے: ایک یہ کہ دونوں ضعیف و کمزور ہوں اور دوسری یہ کہ دونوں ہر اعتبار سے متفق اور ہم آہنگ عمل کریں، کیوں کہ پہلی صورت میں ممکن نہیں ہے کہ خالق کائنات ہوں اور دوسری صورت میں دوسرے خالق کا وجود لغو بلکہ ایسا فرض ہی بالکل محال ہے، کیوں کہ مطلق متعدد نہیں ہوتا۔

خدا کو کیسے پہچانیں؟

کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میری راہ نمائی فرمائیں کہ میں خدا کو کیسے پہچانوں؟ کیوں کہ اہلِ جدال نے مجھے حیران و متحیر کر دیا ہے اور وہ اس بارے میں کوئی واضح دلیل اور تفسیر پیش نہیں کر سکے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے بندۂ خدا! کیا تم آج تک کشتی پر سوار ہوئے ہو؟

اُس نے کہا: جی ہاں! کیا کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ وہ کشتی ٹوٹ گئی ہو اور تمھارے نزدیک کوئی اور کشتی نہ ہو جو تمھیں نجات دے اور تو تیرنا بھی نہ جانتا ہو کہ جو تمھاری مدد کرے؟ اُس نے کہا: ہاں (ایسا ہوا ہے)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اس صورت میں تمھارا دل اس طرف متوجہ ہوا ہے کہ وہاں پر کوئی چیز ہے جو تمھیں ہلاک ہونے سے نجات دے؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ چیز کہ جس کی طرف تیرا دل متوجہ ہوا ہے وہی توانا اور قدرتِ مند خدا ہے جو اس وقت مدد کرتا ہے جب کوئی چیز مدد نہیں کر سکتی اور جس وقت کوئی بھی تیری فریاد کا جواب نہیں دیتا، وہ تمھیں نجات دیتا ہے (تمھارا دل اور فطرت اس حقیقت کو درک کرتی ہے)۔ (تفسیر الامام العسکری: ص ۲۲، ح ۶؛ بحارالانوار:

ج۸۹،ص۲۴۰،ح۴۸)

اللہ کا کیا معنی ہے؟

حسن بن سرزاو کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپؑ سے "اللہ" کے معنی کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا وہ ہے جو خرد کلاں اور چھوٹے بڑے پر قابض اور مسلط ہو۔ (تفسیر عیاشی: ج۱،ص۲۱؛ بحارالانوار: ج۸۹،ص۲۳۸،ح۳۷)

خدا کی وحدانیت پر کیا دلیل ہے؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس پر کیا دلیل ہے کہ خدا ایک ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: جہان آفرینش کی تدبیر میں اتصال و انسجام اور (ہر چیز کی) خلقت کا کامل ہونا۔ جیسا کہ خداوند کا ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (سورۂ انبیاء: آیہ ۲۲)

"اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو (دنیا کا نظام درہم برہم) دونوں برباد ہو جاتے"۔ (بحارالانوار: ج۳، ص۲۲۹،ح۱۹)

جس فطرت پر انسان پیدا ہوا ہے، وہ کیا ہے؟

زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے فرمان: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: آیت ۳۰، اللہ کی فطرت ہے کہ جس پر اس نے انسانوں کو خلق کیا ہے) میں کلمۂ فطرت کا معنی پوچھا۔

امامؑ نے فرمایا: تمام مخلوق کو توحید اور یکتا ہونے کے اعتقاد پر خلق کیا گیا ہے۔
حدیث سے مراد یہ ہے کہ توحید کی طرف رجحان اور خدا کے یکتا ہونے کا اعتقاد ہر انسان کے وجود میں رکھا گیا ہے۔ (بحارالانوار: ج ۳ ص ۲۷۸، ح ۸)

علاء بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول: ''ایسی فطرت کہ جس پر انسانوں کو خلق کیا ہے'' کے بارے میں سوال کیا۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے توحید پر خلق کیا گیا ہے۔ (کتاب التوحید: ص ۳۲۱؛ بحارالانوار: ج ۶۴، ص ۱۳۲، ح ۳)

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (اللہ کی فطرت ہے کہ جس پر اُس نے انسانوں کو خلق کیا ہے) کے بارے میں سوال کیا کہ وہ فطرت کیا ہے؟
امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اسلام ہے کہ جس پر خدا نے انسانوں کو خلق کیا ہے، اس وقت کہ جب ان سے اپنی توحید پر عہد و پیمان لیا تھا۔ (اُصولِ کافی ۲، ص ۱۲؛ بحارالانوار: ج ۶۴، ص ۱۳۵، ح ۶)

کیا خداوند عالم دنیا کو مرغی کے انڈے میں سمو سکتا ہے؟

عبداللہ دیصانی نے ہشام سے پوچھا: تمھارا پروردگار ہے؟ اُس نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: وہ توانا و قادر ہے؟ اُس نے جواب دیا: ہاں، قادر بھی ہے اور قاہر بھی ہے۔ اُس نے کہا: کیا وہ دنیا کو مرغی کے انڈے میں سما سکتا ہے کہ نہ مرغی کا انڈا بڑا ہو اور نہ دنیا چھوٹی ہو؟
ہشام نے کہا: کچھ مہلت دو۔
دیصانی نے کہا: میں تمھیں ایک سال کا وقت دیتا ہوں اور وہ باہر نکل گیا۔

ہشام (گھوڑے) پر سوار ہوا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور اجازت طلب کی۔ امام علیہ السلام نے اسے اجازت دی۔

ہشام نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! عبداللہ دیصانی نے مجھ سے ایک سوال کیا ہے کہ اس کے جواب کی اُمید صرف خدا اور آپؑ سے ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس نے کیا سوال کیا ہے؟

ہشام نے عرض کیا: اس نے ایسے ایسے سوال کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! آپ کے کتنے حواس ہیں؟

اُس نے کہا: پانچ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سب سے چھوٹی حس کون سی ہے؟

اُس نے کہا: باصرہ (آنکھ)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: دیکھنے والی چیز کس قدر ہے؟

اُس نے کہا: مسور کی دال کے دانے کے برابر یا اس سے چھوٹی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! اپنے سامنے اور اُوپر نگاہ کرو اور مجھے بتاؤ کہ کیا دیکھ رہے ہو؟

اُس نے کہا: آسمان، زمین، گھر، محلات، بیابان، پہاڑ اور دریا وغیرہ دیکھ رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو ان سب کو (کہ جو تم دیکھ رہے ہو) مسور کی دال کے دانے کے برابر یا اس سے چھوٹی چیز میں جگہ دے سکتا ہے، وہ دنیا کو مرغی کے انڈے میں سما سکتا ہے بغیر اس کے کہ نہ انڈا بڑا ہو اور نہ دنیا چھوٹی ہو۔

ہشام امام علیہ السلام کے پاؤں میں گر گیا۔ اُس نے امام علیہ السلام پاؤں، ہاتھوں اور سر کو بوسہ دیا اور کہا:

اے فرزند رسولؐ! میرے لیے یہی کافی ہے اور وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا۔ اگلے دن صبح کے وقت دیصانی، ہشام کے پاس آیا اور کہا: اے ہشام! میں صرف سلام کرنے کی غرض سے آیا ہوں، جواب لینے نہیں آیا ہوں۔ ہشام نے اس سے کہا: اگر تم جواب کا مطالبہ کرنے آئے ہو تو تمھارے سوال کا جواب یہ ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱ ص ۱۰۲، ح ۴)

مجھے میرے معبود کی طرف راہ نمائی فرمائیں

(اس واقعہ کے بعد) دیصانی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا، اجازت مانگی۔ حضرتؑ نے اسے اجازت دی۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اُس نے کہا: اے جعفر بن محمدؑ! مجھے میرے معبود کی طرف راہ نمائی فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تمھارا نام کیا ہے؟ دیصانی اپنا نام بتائے بغیر باہر نکل گیا۔ اس کے رفقا نے اس سے کہا: تم نے کیوں امام کو اپنا نام نہیں بتایا ہے؟ اس نے جواب دیا: اگر میں کہتا کہ میرا نام عبداللہ (بندۂ خدا) ہے تو وہ فرماتے: تم جس کے بندے ہو، وہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: دوبارہ جاؤ اور کہو: نام پوچھے بغیر مجھے تمھارے خدا کی طرف راہ نمائی کریں۔ وہ واپس گیا اور کہا: مجھے میرے معبود کی طرف راہ نمائی کریں، لیکن میرا نام نہ پوچھیں۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ، وہاں پر امام علیہ السلام کا ایک بچہ کسی پرندے کے انڈے سے کھیل رہا تھا۔ حضرتؑ نے اس بچے سے فرمایا: یہ انڈا مجھے دو، اس نے وہ انڈا آپؑ کو دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے دیصانی! یہ انڈا ایک پوشیدہ قلعہ ہے کہ جس کا چھلکا موٹا ہے اور اس موٹے چھلکے کے نیچے ایک باریک سا چھلکا ہے، اس نازک چھلکے کے

نیچے سیال سونا اور پگھلی ہوئی چاندی ہے کہ نہ تو وہ سیال سونا اس پگھلی ہوئی چاندی میں ملتا ہے اور نہ ہی پگھلی ہوئی چاندی اس سیال سونے میں ملتی ہے اور وہ اسی حالت پر باقی ہے۔ اس سے نہ تو کوئی مصلح اور درست کرنے والا نکلا ہے کہ جو کہے، میں نے اسے درست کیا ہے اور نہ ہی کوئی مفسد اور خراب کرنے والا اس میں داخل ہوا کہ جو کہے، میں نے اسے خراب کیا ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ وہ نر پیدا ہونے کے لیے بنایا گیا ہے یا مادہ کے لیے۔ وہ اچانک ٹوٹے گا اور اس سے رنگارنگ مور کی مانند باہر نکلے گا۔ کیا تم اس کے لیے کسی مدبر کو جانتے اور دیکھتے ہو؟

دیصانی نے کچھ مدت کے لیے اپنا سر نیچے جھکائے رکھا اور پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک اور نظیر نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں اور آپؑ امام اور لوگوں پر خدا کی حجت ہیں، میں اپنی گذشتہ حالت پر توبہ کرتا ہوں۔ (اُصولِ کافی: ج۱،ص۷۹)

وجودِ خدا پر کیا دلیل ہے؟

ہشام کہتا ہے: زندیق کے سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا: وجودِ خدا پر کیا دلیل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بنائی ہوئی چیزوں کا وجود اس پر دلالت کرتا ہے کہ انھیں کس طرح بنانے والے نے بنایا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ محکم اور بلند عمارت کو دیکھتے ہو تو یقین کر لیتے ہو کہ کوئی اسے بنانے والا ہے، اگرچہ تم نے معمار کو نہ بھی دیکھا ہو؟

زندیق نے کہا: خدا کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: (خدا) ایسی چیز ہے جو اشیاء کے برخلاف ہے (دوسرے لفظوں میں یہ ہے) ایک معنی کو ثابت کرتا ہے اور یہ کہ وہ ایسی شے ہے۔ شے ہونے کی

حقیقت سے سوائے اس کے کہ وہ جسم اور شکل نہیں ہے، وہ دیکھا نہیں جاسکتا، اسے مَس نہیں کیا جاسکتا اور وہ حواس پنجگانہ میں سے کسی سے بھی درک نہیں ہوتا، خیالات اسے نہیں پاسکتے، گذشت زمان اس میں کمی نہیں کرتا اور نہ اسے دگرگوں کرتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۰۵، ح ۶)

خدا کس طرح سے سنتا اور دیکھتا ہے؟

مذکورہ سوال کے بعد زندیق نے پوچھا: آپؑ کہتے ہیں کہ خدا سنتا اور دیکھتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! وہ سنتا اور دیکھتا بھی ہے۔ وہ بغیر عضو (کان) کے سنتا اور بغیر عضو (آنکھ) کے دیکھتا ہے، بلکہ بنفسِ نفیس دیکھتا اور سنتا ہے۔ یہ جو ہم کہتے ہیں: وہ سنتا ہے اور یہ نفس نفیس سنتا ہے، دیکھتا ہے اور بنفسِ خود سنتا ہے، اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ ایک چیز ہے اور نفس کوئی دوسری چیز ہے، بلکہ میں چاہتا ہوں جو کچھ دل میں ہے اسے لفظ کی صورت میں لاؤں۔ چونکہ تم نے پوچھا ہے، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تمہیں سوال کرنے والے کو سمجھاؤں (لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے الفاظ میں اپنے مطلب کو ادا کروں کہ تم جن سے مانوس ہو)۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کہتا ہوں وہ اپنی تمام ذات سے سنتا ہے اور تمام کا معنی یہ نہیں ہے کہ اس کا کوئی بعض ہو، بلکہ میں نے چاہا ہے کہ تمہیں سمجھاؤں اور اپنے مقصود کو لفظ کی صورت میں بیان کروں، میری گفتگو کی برگشت یہ ہے کہ وہ سننے والا، دیکھنے والا، دانا اور آگاہ ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات اور صفت اختلافِ کثرت پیدا کرے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۵۱)

سائل نے پوچھا: خدا کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ رب (پروردگار) ہے، وہ معبود ہے، وہ اللہ ہے، یہ جو ہم کہتے ہیں: "اللہ" ہے اس سے میرا مقصود الف، لام، ھاء، راء اور باء نہیں ہے بلکہ اس کی

برگشت ایسے معنی اور چیز کی طرف ہے کہ جو تمام چیزوں کا خالق اور انھیں بنانے والا ہے۔ ان حروف کا مصداق وہی معنی ہے کہ جسے اللہ، رحمٰن، رحیم، عزیز اور اس کے دوسرے اسماء کا نام دیا جاتا ہے اور وہی ہے بزرگ و بلند معبود۔ (أصولِ کافی: ج ۱، ص ۸۴)

کیا اس کے موہوم ہونے کا لازمہ اس کا مخلوق ہونا نہیں ہے؟

سائل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جو چیز موہوم ہے، وہ مخلوق بھی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس طرح سے تم کہہ رہے ہو، اگر اس طرح سے ہو تو خدا شناسی ہم سے ساقط ہو جائے گی، کیونکہ ہم صرف اسی کو شناخت کرنے پر مکلف ہیں جو ہمارے ذہن میں گزرتی ہے، بلکہ ہم کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز کہ جس کی حقیقت حواس میں آجائے اور درک ہو اور حواس میں محدود و ممثل ہو جائے وہ مخلوق ہے (اور چوں کہ حقیقتِ خدا حواس (پنج گانہ) میں نہیں آتی اور ان میں محدود و ممثل نہیں ہوتی، لہٰذا وہ مخلوق نہیں ہے، بلکہ وہ خالق ہے) اور ضروری ہے کہ خالقِ اشیاء دو ناپسندیدہ جہتوں سے برکنار ہو۔ ایک نفی کی جہت ہے (یعنی خدا کے نہ ہونے اور اس کے انکار کی نفی)۔ ①

اور دوسری جہت تشبیہ ہے، کیوں کہ تشبیہ (کسی چیز کی مانند ہونا) صفتِ مخلوق ہے کہ اس کے اجزا باہم آشکار وابستگی اور ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ اس بنا پر اثباتِ صانع اور مصنوع و مخلوق ہونے کی جہت سے اس کا اعتراف کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور اس کا اعتراف کرنے پر ان کی ناچاری کہ وہ مصنوع ہیں اور ان کا صانع ان کا غیر

---

① (جو حصہ بریکٹ میں ذکر کیا ہے وہ صدوقؒ کی کتاب التوحید اور مرحوم طبرسیؒ کی کتاب احتجاج سے ہے اور مرحوم کلینیؒ یا کاتب کے قلم سے چھوٹ گیا ہے۔)

ہے اور ان کی مانند نہیں ہے، کیوں کہ جو چیز بھی ان کی مانند ہوگی وہ ان کے مشابہ ہوگی، ظاہری پیچیدگی اور بے گیر ہم آہنگی میں، نہ ہونے کے بعد ہونے میں، چھوٹے پن سے بڑے پن، سیاہی سے سفیدی، قدرت مندی سے ناتوانی کی طرف منتقل ہونے میں اور دوسرے معلوم و موجودہ حالات کہ ان کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ وہ عیاں اور موجود ہیں۔ (سابقہ حوالہ)

کیا اس کا اثبات اُسے محدود کرنے کے معنی میں ہے؟

سائل نے کہا چونکہ آپؑ نے وجودِ خدا کو ثابت کیا ہے لہٰذا محدود کیا ہے؟ (اور پہلے فرمایا ہے کہ خدا محدود نہیں ہے)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اسے محدود نہیں کیا بلکہ اسے ثابت کیا ہے، کیوں کہ نفی اور اثبات کے درمیان کوئی فاصلہ اور منزل نہیں ہے۔ (یعنی میرے استدلات کا نتیجہ یہی ہے کہ ایک صانع موجود ہے، ان کے مقابلے میں کہ جو کہتے ہیں، موجود نہیں ہے اور میرا استدلال کسی طرح سے اسے محدود کرنے پر دلالت نہیں کرتا ہے)۔

کیا خدا کی اِنیت و ماہیت ہے؟

امام علیہ السلام سے سائل نے پوچھا: کیا خدا اِنیت و ماہیت (یعنی مَابِهِ الشَّيْ هُوَ هُوَ) ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (ہے)، انیت و ماہیت کے علاوہ کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی ہے۔

کیا خدا کی کوئی کیفیت ہے؟

امام علیہ السلام سے سائل نے پوچھا: خدا کی کیفیت (کس طرح سے ہوتا) ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، کیوں کہ کیفیت صفت کی جہت اور احاطہ ہے (چونکہ جو چیز کسی چیز سے متصف ہو یا کسی چیز نے اس کا احاطہ کیا ہو وہ ایک کیفیت پیدا کر لیتی ہے، جیسے کاغذ نازکی و باریکی سے متصف ہوا، اور سفیدی کا اس پر احاطہ ہے، اس نے ایک خاص کیفیت پیدا کر لی ہے، لیکن چونکہ صفاتِ خدا اس کی عین ذات ہیں اور کسی چیز کے احاطہ میں نہیں ہیں، لہٰذا اس کی کیفیت نہیں ہے)۔ لیکن مجبوراً وہ تعطیل و تشبیہ کی جہت سے خارج ہے (اس کی نفی نہیں کرنی چاہیے اور نہ کسی چیز کو اس کی کرنا چاہیے)۔ کیوں کہ جو اس کی نفی کرے گا وہ اس کا منکر ہوگا اور اس کی ربوبیت کو رد اور باطل کیا ہے۔ جو کوئی اسے کسی دوسری شے سے تشبیہ دے اس نے اس کے لیے صفت مخلوق کو ثابت ہے کہ جو ربوبیت کے لائق اور سزاوار نہیں ہے لیکن ایسی کیفیت کہ جس کا کوئی دوسرا سزاوار نہیں ہے، اس کا شریک نہ ہو، خدا پر احاطہ نہ کرے اور اس کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو، اس کے لیے ثابت اور اعتراف کرنا چاہیے (یعنی گذشتہ معنی میں خداوند کی کوئی کیفیت نہیں ہے، لیکن اگر کیفیت سے مقصود ان صفات سے اس کی توصیف ہو کہ جو اسے تشبیہ اور تعطیل سے خارج کرے، مجبوراً اس کے لیے ثابت کرنا ضروری ہے)۔

کیا خداوند خود کاموں کو انجام دیتا ہے؟

امام علیہ السلام سے سائل نے پوچھا: کیا کام کرنے کی تکلیف وہ خود اٹھاتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس سے کہیں بالاتر و برتر ہے کہ کاموں کی زحمت وہ خود اٹھائے، کیوں کہ یہ طرزِ عمل مخلوق کی شان ہے کہ اس کے لیے کاموں کو انجام دینا اپنے ذمے لے اور کسی کام کا اقدام کیے بغیر ممکن نہیں ہے، لیکن خدا کا مقام بلند ہے، صرف اس کا ارادہ اور عزم کارساز اور نافذ ہے۔ وہ جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۵۵۴)

اللہ کس سے مشتق ہے؟

ھشام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسمائے خدا اور اُن کے اشتقاق کے بارے میں پوچھا: ''اللہ'' کس سے مشتق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''الہ'' اِلہ مالوھی (یعنی پرستش کرنے والا)۔

اور نام، صاحب نام کا غیر ہے، جو کوئی نام کی صاحب نام کے بغیر پرستش کرے وہ کافر ہے اور اس نے کسی کی پرستش نہیں کی، جو کوئی نام اور صاحب نام دونوں کی پرستش کرتا ہے، وہ کافر ہے اور اُس نے دو چیزوں کی پرستش کی ہے، اور جو کوئی صاحب نام کی نام کے بغیر پرستش کرتا ہے یہ توحید پرستی ہے۔

اے ھشام! کچھ سمجھ میں آیا ہے؟ اُس نے عرض کیا: مزید وضاحت فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند کے ننانوے اسماء ہیں۔ اگر ہر نام وہی صاحب نام ہو، اس صورت میں ہر نام کے لیے کسی معبود کا ہونا ضروری ہے لیکن خدا خود ایک ایسا معنی ہے کہ جس پر تمام اسما دلالت کرتے ہیں اور یہ تمام کے تمام اس کا غیر ہیں۔

اے ھشام! کلمہ ''نان'' ایک کھانے والی چیز کا نام ہے۔ کلمہ ''پانی'' پینے والی چیز کا نام ہے۔ کلمہ ''لباس'' پہننے والی چیز کا نام ہے اور کلمہ ''آگ'' جلانے والی چیز کا نام ہے۔

اے ھشام! کیا تم نے اس طرح سے سمجھ لیا ہے کہ دفاع کرسکو اور ہمارے دشمنوں اور ان لوگوں سے مبارزت کرسکو جو خداوند کے ساتھ کسی دوسری چیز کی پرستش کرتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ھشام! تیرا خدا تجھے کامیاب اور فائدہ پہنچائے۔

ھشام کہتے ہیں: میں جس وقت سے اس مجلس سے باہر آیا ہوں، آج تک کوئی

بھی توحیدی مباحث میں میرے اُوپر غالب نہیں آسکا۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۷۱۱، ح۲)

خداشناسی کی صحیح روش

ابنِ عتیک کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا اور عبدالملک بن اعین کے ہاتھ بھیجا: (میں نے اس میں لکھا) کہ اہلِ عراق خدا کو شکل وصورت اور نقش ونگار سے متصف کرتے ہیں۔ میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں۔ اگر مناسب سمجھیں تو میرے لیے خداشناسی کی درست روش مرقوم فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے مجھے یوں فرمایا: خدا آپ پر رحمت کرے۔

آپؑ نے خداشناسی اور اپنے معاصر لوگوں کے عقیدہ کے بارے میں سوال کیا ہے، خدا برتر ہے، ایسا خدا کہ جس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔ اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے، وہ اس سے برتر ہے کہ جس سے اُس کی توصیف کرتے ہیں، جو توصیف کرنے والے اسے اس کی مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس پر تہمت لگاتے ہیں۔

جان لو، تمھارا خدا تمھارے اُوپر رحم کرے، خداشناسی کی درست روش وہ ہے کہ جسے خدا کی صفات کے بارے میں قرآن نے بیان کیا ہے۔ باطل اور تشبیہ کو قرآن سے دُور رکھو، نہ نفی ہے اور نہ تشبیہ (یعنی نہ تو اس سے صفات کی نفی ہے اور نہ مخلوق کے ساتھ اُس کی تشبیہ)۔ وہ ثابت وموجود خدا ہے، وصف بیان کرنے والے جو کچھ کہتے ہیں خدا اُس سے برتر ہے۔ قرآن سے آگے مت بڑھو، وضاحت اور بیانِ حق کے بعد گمراہ ہوجاؤ گے"۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۳۵، ح۱)

خداوند کیسے اَزل سے سننے والا اور دیکھنے والا ہے؟

ابان بن عثمان احمد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت

میں عرض کیا: مجھے بتائیں کہ کیا خداوند ازل سے بصیر، سمیع اور قادر و توانا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا: ایک شخص ہے کہ جو آپ کی ولایت واطاعت کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ازل سے کان کے ذریعے سنتا، آنکھ کے ذریعے دیکھتا، دانائی کے ذریعے دانا اور قدرت کے ذریعے قدرت مند ہے۔

(راوی کہتا ہے:) امام علیہ السلام غضب ناک ہوئے اور فرمایا:

جو کوئی بھی ایسی باتیں کرے اور ان پر عقیدہ رکھتا ہو وہ مشرک ہے اور اس نے ہماری ولایت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا ہے۔ خداوند تبارک وتعالیٰ ایسی ذات ہے جو ذاتی طور پر دانا، سمیع، بصیر اور قادر ہے۔ یعنی کوئی بھی چیز خدا کی ذات اور صفات کے درمیان واسطہ نہیں ہے۔ (امالی صدوقؒ: ص ۶۱، ح ۶)

خدا کے فرمان (وہ اسرار حتیٰ کہ اس سے بھی مخفی تر کو جانتا ہے) کا کیا معنی ہے؟

محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (وہ اسرار حتیٰ کہ اس سے مخفی تر کو بھی جانتا ہے) کے بارے میں سوال کیا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سر وہ ہے کہ جسے تم نے اپنے اندر پوشیدہ رکھا اور "سر" سے مخفی تر وہ چیز ہے کہ جو تُو نے سوچی اور پھر اُسے بھول گیا۔ (بحارالانوار: ج ۴، ص ۷۹، ح ۲)

خداوند کے فرمان (وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے) کا کیا معنی ہے؟

عبدالرحمن بن سلمہ حریری کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ (وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے) کا کیا

معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ بعض دفعہ انسان کسی چیز کی طرف یوں دیکھتا ہے کہ گویا اس کی طرف دیکھ نہیں رہا۔ اس کو خیانتِ چشم کہتے ہیں۔
(بحارالانوار: ج ۴، ص ۸۰، ح ۴)

خدا کے فرمان (کوئی پتا نہیں گرتا مگر یہ کہ......) کا کیا معنی ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: وَ مَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَۃٍ اِلَّا یَعۡلَمُہَا ... لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (کوئی پتا بھی گرتا ہے تو اُسے اُس کا علم ہے، زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ یا خشک وتر ایسا نہیں ہے جو کتابِ مبین کے اندر محفوظ نہ ہو) کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ورقہ'' سے مراد وہ بچہ ہے جو سقط ہو جاتا ہے اور ''حبہ'' (دانہ) سے مراد فرزند ہے، ''زمین کی تاریکیوں سے مراد'' ''رِحم'' ہے۔ ''رَطب'' (تر) سے مراد زندہ اور ''یابس'' (خشک) سے مراد مُردہ ہے۔ یہ سب کچھ کتابِ مبین میں ہے۔ شاید کتاب سے مراد خداوند عالم کا علمِ اَزلی یا لوحِ محفوظ ہے۔ (بحارالانوار: ج ۴، ص ۸۰، ح ۶)

کیا خداوند مکان کو پیدا کرنے سے پہلے اسے جانتا ہے؟

ابنِ مسکان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا خداوند مکان کو پیدا کرنے سے پہلے اُسے جانتا ہے یا یہ کہ اُسے پیدا کرتے وقت یا اس کے بعد اُس کا علم ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ذاتِ مقدس خداوند منزہ و متعالی ہے، بلکہ وہ اَزل سے مکان سے آگاہ تھا۔ اس کو پیدا کرنے سے پہلے، اس سے اس کی آگاہی اسے پیدا

کرنے کے بعد جیسی ہے (یعنی جس طرح سے وہ پیدا کرنے کے بعد اس سے آگاہ ہے اسی طرح پیدا کرنے سے پہلے بھی اُسے جانتا ہے)۔ تمام اشیاء کے بارے میں خدا کا علم اسی طرح سے ہے۔ (التوحید: ص ۸۶؛ بحارالانوار: ج ۴، ص ۸۵، ح ۲۰ و ج ۵۴، ص ۴۷، ح ۲۵)

کیا خداوند راضی اور غضب ناک ہوتا ہے؟

۱۔ محمد بن عمار اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: اے فرزند رسولؐ! مجھے بتائیں کہ کیا خداوند راضی اور غضب ناک ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (ایسا ہے) البتہ اس طرح سے نہیں ہے جس طرح سے مخلوق میں ہوتا ہے۔ غضب خداوہی عقوبت (عذاب) خدا ہے اور اس کی رضایت مندی وخوشنودی اس کا ثواب ہے۔ (امالی صدوق: ص ۲۷۸، ح ۶)

۲۔ ہشام بن حکم کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے زندیق کے سوالات میں سے ایک سوال یہ تھا کیا خداوند راضی اور غضب ناک ہوتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، لیکن اس کا خوشنود اور غضب ناک ہونا اس طرح سے نہیں ہے جس طرح سے یہ مخلوق ہوتی ہے، کیوں کہ خوشنودی ایسی حالت ہے کہ جو انسان پر طاری ہوتی ہے اور اسے ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کردیتی ہے، کیوں کہ مخلوق اندر سے خالی خلق ہوئی ہے اور آپس میں ملی جلی ہوئی ہے۔ اس میں ہر چیز داخل ہوسکتی ہے اور خالق میں اشیاء کے داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ یکتا ہے۔ اس کی ذات یکتا ہے، اُس کی صفت یکتا ہے، لہذا اس کی خوشی اس کا اجروثواب اور اس کا غضب اُس کا عذاب ہے، بغیر اس کے کہ کوئی

چیز اس پر اثر انداز ہو، اسے جذبہ دلائے اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرے، کیوں کہ یہ تبدیلیاں محتاج و ناتواں مخلوقات کی صفات ہیں۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۳۹، ح۶)

کیا خداوند اَزل سے مرید ہے؟

عاصم بن حمید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا خداوند اَزل سے مرید (ارادہ کرنے والا) تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مرید نہیں ہوتا مگر یہ کہ اُس کی مراد یقیناً اُس کے ہمراہ ہوتی ہے۔ خداوند اَزل سے دانا و توانا تھا۔ پھر اس نے چاہا اور ارادہ کیا۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۹؛ بحار الانوار: ج۵۴، ص۱۶۳، ح۱۰۱)

خداوند کے فرمان: (زمین روزِ قیامت اس کے قبضہ میں ہے) سے کیا مراد ہے؟

سلیمان بن مہران کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (اور حالاں کہ روزِ قیامت تمام زمین اس کے قبضہ میں ہے) کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی زمین اُس کی ملکیت ہے اور کوئی بھی ساتھ نہیں ہے۔ دوسرے موارد میں خداوند کی جانب سے "قبض" منع اور محدود کرنے کے معنی میں ہے اور اس کی طرف سے "بسط" بخشش اور وسعت دینے کے معنی میں ہے، جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

"خداوند ہے کہ جو بندوں کی روزی کو محدود وسیع کرتا ہے اور

اُس کی طرف پلٹائے جاؤ گے"۔

یعنی خداوند بخشتا اور وسیع کرتا ہے اور منع اور محدود کرتا ہے۔ خداوند عزوجل کی طرف سے "قبض" کا دوسرا استعمال لینے اور قبول کرنے کے معنی میں ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَيَاْخُذُ الصَّدَقَاتِ (وہ صدقات لیتا ہے) یعنی انھیں دینے والوں سے قبول کرتا ہے اور ان پر اجر و ثواب دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا: خدا کے فرمان وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (سارے آسمان اسی کے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے) سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "یمین" یعنی ہاتھ، ہاتھ یعنی قدرت و توانائی۔ خداوند عزوجل فرماتا ہے: "سارے آسمان اُسی کی قدرت و توانائی سے لپیٹے ہوئے ہیں۔ خداوند (مشرکین) کی شرک سے آلودہ گفتگو سے منزہ و متعالی ہے۔ (بحار الانوار: ج ۴، ص ۲، ح ۳)

خداوند کے فرمان اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى سے کیا مراد ہے؟

سائل سوال کرتا ہے: آیت کریمہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى میں "کلمہ استویٰ" کا کیا معنی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند نے اس کے ذریعے سے اپنی توصیف و تعریف کی ہے اور اسی طرح وہ عرش پر بھی مسلط ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے بغیر اُس کا عرش اُسے اُٹھائے ہوئے ہو، اور اس کے بغیر کہ عرش نے اسے اُٹھایا ہوا ہو اور اس کے بغیر کہ عرش اس کا احاطہ کیے ہوئے ہو، لیکن ہم کہتے ہیں: وہ عرش کا حامل روکنے والا اور محافظ ہے۔ ہم وہی چیز کہتے ہیں کہ جو اس نے فرمائی ہے: وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اُس کے عرش نے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے) لہٰذا عرش اور کرسی سے جو کچھ

اس نے ثابت کیا ہے، ہم نے بھی وہی ثابت کیا ہے اور اس معنی کی نفی کی ہے کہ عرش اور کرسی اسے اُٹھائے ہوئے اور لپیٹے ہوئے ہوں، یا یہ کہ خداوند مکان یا مخلوقات میں سے کسی چیز کا محتاج ہو، بلکہ یہ تمام اشیاء اُسی کی مخلوق ہیں اور اُس کی محتاج ہیں۔ (بحارالانوار: ج ۱۰، ص ۱۹۸)

اوّل و آخر کا کیا معنٰی ہے؟

۱- ابنِ ابی یعفور کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول ھُوَ الاوّل والآخر کے بارے میں سوال کیا اور میں نے عرض کیا: میں اوّل کا معنٰی سمجھتا ہوں لیکن "آخر" کی آپ تفسیر کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ نابود یا دگرگون ہوتی ہے۔ اس کی دگرگونی، نابودی یا خارجی عوامل کی بنا پر ہوتی ہے۔ ایک رنگ سے دوسرے رنگ میں تبدیل ہوجاتی ہے یا ایک شکل سے دوسری شکل میں تبدیل ہوجاتی ہے، یا ایک صفت سے دوسری صفت میں، کثرت سے کمی میں اور کمی سے کثرت کی طرف جاتی ہے، سوائے پروردگارِ عالمین کے کہ فقط وہ وہی ہے جو ہمیشہ سے تھا اور ہے، وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور وہ سب سے آخری ہے ہمیشہ کے لیے ہے۔ گوناگوں اسماء و صفات کہ جو اس کے غیر پر آتے ہیں وہ اس پر نہیں آتے ہیں۔ انسان کی مانند وہ کبھی خاک، کبھی گوشت و خون اور کبھی بوسیدہ ہڈی ہوتا ہے، اور کھجور کے گچھے کی طرح کہ وہ کبھی گچھا پھل، کبھی نارس کھجور، کبھی پکی ہوئی تازہ کھجور اور کبھی خشک کھجور کی طرح ہے کہ اس پر مختلف اسماء و صفات آتے ہیں۔ خداوند ذوالجلال اس کے برخلاف ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۵۶، ح ۵)

۲- میمون بان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ ان

سے اوّل و آخر کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا: وہ ایسا اوّل ہے کہ اس سے پہلے کوئی اوّل نہیں تھا، اُس سے پہلے کچھ نہیں تھا (یعنی اس سے پہلے کوئی چیز موجود نہیں تھی) اور وہ ایسا آخری ہے کہ انتہا کے اعتبار سے اُس کی آخرت نہیں ہے، جیسا کہ صفت کی مخلوقات سے سمجھا جاتا ہے (مثلاً کہتے ہیں جمعہ، ہفتے کا آخری دن ہے کہ انتہا کے اعتبار سے ہفتے کی انتہا جمعہ ہے) لیکن وہ قدیم ہے، اوّل و آخر ہے، ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا۔ آغاز و انجام کے ساتھ موجود ہونا اُس پر صادق نہیں آتا۔ وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں دگرگون نہیں ہوتا۔ وہ ہر چیز کا خالق ہے"۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۵۷، ح ۱۰)

"اللہ اکبر" کا کیا معنی ہے؟

ابنِ محبوب کہتے ہیں: کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کہا: اللہ اکبر۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کس سے بڑا اور بزرگ تر ہے؟ اس نے عرض کیا: ہر چیز سے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نے خدا کو محدود کر دیا ہے۔ اس نے عرض کیا: پھر کیا کہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہو، خدا اس سے بزرگ تر ہے کہ جس کی توصیف ہوتی ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۵۹، ح ۱۰)

آسمان کے بارے میں سوال

زندیق نے کہا: اے حکیم! مجھے بتائیں کہ آسمان کی طرف سے کوئی زمین پر نہیں اُترتا اور نہ ہی کوئی بشر زمین سے آسمان کی طرف جاتا ہے اور آسمان کی طرف کوئی راستہ موجود نہیں ہے؟ مگر یہ نہیں ہے کہ اگر ہر دور میں کچھ افراد آسمان کی طرف جائیں یا آسمان سے اُتریں تو یہ مطلب اثباتِ پروردگار کے لیے ایک بہترین دلیل ہوگی۔ وہ

بہتر طور پر شک کو ختم اور یقین کو تقویت بخش سکتا ہے اور انسان اچھی طرح سے جان لیں گے کہ کوئی مدبر و مدیر اور چلانے والا ہے کہ کوئی اس کی طرف اُوپر جاتا ہے اور کوئی اس کے ہاں سے نیچے اُترتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم زمین پر تدبیر کے جو مظاہر مشاہدہ کر رہے ہو یہ آسمان کی طرف سے نازل ہوتے ہیں اور وہاں سے آشکارا ہوتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ آسمان وہاں (آسمان) سے طلوع ہوتا ہے اور وہ دن کی روشنی ہے اور اسی پر دنیا کا دارومدار ہے۔ اگر سورج طلوع نہ کرے تو اہلِ زمین حیران و ششدر ہو جائیں گے۔ چاند آسمان سے طلوع کرتا ہے اور وہ رات کی روشنی ہے، اسی کے وسیلہ سے سالوں، مہینوں اور دنوں کا حساب کتاب ہوتا ہے۔ اگر وہ طلوع نہ کرے تو اہلِ زمین حیران ہو جائیں گے اور اُمور کی تدبیر خراب ہو جائے گی۔ ستارے بھی آسمان پر ہیں کہ جن سے سمندر کی تاریکیوں اور خشکی کا استفادہ ہوتا ہے۔ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے کہ ہر چیز نباتات و حیوانات کی حیات اسی سے وابستہ ہے۔ اگر بارش برسنا بند ہو جائے تو مخلوق زندگی نہیں گزار سکتی۔ اگر ہوا کچھ دنوں کے لیے بند ہو جائے تو تمام چیزیں خراب ہو جائیں گی۔ اسی طرح بادل، آسمانی بجلی، بادل کی گرج کہ یہ تمام چیزیں اس پر دلیل ہیں کہ کوئی مدیر و مدبر موجود ہے کہ جو ان سب کی تدبیر کرتا ہے اور تمام اُمورِ نظم اُس کی جانب سے ہیں۔ بے شک خداوند متعال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی اور اس سے راز و نیاز کیا۔ وہ وہی ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُوپر لے گیا اور ملائکہ اُس کی طرف سے نازل ہوتے ہیں لیکن تمھاری مشکل یہ ہے کہ تم اس پر ایمان نہیں لاتے ہو جسے تمھاری آنکھ نے نہ دیکھا ہو، لیکن تم جو کچھ آنکھ سے دیکھ رہے ہو وہ کافی ہے کہ تم سمجھو اور سوچو اور اعتقاد پیدا کرلو"۔ (بحارالانوار، ۱۰، ص ۱۸۳)

علمِ ستارہ شناسی کے بارے میں اسلام کا نظریہ کیا ہے؟

زندیق نے کہا: علمِ ستارہ شناسی کے بارے میں تمھارا نظریہ کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایک علم ہے کہ اس کے فوائد کم، نقصانات زیادہ ہیں۔ کیوں کہ اس کے وسیلہ سے مقدرات کو دُور نہیں کر سکتے، یا کسی خطرے سے محفوظ رہیں۔ اگر منجم کسی مصیبت یا واقعہ کی خبر دے تو وہ اپنے آپ کو مقدراتِ الٰہی سے نجات نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی خبر دے تو اُس کے حصول میں جلدی نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ اس علم کے وسیلہ سے اسے دُور نہیں کر سکتا۔ منجم اپنے دعویٰ کے ذریعے علمِ خدا کی مخالفت کرتا ہے کیوں کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ قضائے الٰہی کو اُس کے بندوں کے بارے میں تبدیل کر سکتا ہے اور اسے دُور کر سکتا ہے۔ (بحار الانوار: ج۱۰، ص ۱۸۳)

سبحان اللہ کا کیا گیا ہے؟

۱۔ ہشام جوالیقی کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: خداوند کے فرمان "سبحان اللہ" کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی پاکیزگی مراد ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص ۱۹۵، ح ۱۰؛ معانی الاخبار: ص ۹؛ بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۱۷۷، ح ۲)

۲۔ ہشام بن حکم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے "سبحان اللہ" کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو منزہ رکھنا (یعنی منزہ اور ہر قسم کے عیب و نقص سے دُور رکھنا)۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص ۱۹۵، ح ۸)

تسبیح کیا ہے؟

زید شحام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تسبیح کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ خدا کے اسماء میں سے ایک اسم ہے (یعنی صفاتِ خدا میں سے ہے) اور اہلِ بہشت کی دُعا (عقیدہ) ہے۔ (تفسیر عیاشی: ج ۲، ص ۱۲؛ بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۱۸۳، ح ۲۲)

کیا خدا غیب ہے اور کیا وہ ہر جگہ ہے؟

عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں: ابنِ العوجاء نے اپنی بعض بحثوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ نے خدا کا نام لیا اور اُس کے غائب ہونے کا حوالہ دیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم برباد ہو جاؤ، وہ کس طرح سے غائب ہے کہ جو اپنی مخلوق کے نزدیک حاضر ہے اور اس کی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے۔ (پس وہ انسان کا مدبر اور اسے زندگی عطا کرنے والا ہے)۔ ان کی گفتگو سنتا ہے، انھیں دیکھتا ہے، اُن کے رازوں کو جانتا ہے؟

ابنِ ابی العوجاء نے کہا: کیا وہ ہر جگہ پر موجود ہے؟ جب وہ آسمان پر ہے تو پھر زمین پر کیسے ہو سکتا ہے اور جب زمین پر ہے تو آسمان پر کیسے ہو سکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم نے (اپنے اس بیان سے) ایسی مخلوق کی توصیف کی ہے کہ جو ایک جگہ سے جائے تو کوئی اور اس کی جگہ پر آجائے اور وہ جگہ اس سے خالی ہو جائے، جس جگہ پر وہ آیا ہے اُس وقت اُسے اس جگہ کی کوئی خبر نہیں ہے جہاں پر وہ تھا۔ لیکن خداوند عظیم الشان اور جزا عطا کرنے والے سلطان سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے

اور نہ ہی کوئی جگہ اُسے اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے اور (اس کے لیے) کوئی جگہ بھی دوسری جگہ سے نزدیک تر نہیں ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۰۳، ح۳)

خداوند کے فرمان وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ...... سے کیا مراد ہے؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں: ابوشاکر دیصانی نے کہا: قرآن میں ایک آیت ایسی ہے جو ہماری بات کی تائید کرتی ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ اُس نے کہا: وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ (اور وہ، وہ ہے جو آسمان میں معبود اور زمین پر معبود ہے) ہے۔

ہشام کہتے ہیں: میری سمجھ نہیں آیا کہ اس کو کیا جواب دوں؟ لہٰذا میں حج پر گیا اور یہ واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ زندیقِ خبیث کی بات ہے۔ جب تم کوفہ واپس جاؤ تو اس سے کہو: کوفہ میں تمھارا کیا نام ہے؟ وہ کہے گا: فلاں۔ پھر اُس سے کہو: بصرہ میں تمھارا کیا نام ہے؟ وہ کہے گا: فلاں۔ اُس کے بعد اُس سے کہو۔ اسی طرح سے ہمارا پروردگار آسمانوں پر خدا اور معبود ہے اور زمین پر بھی وہ خدا اور معبود ہے۔ وہ سمندروں میں بھی معبود ہے، وہ صحراؤں میں بھی معبود ہے اور وہ ہر جگہ پر خدا اور معبود ہے۔

ہشام کہتے ہیں: میں لوٹ کر آیا اور ابوشاکر کے پاس گیا اور اُس سے کہا: اُس نے کہا: یہ جواب حجاز سے آیا ہے (اس کی مراد یہ ہے کہ یہ کلام اہلِ بیتؑ رسالت سے صادر ہوا ہے اور کسی دوسرے کے ہاں سے ایسا کلام نہیں مل سکتا ہے)۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۲۸، ح۱۰)

خدا کے فرمان وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ کا کیا معنی ہے؟

فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اُس کی کرسی (علم و اقتدار) آسمانوں اور زمین سے وسیع تر ہے) کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے فضیل! سب کچھ کرسی (قدرت) میں ہے۔ سارے آسمان، زمین اور ہر چیز کرسی میں ہے۔ امامؑ سے فرمان میں استعمال ہونے والے لفظ "کرسی" کا معنی پوچھا تو انھوں نے فرمایا: کرسی، یعنی علم۔ (المحاسن والتوحید: ص۲۳۹؛ بحارالانوار: ج۵۵ص۹، ح۶)

فرمانِ خدا كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کی تفسیر کیا ہے؟

۱- ابنِ مغیرہ کہتے ہیں: ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھے کہ ایک شخص نے آپؑ سے خداوند کے فرمان كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (اس کی پاک ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے) کی تفسیر کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: (لوگ) اس آیت کی تفسیر میں کیا بیان کرتے ہیں؟

اُس نے کہا: کہتے ہیں سب چیزیں فنا ہو جائیں گی سوائے اس کے چہرے کے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سب چیزیں فنا ہو جائیں گی سوائے اس جہت کے کہ جس کے ذریعے خدا تک پہنچا جا سکتا ہو اور خدا کی وہ جہت ہم ہیں کہ جس کے ذریعے خداوند تک پہنچا جا سکتا ہے۔ (بحارالانوار: ج۴ص۵، ح۹)

۲- صفوان جمال خداوند عزوجل کے فرمان: "خدا کے چہرے کے علاوہ سب کچھ فنا ہو جائے گا" کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جو کوئی پیغمبر اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو انجام دے کر خدا کی طرف جائے وہ ایسی جہت ہے کہ جو نابود نہیں ہوگی۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورۂ نساء: آیت ۸۰)

"جس نے اطاعت پیغمبرؐ کی اُس نے اطاعت رسولؐ کی"۔

(اُصولِ کافی: ج ا، ص ۱۹۵، ح ۲)

کیا یہ ممکن ہے کہ آج کوئی چیز واقع ہو جو کل خدا کے علم میں نہ تھی؟

منصور بن حازم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے کہ آج کوئی ایسی چیز واقع ہو جائے جو کل تک علمِ خدا میں نہیں تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں (ایسی کوئی چیز نہیں ہے) جو کوئی اس طرح کہتا ہے خداوندا اسے رُسوا کرے۔

میں نے عرض کیا: کیا ایسا ہے کہ جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور تا قیامِ قیامت واقع ہوگا، وہ خدا کے علم میں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اس سے قبل کہ مخلوق کو خلق کرے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

کیا آپ خدا کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں؟

یونس بن ظبیان کہتے ہیں: کوئی شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور کہا: کیا آپؑ خدا کو دیکھ کر اُس کی عبادت کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں اس کی عبادت نہیں کرتا ہوں کہ جسے میں نے دیکھا نہ ہو۔

اُس شخص نے عرض کیا: آپؑ نے اُسے کیسے دیکھا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آنکھیں حسی طور پر اُس کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں لیکن دل حقیقتِ ایمان کے ذریعے اُسے دیکھتے ہیں۔ وہ حواس کے ذریعے دَرک نہیں ہو سکتا،

وہ انسانوں کے ساتھ قابلِ مقائسہ نہیں ہے۔ وہ کسی چیز کے ساتھ تشبیہ کے بغیر معروف اور پہچانا ہوا ہے۔ (بحارالانوار: ج ۴، ص ۳۳، ح ۱۰)

کیا رسولؐ خدا نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟

ہشام کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ معاویہ بن وھب اور عبدالملک بن اَعین آپؑ کے پاس آئے۔ معاویہ بن وھب نے آپؑ سے کہا: اے فرزند رسولؐ! آپؑ اس روایت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں: رسولؐ خدا نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے، کس صورت میں اسے دیکھا ہے؟ اسی طرح وہ روایت جسے اہلِ سنت نے نقل کیا ہے کہ مومنین بہشت میں اپنے پروردگار کو دیکھیں گے، وہ کس صورت میں اُسے دیکھیں گے؟

امامؑ مسکرائے اور فرمایا: اے معاویہ! کتنی بری بات ہے کہ ایک شخص ستر یا اسی سال زندگی گزارے، ملکِ خدا میں رہے اور اُس کی نعمتوں سے مستفید ہو، اس کے باوجود خدا کو اس طرح سے نہ پہچانے جس طرح سے پہچاننے کا حق ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے معاویہ! بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ دیکھنا دو طرح سے ہے: ① دل سے دیکھنا، ② آنکھ سے دیکھنا، لہٰذا اگر دیکھنے سے اُن کی مراد دل کی آنکھ سے دیکھنا ہے تو وہ صحیح کہتے ہیں اور اگر اُن کی مراد آنکھ سے دیکھنا ہے تو اس صورت میں انھوں نے خدا اور اُس کی آیات کا انکار کیا ہے، کیوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی خدا کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دے گا وہ کافر ہے۔ (بحارالانوار: ج ۴، ص ۳۳، ح ۱۱)

جو دیدارِ خدا کا دعویٰ کرے اُس کے لیے کیا حکم ہے؟

ابراہیم کرخی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

عرض کیا: جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے خدا کو خواب میں دیکھا ہے، اُس کے بارے میں آپؑ کا کیا نظریہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ بے دین شخص ہے، خداوند نہ خواب میں، نہ بیداری میں، نہ دُنیا میں اور نہ آخرت میں دیکھا جائے گا۔ (امالی صدوقؒ: ص ۶۱۰، ح ۵)

کیا روزِ قیامت خدا کو دیکھا جائے گا؟

اسماعیل بن فضیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روزِ قیامت خدا کو دیکھنے کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابنِ فضیل! خداوند اس سے منزہ، مبرہ اور متعالی ہے۔ بے شک آنکھیں اس کو درک کرتی ہیں جو رنگ اور کیفیت ہو اور خداوند رنگ اور کیفیت کا خالق ہے۔ (امالی صدوق: ۴۱۰، ح ۳)

کیا خدا کا کوئی شریک یا اُس کی کوئی ضد ہے؟

زندیق نے کہا: مجھے بتائیں کیا خداوند کا اپنے ملک میں کوئی شریک ہے یا تدبیر میں کوئی اس کی ضد اور مخالف ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

زندیق نے کہا: پس دنیا میں موجود فساد کیا ہے؟ یہ درندے، خوف ناک حشرات فی الارض علیل مخلوقات، کیڑے مکوڑے، مچھر، سانپ اور بچھو وغیرہ کیا ہیں۔ درحالانکہ آپؑ کا دعویٰ ہے کہ وہ علت اور حکمت کے بغیر کسی چیز کو خلق نہیں کرتا ہے، کیوں کہ وہ بے ہودہ اور فضول کام انجام نہیں دیتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم یہ نہیں کہتے ہو کہ بچھو دردِ مثانہ، پتھری اور نیند میں پیشاب کرنے والے کے لیے مفید اور نافع ہے؟ کیا تم یہ نہیں کہتے ہو کہ بعض بیماریوں

کی بہترین دوا سانپ کا گوشت ہے اور یہ کہ جب جذام (کوڑھ) میں مبتلا شخص اس کا گوشت رات میں کھائے تو مفید ہے؟ اور تم یہ کہتے ہو کہ زمین کی تہہ سے نکلنے والا سرخ رنگ کا کیڑا کوڑھ کے مرض کے لیے مفید ہے۔

اُس نے کہا: ہاں (ایسا ہی ہے)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: لیکن مچھر وغیرہ ان میں سے بعض اس لیے خلق کیے گئے ہیں تا کہ ایک دن اُڑنے والے ہوں اور اگر کوئی جابر و ظالم خدا کا نافرمان ہو اور اس کی ربوبیت کا منکر ہو تو اس مچھر کے ذریعے اسے ذلیل و خوار کیا جائے، اس وقت خداوند اپنی کمزور ترین مخلوق کو اس پر مسلط کرتا ہے تا کہ اسے اپنی قدرت و عظمت دکھائے، حتیٰ کہ یہ مچھر اس کی ناک کے راستے سے اس کے مغز تک پہنچے اور اسے ہلاک کر دے۔
جان لو! اگر ہم خدا کی مخلوق کے تمام اسرار اور خصوصیات سے مطلع ہو جائیں اور جان لیں کہ اُسے کیوں پیدا کیا گیا اور کس کے لیے خلق کیا گیا ہے تو اس وقت ہم علم و دانش میں حاوی ہو جائیں گے اور جب (اس مرحلہ پر آجائیں) کہ جو کچھ وہ جانتا ہے ہم بھی اُسے جان لیں تو ہم اُس سے بے نیاز ہو جائیں گے اور علم و دانش میں اس کے مساوی ہو جائیں گے۔ (الاحتجاج: ج ۲، ص ۲۲۶، ۲۲۷، ح ۲۲۳؛ بحارالانوار: ج ۱۰، ص ۱۷۳)

ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے اور ہاتھ نہ اُٹھا کر دُعا کرنے میں کیا فرق ہے؟

سائل نے کہا: (اگر خدا کسی خاص جگہ پر نہیں ہے) تو پھر کیا فرق پڑتا ہے کہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا کریں یا نیچے چھوڑ کر؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ مطلب علم، احاطہ اور قدرتِ خدا کے اعتبار سے یکساں ہے، لیکن خداوند نے اپنے بندوں اور اولیاء کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے

ہاتھ آسمان کی طرف بلند کریں، چوں کہ اسے روزی کی کان اور معدن قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ہم اس کو ثابت کریں گے جو قرآن اور روایاتِ پیغمبرؐ نے ثابت کیا ہے، کیوں کر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: اپنے ہاتھوں کو خداوند کی طرف اٹھائیں۔ یہ ایسا مطلب ہے کہ جس پر اُمت کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے۔ (بحارالانوار: ج۱۰، ص۱۹۹)

کیا علم اور مشیت مختلف ہیں؟

بکیر بن امین کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا علمِ خدا اور مشیتِ خدا دو چیزیں ہیں یا ایک؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: علم مشیت نہیں ہے، کیا تم یہ نہیں کہتے ہو۔ اگر خدا نے چاہا تو میں یہ کام کروں گا؟ یہ نہیں کہتے ہو کہ اگر خدا نے چاہا تو میں یہ کام انجام دوں گا، لہٰذا تمھارا یہ کہنا کہ اگر خدا نے چاہا، اس پر دلیل ہے کہ خدا نے نہیں چاہا ہے اور اگر وہ چاہے جو اس نے چاہا ہے جس طرح سے چاہا ہے، وہ واقع ہو جاتا ہے۔ علمِ خدا اس کی مشیت سے پہلے ہے۔ (بحارانوار: ج۴، ص۱۴۴، ح۱۵)

قضا وقدر کیا ہے؟

① روایت نقل ہوئی ہے: ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قضا وقدر کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم جس کی وجہ سے انسان کی سرزنش اور ملامت کر سکتے ہیں وہ عمل خود انسان کی طرف سے ہے (اور خدا کا کام نہیں ہے) اور جس کی وجہ سے تم انسان کی سرزنش اور ملامت نہیں کر سکتے، وہ خدا کی طرف سے ہے (اور اس کا فعل ہے) خداوند بندے سے کہتا ہے: تو نے کیوں گناہ کیا ہے؟ کیوں نافرمانی کی ہے؟

کیوں شراب پی ہے؟ کیوں زنا کیا ہے؟ پس یہ انسان کے کام ہیں لیکن اسے یہ نہیں کہتا ہے: تم کیوں مریض ہوئے ہو؟ تم کیوں چھوٹے ہو؟ کیوں سفید ہو؟ کیوں سیاہ ہو؟ کیوں کہ یہ اُمورِ خدا کا فعل ہے۔ (بحار الانوار: ج۵، ص۵۹، ح۱۰۹)

② جمیل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قضاوقدر کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ خدا کی مخلوقات میں سے دو مخلوق ہیں اور خداوند اپنی دونوں مخلوقوں کو جس طرح سے چاہے، کم یا زیادہ کرتا ہے۔

جمیل کہتے ہیں: میں مشیت کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔

امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: میں اس بارے میں تمھیں جواب نہیں دوں گا۔ (بحار الانوار: ج۵، ص۳۰۲، ح۸)

③ ابنِ اذینہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ قضاوقدر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند روزِ قیامت جب بندوں کو اکٹھا کرے گا تو اُن سے اس عہد (وعدہ) کے بارے میں سوال کرے گا جو اس ذاتِ الٰہی اور ان کے درمیان ہے، لیکن اس چیز کے بارے میں سوال نہیں کرے گا جو ان سے پوشیدہ رکھی ہے۔ (بحار الانوار: ج۵، ص۱۱۲، ح۳۸)

ایمان، کفر، شرک اور اُن کے درجات کے بارے میں سوالات

خدا کے فرمان إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ...... کا معنی کیا ہے؟

۱- حمران بن اعین کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عظیم کے فرمان إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (یقیناً ہم نے اسے راستے کی ہدایت کر دی ہے وہ شکر گزار ہو جائے یا کفرانِ نعمت کرنے والا ہو جائے) کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: انجام دے (اور اپنے اختیار سے عمل کرے) پس وہ شکر گزار ہے، یا اُسے ترک کرے (اور اپنے اختیار سے عمل نہ کرے) پس وہ ناشکرا اور کافر ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۹۵)

۲- زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس نے اُسے راستہ دکھایا ہے، وہ اس راستے کو اس کے ہمراہ طے کرتا ہے، اس صورت میں وہ شاکر ہے، یا وہ اس راستے کو چھوڑ دیتا ہے، اس صورت میں وہ کافر ہے، وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔ (بحار الانوار: ج ۵، ص ۳۰۲، ح ۸)

خدا کے فرمان "ہم نے اسے راہِ خیر و شر کی طرف راہ نمائی کر دی" کا کیا معنی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان [ہم نے اسے راہ خیر و شر کی طرف راہ نمائی کر دی ہے] کے بارے میں سوال کیا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد راہِ خیر اور راہِ شر ہے۔ (بحار الانوار: ج ۵، ص ۱۹۶، ح ۲)

خداوند کے فرمان ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَ اَجَلٌ ...... کا معنی کیا ہے؟

حمران کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ (پھر ایک مدت مقرر کی تاکہ انسان تکامل پائے) اور ایک حتمی اجل (مقررہ مدت) اس کے پاس ہے) کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اجل دو طرح سے ہے: اجل معلق و موقوف کہ اسے خداوند تغییر دیتا ہے اور اجل حتمی اور غیر قابلِ تغییر۔ (بحار الانوار: ج ۴، ص ۱۱۶، ح ۴۵)

کیا خداوند بندوں کو گناہ کرنے پر مجبور کرتا ہے؟

ایک شخص کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند نے بندوں کو گناہ کرنے پر مجبور کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: پس کام کو ان کے سپرد کیا ہے؟

فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: پھر حقیقت کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے پروردگار کی طرف سے ان دو مطالب کے درمیان ایک لطف ہے۔

راوی کہتا ہے: ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کیا خداوند نے بندوں کو گناہ کرنے پر مجبور کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند اس سے کہیں زیادہ عادل تر ہے کہ انھیں گناہ کرنے پر مجبور کرے اور پھر گناہ کی وجہ سے انھیں عذاب دے۔

اُس مرد نے کہا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، پس کام کو بندوں کے سپرد کر دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر ان کے سپرد کیا ہوتا تو انھیں امر و نہی کی قید میں قرار نہ دیتا۔

اس نے عرض کیا: کیا ان دونوں مرتبوں کے درمیان کوئی اور منزل بھی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، آسمان و زمین سے وسیع تر۔ (اُصول کافی: ج۱، ص۲۲۲، ح۱۳)

کیا جبر ہے یا قدر؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جبر و قدر کے بارے میں سوال کیا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہ جبر ہے اور نہ قدر، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک منزل اور مرتبہ ہے کہ حق وہاں پر ہے اس منزل اور مرتبہ کو عالم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ جانتا ہے جسے عالم نے تعلیم دی ہو۔ (اُصول کافی: ج۱، ص۲۲۲، ح۱۰)

اَمر بین الاَمر کا کیا معنی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نہ جبر ہے نہ تفویض، بلکہ امر ان دونوں کے درمیان ہے۔

راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا: وہ اَمر جو دو امروں کے درمیان ہے، وہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی مثال یہ ہے کہ تم کسی شخص کو گناہ میں مشغول دیکھتے ہو، اسے روکتے ہو لیکن وہ قبول نہیں کرتا اور تم اسے چھوڑ دیتے ہو اور وہ شخص اس گناہ کو انجام دیتا ہے۔ چوں کہ اس نے تم سے (نہی کو) قبول نہیں کیا اور تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ تُو نے اسے گناہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ (اُصول کافی: ج۱، ص۲۲۲، ح۱۳)

استطاعت کیا ہے؟

بصرہ کا رہنے والا ایک شخص کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے استطاعت کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم ایسا کام انجام دے سکتے ہو کہ جو نہیں تھا؟

اُس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اس کام سے رُک سکتے ہو جو پہلے انجام پا چکا ہے؟

اُس نے کہا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پس تمھیں کیا استطاعت حاصل ہوئی ہے؟

اُس نے کہا: نہیں جانتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے ایک مخلوق خلق کی ہے اور اس میں استطاعت کو رکھا ہے لیکن کام اس کے سپرد نہیں کیا ہے، پس جب یہ کام کو انجام دے تو کام کے وقت اور کام کے ہمراہ اس کام کی استطاعت رکھی ہے۔ پس اگر وہ خدا کے ملک میں کوئی کام انجام نہ دے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ مخلوق اس کام کی استطاعت نہیں رکھتی جس کام کو انجام نہیں دیا، اسے انجام دے کیوں کہ خداوند اس سے کہیں مقتدر تر ہے کہ کوئی ملک میں اس کا رقیب ہو۔

بصری شخص نے کہا: پس لوگ مجبور ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر مجبور ہوتے تو معذور ہوتے (انھیں عقاب نہیں ہونا چاہیے)۔

اُس نے کہا: پس کام ان کے سپرد ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

اُس نے کہا: وہ کس حالت میں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: (قبل اس کے کہ خدا انھیں پیدا کرے) کام اور ان کی حالت کو جانتا ہے، پس اس کا وسیلہ ان کے وجود میں رکھا ہے اور جب وہ انجام دیں تو علم کے ساتھ استطاعت رکھتے ہیں (یعنی کام کو اپنے ارادہ اور اختیار سے انجام دیتے ہیں)۔

بصری شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حق یہی ہے اور آپؑ خاندانِ نبوت ورسالت ہیں۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۲۲۶، ح۴)

بندوں نے عالمِ ذر میں کیسے جواب دیا؟

۱۔ ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بندوں نے عالمِ ذر (عالمِ اَلست) میں کیسے جواب دیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے وجود میں ایسی چیز رکھی کہ جب بھی ان سے پوچھا جائے تو وہ جواب دیں (یعنی مسئلہ عہد ومیثاق میں)۔

مرحوم علامہ مجلسیؒ اس حدیث شریف کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

روح ان ذرّات کے ساتھ ملائی، ان میں عقل، سننے کا آلہ اور بولنے کی مشین رکھی گئی، یوں کہ وہ خطاب کو سمجھتے اور جواب دیتے درحالانکہ وہ ذرات کی حالت میں ہی تھے۔ (بحار الانوار: ج۵، ص۲۰۵، ح۵۷)

۲۔ ابوبصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے یہ بتائیں کہ جب عالمِ ذر میں ان سے سوال ہوا: اَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى (انھیں خود ان کے اُوپر گواہ بنا کر سوال کیا کہ کیا میں تمھارا خدا نہیں ہوں؟)

انھوں نے کہا: ہاں (تو ہمارا خدا ہے)۔

خدا کی قسم! جس چیز کا انھوں نے اظہار کیا اس کے برخلاف اپنے اندر مخفی کیا۔ انھوں نے مذکورہ سوال کو کیسے دریافت کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے ان میں کوئی ایسی شے رکھی تھی کہ اگر ان سے سوال کیا جاتا تو سمجھ لیتے اور جواب دے سکتے تھے۔ (تفسیر عیاشی: ج ۲، ص ۴۲؛ بحارالانوار: ج ۶۴، ص ۱۰۲، ح ۱۹)

خداوند نے لوگوں کو اطاعت گزار کیوں پیدا نہیں کیا؟

زندیق نے کہا: مجھے بتائیں کہ خداوند عزوجل نے تمام لوگوں کو مطیع، فرماں بردار اور موحد کیوں خلق نہیں کیا ہے؟ درحالانکہ وہ اس کام کی قدرت رکھتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر خداوند انھیں مطیع و فرماں بردار پیدا کرتا تو اس صورت میں انھیں کوئی ثواب نہ ملتا۔ اس حالت میں اطاعت کرنا ان کا کام نہیں ہے۔ نہ جنت ہوتی نہ جہنم، لیکن خداوند نے اپنے بندوں کو خلق کیا اور انھیں اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور اپنی معصیت سے روکا اور انبیاءؑ کے ذریعے اپنی حجت کو ان پر مکمل کیا۔ اُن کی کتابوں کے ذریعے ان کے لیے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ خود اطاعت کریں اور خود ہی معصیت کے مرتکب ہوں، تاکہ اطاعت کی وجہ سے وہ ثواب اور معصیت کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوں۔ (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۰۲، ح ۲ کے ضمن میں)

اسلام کیا ہے؟

عبداللہ بن مسکان اپنے بعض دوستوں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دینِ خدا کا نام اسلام ہے، جو آپ کے وجود سے پہلے اور اس کے بعد ہے وہ دینِ خدا ہے، پس جو کوئی دینِ خدا کا اقرار کرے وہ مسلمان ہے اور

جو کوئی خدا کے دیئے گئے دستور کے مطابق عمل کرے وہ مؤمن ہے۔ (کافی: ج ۲، ص ۳۷؛ بحار الانوار: ج ۶۵، ص ۲۵۹، ح ۱۶)

ایمان کیا ہے؟

عبدالرحمٰن بن قصیر کہتے ہیں: میں نے عبدالملک کے ہاتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور پوچھا: ایمان کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے خط کے جواب میں یوں لکھا: خداوند آپ پر رحم کرے، آپ نے ایمان کا معنی پوچھا ہے۔ ایمان زبان سے اقرار، دل سے عقیدہ اور اعضاء وجوارح سے عمل کا نام ہے۔ ایمان کے ان تین حصوں میں ہر ایک پہلے سے ظاہر او ناشی ہے۔ ایمان ایک قلعہ ہے۔ اسلام بھی ایک قلعہ ہے اور کفر بھی قلعہ ہے۔ ممکن ہے کہ انسان مومن ہونے سے پہلے مسلمان ہو، لہٰذا اسلام ایمان سے پہلے ہے اور ایمان کے ساتھ شریک ہے۔

اس بنا پر اگر کوئی انسان ایسے کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا مرتکب ہو کہ جس سے خداوند نے نہی کی ہے تو وہ ایمان سے خارج اور ایمان کا نام اس سے ساقط ہو جاتا ہے، لیکن اسلام کا نام اس پر باقی ہے۔ اگر وہ توبہ واستغفار کرے تو وہ ایمان کے قلعہ میں لوٹ آئے گا اور یہ گناہ اسے کفر میں داخل کرے گا، مگر یہ کہ وہ انکار کرے اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھے اور اس کا معتقد ہو۔ اس صورت میں اسلام اور ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی مانند ہے کہ جو حرم میں داخل ہوا، پھر کعبہ میں داخل ہوا اور کعبہ میں جان بوجھ کر کوئی حدث (پیشاب یا پاخانہ) انجام دیا اس کے بعد اُسے کعبہ اور حرم سے نکال دیا گیا ہو، اس کی گردن اُڑا دینی چاہیے اور اس کا انجام جہنم ہے۔ (کافی: ج ۲، ص ۲۷؛ بحار الانوار: ج ۶۵، ص ۲۵۶، ح ۱۵)

۲۔ ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: ایمان کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے دو کلموں میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: خدا پر ایمان لانا اور انکارِ خدا سے دوری اختیار کرنا۔

میں نے عرض کیا: اسلام کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے اس کا جواب بھی دو کلموں میں دیتے ہوئے فرمایا: جو کوئی ہماری شہادت کو نافذ کرے اور ہمارے دینی اعمال کو انجام دے اور ہماری طرح سے ذبح کرے۔ (امالی طوسی: ج۱، ص۱۳۸؛ بحار الانوار: ج۶۵، ص۲۷۶، ح۲۸)

مومن کو مومن کیوں کہتے ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا گیا: مومن کو مومن کیوں کہا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ خدا نے مومن کے لیے اپنے ناموں میں سے ایک کا انتخاب کیا ہے، لہٰذا اسے مومن کا نام دیا گیا۔ اس وجہ سے بھی مومن کہا گیا ہے، کیوں کہ وہ عذابِ خدا سے محفوظ ہے، نیز چوں کہ قیامت کے دن (اس مقام و مرتبہ کی وجہ سے جو اس کا خدا کے ہاں ہے) معصیت کار لوگوں کو امان دے گا، خداوند اُس کے کام کو قبول کرے گا۔

اگر مومن کھائے یا پیئے یا کھڑا ہو یا بیٹھے ہو یا سوئے یا ملاپ کرے یا کسی آلودہ جگہ سے گزرے تو خداوند اس مکان کی زمین کو سات طبقوں تک پاکیزہ و طاہر کر دے گا یوں کہ وہ آلودگی ذرا برابر ان تک نہیں پہنچے گی۔ نیز چوں کہ روزِ قیامت مومن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہے، وہ ایسے شخص کے پاس سے گزرتا ہے کہ جس پر غضب ناک ہوا ہے، نہ ناصبی ہے اور نہ مومن، لیکن کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا ہے،

اس کے لیے خدا کے ہاں عظیم مقام و مرتبہ ہے۔ درحالانکہ اس نے مومن کو دنیا میں دیکھا ہے، لہٰذا مومن خدا کے ہاں اس کی شفاعت کرتے ہوئے کہے گا: بارِ الٰہا یہ اپنا بندہ مجھے بخش دے۔ خداوند متعال اس کی درخواست قبول کرے گا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے اس مطلب (یعنی شفاعت کا تذکرہ قرآن میں ہوا ہے، وہاں پر فرماتا ہے: فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ (سورۂ شعراء: آیت ۱۰۰) "اب ہمارے لیے کوئی شفاعت کرنے والا بھی نہیں ہے"۔ پیغمبروں میں سے وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ (سورۂ شعراء: آیت ۱۰۱) "اور نہ کوئی کمی دوست ہے"۔ ہمسائیوں اور رشتہ داروں میں سے۔ پس جب وہ شفاعت سے مایوس ہو جائیں گے تو کہیں گے، یعنی مومن نہیں ہے۔

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ شعراء: آیت ۱۰۲)

"پس اے کاش! ہمیں واپسی نصیب ہو جاتی تو ہم بھی صاحبِ ایمان ہو جاتے"۔ (بحار الانوار: ج ۶۴، ص ۶۳، ح ۷)

اسلام اور ایمان کے درمیان کیا فرق ہے؟

سماعہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ اسلام اور ایمان دو مختلف چیزیں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایمان، اسلام میں شامل ہے لیکن اسلام ایمان میں شامل نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ ان دونوں کی میرے لیے تعریف فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اسلام خدا کی وحدانیت کی شہادت اور رسولِ خدا کی

تصدیق کرتا ہے کہ اس کے باعث خون بہانے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ازواج و میراث کے احکام لاگو ہوتے ہیں اور لوگوں کا گروہ ان کے ظاہر کے مطابق سلوک کرے، لیکن ایمان ہدایت ہے۔

پس ایمان، اسلام سے ایک درجہ بالاتر ہے۔ ایمان ظاہر میں شریکِ اسلام ہے لیکن اسلام باطن میں شریکِ ایمان نہیں ہے۔ اگرچہ دونوں گفتار اور صفت میں اکٹھے ہیں (اگرچہ شہادتین کا اقرار اور توحید و رسالت کی تصدیق دونوں کی شرائط میں سے ہے)۔

سفیان بن سمط کہتے ہیں: کسی مرد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق کے بارے میں سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اس نے دوسری مرتبہ سوال کیا۔ امام علیہ السلام نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شخص سفر پر جا رہا تھا کہ راستے میں امام اور اس شخص کی ملاقات ہوگئی۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا: یوں لگ رہا ہے جیسے سفر پر جا رہے ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں، ایسا ہی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: گھر میں مجھ سے ملاقات کرو۔

وہ امام علیہ السلام سے ملاقات کرنے کی غرض سے ان کے گھر گیا اور وہاں پر امامؑ سے ایمان و اسلام اور ان دونوں کے درمیان فرق کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اسلام وہی ظاہر ہے کہ جس پر لوگ ہیں، یعنی وحدانیت خدا اور رسالت محمدیؐ کی شہادت و گواہی (شہادتین کا جاری کرنا) نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، خانہ خدا کا حج کرنا، ماہِ مبارک رمضان میں روزے رکھنا۔ یہ اسلام ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: ایمان اس امر کی شناخت کرنا ہے (یعنی اہل بیت علیہم السلام) گذشتہ مطالب کے علاوہ۔ پس اگر ان مطالب کا اقرار کرے لیکن اس

امر کو نہ پہچانیں، مسلمان ہے لیکن وہ حق سے گم راہ ہے۔ (الکافی: ج ۲،ص ۲۴؛ بحارالانوار: ج ۶۵،ص ۲۴۹، ح ۶)

توضیح: گویا حضرتؑ کا تاخیر سے جواب دینا تقیہ اور مصلحت کی وجہ سے تھا۔

ابوصالح کنانی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کون برتر ہے، اسلام یا ایمان؟ کیوں کہ ہمارے پاس رہنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام، ایمان سے برتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایمان اسلام سے برتر ہے۔

میں نے عرض کیا: یہ مطلب مجھے اچھی طرح سے سمجھائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہیں گے جو عمداً مسجد الحرام میں حدث (پیشاب یا پاخانہ) کرے؟

میں نے عرض کیا: میں اُس شخص کی سخت پٹائی کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے درست کہا ہے۔

پھر فرمایا: جو شخص خانہ کعبہ میں جان بوجھ کر حدث (پیشاب و پاخانہ) کرے اس کے بارے میں کیا کہو گے؟

میں نے عرض کیا: اسے قتل کرنا ضروری ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے درست کہا ہے؟ کیا تم سمجھ نہیں رہے ہو کہ خانہ کعبہ کی فضیلت مسجد الحرام سے زیادہ ہے اور کعبہ مسجد کی شریک ہے لیکن مسجد کعبہ کے ساتھ شریک نہیں ہے (کیوں کہ جو سزا توہینِ کعبہ کی ہے مسجد کی نہیں ہے)۔ ایمان، اسلام کے ساتھ ہے، لیکن اسلام ایمان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ (اُصولِ کافی: ص ۳،ص ۴۱، ح ۴)

کیا ایمان کے درجات اور مراتب ہیں؟

ابوعمرو زبیری کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا ایمان کے درجات و مراتب ہیں کہ ان کی وجہ سے مومنین خداوند کے نزدیک مختلف مقامات کے حامل ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کیا: خدا آپ پر رحم کرے، وہ بیان فرمائیں تاکہ میں بھی سمجھ سکوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے مومنین کے درمیان مقابلہ و سابقہ رکھا ہے، جس طرح سے (انسان) گھوڑوں کے درمیان رکھتے ہیں، پھر انھیں اس مقابلے کی بنیاد پر درجہ دیا ہے، یعنی جو کوئی بہتر طور پر اس کی طرف جاتا ہے اسے درجہ اور منزلت دی ہے۔ وہ ہر شخص کو اس کی سبقت کے حساب سے منزلت اور درجہ دیتا ہے۔ وہ نہ اس کا حق کم کرتا ہے اور نہ ہی پیچھے رہ جانے والے کو مقدم کرتا ہے اور نہ کسی مفضول کو فاضل پر برتری دیتا ہے۔

اسی مطلب کی بنیاد پر وہ لوگ جو ابتدائے اُمت میں سے تھے وہ ان افراد کے ساتھ کہ جو اسلامی اُمہ کے آخر میں ہیں، آپس میں ایک دوسرے پر فوقیت و برتری حاصل کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے لیے کہ جو ایمان میں مقدم ہیں ان لوگوں پر کوئی فضیلت نہ ہو جو پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس صورت میں وہ لوگ کہ جو اس اُمت میں آخر میں ہیں، ان لوگوں کے برابر ہوں گے جو اوّل میں ہیں۔

ہاں، اگر ایمان میں مقدم ہونے والے کو اس پر ایسی فضیلت نہ ہو جو ایمان میں پیچھے ہیں تو عقب افتادہ لوگ مقدم ہو جائیں گے، لیکن خداوند متعال نے یوں مقرر کیا ہے کہ اوّلین، مقدم ہوں اور ایمان میں تاخیر اور کوتاہی کرنے کی صورت آخرین، موخر ہوں۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُمتِ اسلامیہ کے آخرین میں مومنین کی ایک

تعداد کہ جو عمل میں اوّلین سے بہتر ہیں اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور انفاق کرنے کے اعتبار سے بہت آگے ہیں۔ (بحار الانوار: ج ۱۷، ص ۲۷، ح ۶)

کیا کفر و ایمان کے درمیان کوئی مرتبہ ہے؟

۱- زندیق نے کہا: کیا کفر اور ایمان کے درمیان کوئی مرتبہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

زندیق نے کہا: ایمان کیا ہے اور کفر کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: ایمان وہ ہے کہ تم عظمت خدا کے بارے میں خدا سے مخفی اور پنہاں اُمور میں اُس کی تصدیق کرو، جیسے آشکارا اُمور کی تصدیق کہ جو اس نے مشاہدہ کیے ہیں اور کفر یعنی انکار اور نہ ماننا۔ (بحار الانوار: ج ۱۰، ص ۱۸۴)

۲- حارث کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا کفر اور ایمان کے درمیان کوئی مرتبہ ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: ہاں، مراتب ہیں، نہ کہ ایک مرتبہ، اگر کوئی ان مراتب میں سے کسی چیز کا انکار کرے تو خداوند اُسے منہ کے بل آتش میں ڈالے گا۔ ان دو کے درمیان جو مراتب ہیں وہ مندرجہ عبارتیں اور آیات ہیں: وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ ''اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جنھیں حکمِ خدا کی اُمید پر چھوڑ دیا گیا ہے''۔ اور ان کا کام خدا سے مربوط ہے۔ ان دونوں کے درمیان اَلْمُسْتَضْعَفُوْنَ مستضعفین اور ان دونوں کے درمیان وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ''ایک دوسرے گروہ نے اچھے اور بُرے کاموں کو باہم ملا دیا ہے''۔ اور ان کے درمیان خداوند کا فرمان ہے:

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ ''اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے''۔ (تفسیر عیاشی:

ج ۲؛ بحار الانوار: ج ۶۹، ص ۱۶، ح ۳۲)

سب سے چھوٹی چیز کہ جس کی وجہ سے انسان کافر ہوجاتا ہے، کیا ہے؟

۱- حلبی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: سب سے چھوٹی چیز کون سی ہے کہ جس سے انسان کافر ہوجاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہے کہ انسان ایک بدعت قائم کرے اور اُسے اپنی محبت و دوستی کا معیار و ملاک قرار دے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے، اس سے نفرت اور دُوری کا اظہار کرے۔ (معانی الاخبار: ص ۳۹۳؛ بحار الانوار: ج ۶۹، ص ۲۲۰، ح ۵)

۲- برید عجلی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ سب سے چھوٹی چیز کون سی ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کافر ہوجاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے زمین سے ریت کا ذرہ اٹھایا اور فرمایا: تم کہتے ہو کہ یہ ریت کا ذرہ ایٹم ہے، جو اس کی مخالفت کرے گا اس سے برأت اور دُوری اختیار کرے اور (اپنے مخالف سے) اس دُوری کو اپنا دین قرار دے کہ اس کے وسیلہ سے خدا کا تقرب حاصل کرے۔ یہ شخص ناصبی ہے اور اس نے خدا سے شرک کیا ہے بغیر اس کے کہ اسے معلوم ہو کہ وہ کافر ہوا ہے۔ (معانی الاخبار: ص ۳۹۳؛ بحار الانوار: ۶۹، ص ۲۳۰، ح ۶)

کون سا عمل بہتر اور کون سا گناہ بڑا ہے؟

محمد بن سماعہ کہتے ہیں: ہمارے اصحاب میں سے ایک نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: مجھے یہ بتائیں کہ کون سا عمل بہتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: توحید پروردگار۔

اُس نے پھر سوال کیا: کون سا گناہ بڑا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند کو مخلوق سے تشبیہ دینا۔ (بحار الانوار: ج ۳، ص ۸، ح ۱۸)

جو خدا یا رسولؐ کے بارے میں شک کرے؟

۱- محمد بن مسلمؓ کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ میں آں حضرتؑ کی بائیں طرف اور زرارہؓ دائیں طرف بیٹھا تھا کہ ابو بصیرؓ تشریف لائے اور عرض کیا: یا ابا عبداللہؑ! آپؑ اُس شخص کے متعلق کیا فرمائیں گے جو خدا کے بارے میں شک کرے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابا محمد (ابو بصیرؓ کی کنیت) وہ کافر ہے۔

انھوں نے عرض کیا: اگر کوئی شخص پیغمبرؐ خدا میں شک کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

فرمایا: وہ کافر ہے۔ اس کے بعد آنحضرتؑ، زرارہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اگر وہ انکار کرے (یعنی اپنے کفر کا زبان سے اظہار کرے) تو وہ کافر ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۴، ص ۱۱۷، ح ۳)

۲- منصور بن حازم کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جو شخص رسولؐ خدا کے بارے میں شک کرے اُس کا کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کافر ہے۔

میں نے پوچھا: جو کوئی کفر کرنے والے کے کفر میں شک کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے تین بار اس کا تکرار کیا۔ میں نے دیکھا کہ آں حضرتؑ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہوئے تو میں خاموش ہو گیا۔

خداوند کے فرمان وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ کا کیا معنی ہے؟

۱۔ عبداللہ بن زرارہؓ کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند عظیم کے اس فرمان: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ "اور جو بھی ایمان سے انکار کرے گا اُس کے اعمال یقیناً برباد ہو جائیں گے" کی تفسیر کے بارے میں پوچھا۔

انھوں نے فرمایا: اس سے مقصود وہ ہے کہ جو اس رفتار کو ترک کرے جس کا اُس نے اقرار کیا تھا۔

میں نے پوچھا: ترک کرنے کا مرتبہ کیا ہے کہ جو سب کو ترک کرنے کا باعث بنتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے مراتب میں وہ ہے کہ کسی علت کے بغیر جان بوجھ کر نماز کو ترک کرے۔ (اُصولِ کافی: ج ۴، ص ۹۹، ح ۱۲)

۲۔ زرارہؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ کے بارے میں پوچھا۔

انھوں نے فرمایا: یعنی اس رفتار اور طرزِ عمل کو ترک کرے کہ جس کا اعتراف و اقرار کیا ہے۔ من جملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نماز کو کسی بیماری یا مشغولیت کے بغیر ترک کرتا ہے اور کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۴، ص ۹۵، ح ۵)

خدا کے محترم ترین اور مبغوض ترین افراد کون سے ہیں؟

امام علیہ السلام سے سوال ہوا: خدا کے نزدیک کون سے بندے محترم ترین ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص ہے کہ جو سب سے بیش تر خدا کی یاد میں رہے اور عبادت میں سب سے آگے ہو۔ میں نے عرض کیا: خدا کے نزدیک کون سے بندے مبغوض ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہیں جو خدا پر تہمت لگاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا کوئی خدا پر بھی تہمت لگاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں کوئی شخص استخارہ کرتا ہے (خدا سے مشورہ کرتا ہے) اور خدا اس کے لیے ایسی چیز کا انتخاب کرتا ہے جو اس کو اچھی نہیں لگتی تو وہ شخص ناراض اور غضب ناک ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص نے خدا پر تہمت لگائی ہے۔

میں نے عرض کیا: اس کے علاوہ اور کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ جو خدا سے شکایت کرے۔

میں نے عرض کیا: کیا کوئی خدا سے شکایت بھی کرتا ہے؟

انھوں نے فرمایا: ہاں، جب کوئی کسی مصیبت اور مشکل میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ حد سے زیادہ اس مشکل کی شکایت کرے۔

میں نے عرض کیا: اس کے علاوہ اور کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی کو کچھ عطا کیا جائے اور وہ شکر نہ کرے اور جب مبتلا ہو تو صبر سے کام نہ لے۔

میں نے عرض کیا: خدا کے نزدیک سب سے زیادہ صاحب عزت کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب کسی کو کچھ عطا ہو تو وہ شکر ادا کرے اور جب (مشکل میں) گرفتار ہو تو اس وقت صبر کرے۔ (بحار الانوار: ج ۷۵، ص ۲۴۷، ح ۷)

قرآن میں کفر کی اقسام

ابو عمرو زبیری کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے بتائیں کہ قرآن مجید میں کفر کی کتنی اقسام بیان ہوئی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قرآن میں کفر کی پانچ قسمیں بیان ہوئی ہیں:

کفر جحود (انکارِ ربوبیت) اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ ہے کہ قرآن مجید نے جس چیز کا حکم دیا ہے، اسے ترک کرنا اور دوسرا کفر برأ۔ (بیزاری) اور نعمتوں کا انکار۔

کفر جحود کی دو قسمیں ہیں:

① انکارِ ربوبیت: وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کوئی خدا ہے نہ جنت و جہنم۔ اس عقیدے کا مالک زندیقیوں کا ایک گروہ ہے کہ انھیں "دھریہ" کہتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جو کہتے ہیں:

وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ

"اور ہمیں دہر (زمانہ) کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا"۔

خداوند متعال نے ان کی گفتار قرآن مجید میں ذکر کی ہے۔ وہ ایسا ہے جو انھوں نے اپنے سلیقے اور مرضی سے بنایا ہے اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے بارے میں انھوں نے کوئی تحقیق نہیں کی ہے۔ خداوند متعال اس سے آگے فرماتا ہے:

اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (سورۂ بقرہ: آیت ۷۸)

"انھیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ صرف ان کے خیالات ہیں"۔

خداوند متعال فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (سورۂ بقرہ: آیت ۶)

"بے شک جو کافر ہے آپ انھیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے برابر ہے اور وہ ایمان نہیں لائیں گے"۔

پس یہ کفر کی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے۔

② جاننے کے باوجود انکار کرنا ہے، یعنی جو شخص جانتا ہے کہ یہ حق ہے اس

کے باوجود اس کا انکار کرتا ہے، خداوند متعال اس کے بارے میں فرماتا ہے:

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (سورۂ نمل: آیت ۱۴)

"ان لوگوں نے ظلم اور غرور کے جذبہ کی بنا پر انکار کردیا تھا ورنہ ان کے دل کو بالکل یقین تھا"۔

خداوند متعال نے مزید فرمایا ہے:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (سورۂ بقرہ: آیت ۸۹)

"وہ (مدینہ کے یہودی) تھے کہ جو پیغمبرؐ کے آنے سے قبل ان پر طلب فتح کرتے تھے جو کافر تھے لیکن آں حضرتؐ کے آتے ہی وہ منکر ہو گئے۔ حالانکہ انھیں پہچانتے تھے۔ پس اب کافروں پر خدا کی لعنت ہو"۔

یہ کفر جحود کی دوسری تفسیر اور وجہ تھی۔

③ کفر کی اقسام میں سے تیسری قسم نعمت سے انکار (یعنی کفران نعمت) ہے۔ یہ خداوند کا وہی فرمان ہے کہ جس کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○ (سورۂ نمل: آیت ۴۰)

"یہ میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے وہ میرا امتحان لینا چاہتا

ہے کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکریہ ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرے گا اور جو کفرانِ نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا پروردگار بے نیاز اور کریم ہے"۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی ارشاد فرماتا ہے:

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (سورۂ ابراہیم: آیت ۷)

"اگر تم ہمارا شکریہ ادا کرو گے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کر دیں گے اور اگر تم کفرانِ نعمت کرو گے تو ہمارا عذاب بھی بہت سخت ہے"۔

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ○ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۲)

"پس تم ہمیں یاد کرو تاکہ ہم تمہیں یاد رکھیں اور ہمارا شکریہ ادا کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو"۔

۴ کفر کی چوتھی قسم اس چیز کو ترک کرنا کہ جسے خدا نے بجالانے کا حکم دیا ہے اور خداوند عزوجل کا فرمان ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ○ ثُمَّ أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَىٰ تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ

وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ

(سورۂ بقرہ: آیت ۸۴-۸۵)

''اور جب ہم نے آپ لوگوں سے عہد وپیمان کیا کہ اپنا خون مت بہانا اور ایک دوسرے کو اس کے گھر سے باہر مت نکالنا، پس تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس پر گواہ بھی ہو۔ پھر تم ہی ہو کہ جو ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور ان میں سے بعض کو ان کے گھر سے باہر نکالتے ہو اور گناہ وتعدی میں ظالموں کی مدد کرتے ہو۔ حالانکہ کوئی قیدی بن کر آتا ہے تو فدیہ دے کر آزاد بھی کرا لیتے ہو۔ جب کہ شروع سے ان کا نکالنا حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے ایک حصّے پر ایمان رکھتے ہو اور ایک کا انکار کر دیتے ہو، ایسا کرنے والوں کی کیا سزا ہے سوائے اس کے کہ زندگانی دُنیا میں ذلیل ہوں اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب کی طرف پلٹا دیئے جائیں گے اور اللہ تمھارے کرتوت سے بے خبر نہیں ہے''۔

۵۔ کفر کی پانچویں قسم، کفر بیزاری ونفرت کے معنی میں ہے۔ خداوندمتعال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے اپنی قوم سے کہا:

كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (سورۂ ممتحنہ: ۴)

''ہم نے تمھارا انکار کر دیا اور ہمارے تمھارے درمیان بغض اور عداوت بالکل واضح ہے یہاں تک کہ تم خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آؤ، یعنی ہم آپ سے بے زار ہیں''۔

خداوند متعال ایک مقام پر شیطان اور روزِ قیامت اس کی اپنے آدم زاد دوستوں سے بے زاری کی داستان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنِّیۡ کَفَرۡتُ بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ مِنۡ قَبۡلُ

"میں تو پہلے ہی اس بات سے بے زار ہوں کہ تم نے مجھے اس کا شریک بنا دیا"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا مَّوَدَّۃَ بَیۡنِکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ثُمَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکۡفُرُ بَعۡضُکُمۡ بِبَعۡضٍ وَّ یَلۡعَنُ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا (سورۂ عنکبوت:۲۵)

"سوائے اس کے نہیں ہے کہ تم نے صرف زندگانی دنیا کی محبتوں کو برقرار رکھنے کے لیے خدا کو چھوڑ کر بتوں کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کے بعد روز قیامت تم میں سے ہر ایک دوسرے کا انکار کرے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا"۔ (اُصولِ کافی: ج ۴، ص ۱۰۲، ح ۱)

فرمانِ خدا عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ کی تفسیر کیا ہے؟

محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عُتُلٍّ م بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: عُتُلٍّ یعنی وہ شخص جس کا کفر بہت بڑا ہو اور زَنِیۡمٍ یعنی وہ شخص کہ جو اپنے کفر میں بے باک اور گستاخ ہو۔

فرمانِ خدا فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا ...... میں شرک سے کیا مراد ہے؟

علاء بن فضیلؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ شریفہ

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (سورۂ کہف: آیت ۱۱۰) ''پس جو بھی اُس کی ملاقات کا اُمیدوار ہے اسے چاہیے کہ وہ عملِ صالح کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ بنائے'' کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا:

جو کوئی نماز پڑھے، یا روزہ رکھے یا حج کرے اور اس کا ہدف یہ ہو کہ لوگ اُس کی تعریف کریں تو اُس نے شرک سے آلودہ عمل انجام دیا ہے اور یہ شرک ایسا شرک ہے جو قابلِ بخشش نہیں ہے''۔ (تفسیر عیاشی: ج ۲، ص ۳۵۲؛ بحار الانوار: ج ۶۹، ص ۳۰۱، ح ۴۰)

کیا غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہے؟

زندیق نے جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

زندیق نے کہا: خدا نے ملائکہ کو کس طرح حکم دیا کہ وہ آدمؑ کو سجدہ کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی شخص حکمِ خدا سے سجدہ کرے اُس نے خدا کو سجدہ کیا ہے، اس بنا پر امرِ خدا سے سجدہ کرنا خدا کو سجدہ کرنا ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ابلیس ایسی مخلوق ہے کہ جسے خدا نے خلق کیا تاکہ اس کی عبادت کرے اور موحد بنے۔ خدا نے جب اسے خلق کیا تو اُس کے علم میں تھا کہ وہ کیا ہے اور کیا کرے گا۔ وہ فرشتوں کے ہمراہ خدا کی عبادت کرتا تھا، حتیٰ کہ خداوند نے اسے آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر آزمایا لیکن اس نے حسد، شقاوت اور بدبختی سے مغلوب ہو کر سجدہ کرنے سے انکار کیا، لہٰذا خداوند نے اُس پر لعنت بھیجی (اُسے اپنی

بارگاہِ رحمت سے دُور کیا) اسے فرشتوں کی صف سے نکال کر زمین پر بھیج دیا، لہٰذا وہ حضرت آدمؑ اور اُن کے بیٹوں کا دشمن بن گیا اور اُن میں وسوسہ ڈالنے اور غیر راہِ خدا کی طرف دعوت دینے کے ذریعے ان پر مسلط ہو گیا، لیکن اس کے باوجود کہ وہ گناہ کا مرتکب ہوا، لیکن وہ خدا کی ربوبیت کا اقرار کرتا تھا۔ (اُصولِ کافی: ج ۴، ص ۱۱۴، ح ۲)

چھوٹی سے چھوٹی چیز جو انسان کو مشرک بنا دے

ابوالعباس کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: سب سے چھوٹی چیز کون سی ہے کہ جس کے باعث انسان مشرک بن جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی بدعت قائم کرے اور اُس کی وجہ سے محبوب یا مبغوض ہو جائے۔

کفر پہلے ہے یا شرک؟

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سوال کہ کفر پہلے ہے یا شرک؟ کے جواب میں فرمایا: ''کفر پہلے ہے، کیوں کہ ابلیس پہلا شخص تھا کہ جو کافر ہوا، اس کا کفر شرک نہیں تھا، کیوں اس نے غیر خدا کی عبادت کرنے دعوت نہیں دی تھی بلکہ اس کے بعد (اس نے لوگوں کو غیر خدا کی عبادت کی دعوت دی) وہ مشرک ہوا۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۹۷، ح ۸)

کیا رسولِ خدا کا شکریہ ادا کرنا شرک ہے؟

نقل ہوا ہے: ایک دن ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ جب امامؑ کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

''سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں کہ جو عالمین کا پروردگار ہے۔ اے

میرے معبود! یہ تیری اور تیرے پیغمبرؐ کی جانب سے ہے"۔

ابوحنیفہ نے کہا: اے ابا عبداللہؑ! کیا آپؑ نے خدا کا شریک قرار دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے اُوپر افسوس ہے خداوند متعال اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے:

مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ (سورۂ توبہ: آیت ۷۴)

"ان کی عداوت صرف اس وجہ سے ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے انھیں (مسلمانوں کو) اپنے فضل و کرم سے بے نیاز کر دیا ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗٓ (سورۂ توبہ: آیت ۵۹)

"حالانکہ اے کاش! یہ خدا و رسولؐ کے دیئے ہوئے پر راضی ہو جائے اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسولؐ اپنے فضل و احسان سے ہمیں عطا کر دیں گے"۔

ابوحنیفہ نے کہا: خدا کی قسم، گویا کہ یوں لگ رہا ہے کہ میں نے قرآن کی یہ دونوں آیتیں نہیں پڑھی ہیں اور نہ ہی کسی سے سنی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، تم نے پڑھی بھی ہیں اور سنی بھی ہیں، لیکن خداوند متعال نے تمھارے اور تمھارے جیسے افراد کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ہے:

اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (سورۂ محمد: آیہ ۲۴)

'یا اُن کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں'۔

خداوند مجید فرماتا ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (سورہ مطففین: آیہ ۱۴)

"نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ لگ گیا ہے"۔

شرک اور شک کیا ہے؟

زندیق نے کہا: شرک اور شک کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شرک یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کا خداوند متعال (کہ جس کی مثل نہیں ہے) کے ساتھ اضافہ کرے اور شک وہ ہے کہ اس کا دل کسی چیز کا معتقد نہ ہو۔ (بحار الانوار: ج ۱۰، ص ۱۸۳، ح ۲)

اگر کوئی مبلغ سرزمینِ شرک پر فوت ہو جائے تو اُس کا کیا حکم ہے؟

حماد سمندری کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں مشرکین کی سرزمین پر جاتا رہتا ہوں، میرے جاننے والے کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جو کہتے ہیں: اگر تم وہاں پر مر گئے تو روزِ قیامت انہی کے ساتھ محشور ہو گے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حماد! جب تم وہاں پر ہوتے ہو تو کیا ہمارے امر کا تذکرہ کرتے ہو اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اس شہر میں (کہ جو اسلامی شہروں میں سے ہے)

ہمارے امر کا تذکرہ کرتے ہو اور دوسروں کو اس کی طرف دیتے ہو؟

میں نے عرض کیا: نہیں، کیوں کہ آپؑ خود موجود ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم وہاں پر فوت ہوتے ہو تم تو ایک (ذی وقار) اُمت کے ساتھ محشور ہوں گے اور تیرا نور تیرے سامنے حرکت کرے گا۔ (رجال کشی: ص ۲۹۲؛ بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۳۹۲، ح ۱)

فرمانِ خدا وَاللهُ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ. اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا... کی تفسیر کیا ہے؟

ابوحنیفہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: "اللہ کی قسم کہ جو ہمارا پروردگار ہے ہم مشرک نہیں ہیں۔ دیکھیں انھوں نے کس طرح سے اپنے آپ کو جھٹلایا (سورۂ انعام: آیہ: ۲۳، ۲۴) کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا:

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوحنیفہ! تم کیا کہتے ہو؟

ابوحنیفہ نے کہا: میں کہتا ہوں کہ وہ مشرک نہیں تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال فرماتا ہے:

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ

"دیکھو انھوں نے کس طرح سے اپنے آپ کو جھٹلایا"۔

ابوحنیفہ نے کہا: اے فرزند پیغمبرؐ! آپؑ اس آیت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ اہلِ قبلہ (مسلمانوں) کا ایک گروہ تھا جو توجہ کیے بغیر شرک کرتا تھا۔ (بحار الانوار: ج ۷، ۴، ص ۲۲۰، ح ۶ کے ضمن میں)

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللهِ...... کا معنی کیا ہے؟

یعقوب بن شعیب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (ان لوگوں کی اکثریت کہ جو خدا پر ایمان کا دعویٰ کرتی ہے، مشرک ہے) کے معنی و تفسیر کے بارے میں سوال کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ وہ کہتے تھے: فلاں ستارہ یا فلاں ستارہ ہمارے لیے بارش برساتا ہے (یا اس کے ارادہ سے بارش برستی ہے)۔ اسی طرح وہ کاہنوں کے پاس آتے اور وہ جو بھی امر و نہی کرتے وہ اس کی تصدیق کرتے اور اسے قبول کرتے۔ (تفسیر عیاشی: ج ۲، ص ۱۹۹)

کون سا شرک آتشِ جہنم کا باعث بنتا ہے؟

زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے اپنے اصحاب کے ذریعے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شرک کرے گا آتش جہنم اُس کے لیے واجب ہو جائے گی اور جو کوئی شرک نہ کرے گا بہشت اس کے لیے واجب ہو جائے گا، لیکن وہ جو خدا کا شریک بنائے گا یہ واضح و آشکارا شرک ہے"۔ ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (سورۂ مائدہ: آیت ۷۲)

"اور جو کوئی خدا کا شریک بنائے، بے شک خداوند متعال نے اس پر جنت کو حرام قرار دیا ہے"۔

لیکن کلام کا دوسرا حصّہ کہ جو کوئی شریک نہ بنائے اس کے لیے بہشت واجب

ہے۔امام علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا:

یہ سوچ بچار کرنے کا مقام ہے۔ یہ حدیث اس کے حق میں ہے جو معصیتِ خدا کو انجام نہ دے۔ (تفسیر عیاشی: ج۱،ص ۳۵۵؛ بحارالانوار: ج۶۹، ص۹۸، ح۲۰)

ایسا کوئی شرک ہے جو درجہ کفر تک نہ پہنچے؟

عبدالغفار جازی کہتے ہیں: کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا کوئی ایسا کفر ہے جو شرک کے درجہ تک نہ پہنچے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کفر خود شرک ہے۔آپؑ کے بعد اُٹھے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

کسی شخص نے اپنے دوست کے سامنے بیان کی اور چونکہ وہ اس حدیث کو نہیں جانتا، لہٰذا اسلام رد کر دیتا ہے۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ جس کا اس نے کفران کیا ہے لیکن شرک کے درجہ تک نہیں پہنچا ہے۔ (معانی الاخبار: ص ۳۷ا؛ بحار الانوار: ج۶۹، ص۹۶، ح۱۰)

جو عمل ایمان کے ساتھ ہو، اُسے کوئی چیز نقصان نہیں دیتی، کا کیا معنی ہے؟

عمار ساباطی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ابوامید یوسف بن ثابت نے آپؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"جو عمل ایمان کے ساتھ ہو، اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور جو عمل کفر کے ساتھ ہو، وہ مفید نہیں ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ابوامید نے اس حدیث کی تفسیر کا مجھ سے سوال نہیں کیا۔ مذکورہ کلام سے میرا مقصود یہ ہے کہ جو کوئی بھی آلِ محمد علیہم السلام میں امامؑ کی معرفت رکھتا ہو

اور اُسے اپنا ولی (و وارث) قرار دے، پھر وہ جتنی مقدار میں عمل خیر انجام دے گا وہ اُس سے قبول کیا جائے گا اور اُس کا کئی گنا اُسے ثواب ملے گا اور وہ اپنے ان اعمال سے فائدہ اُٹھائے گا جو معرفت کے ساتھ بجالائے ہوں۔

مذکورہ کلام سے میری مراد یہ ہے کہ اسی طرح خداوند متعال اُن بندوں کے اعمالِ صالح کو قبول نہیں کرے گا جو اس نے ظالم (جائر) امام کو اپنا ولی بنا کر کیے ہیں۔

عبداللہ بن ابی یعفور کہتے ہیں: کیا ایسا نہیں ہے کہ خداوند نے فرمایا:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ (سورۂ نمل: آیت ۸۹)

''جو کوئی نیکی کرے گا اُسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ لوگ روزِ قیامت کے خوف سے محفوظ بھی رہیں گے''۔

پس اس کا عملِ صالح کیوں مفید نہیں ہے جس کا ولی امام جائر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ خداوند نے اس آیت میں ''حسنہ'' سے جو ارادہ کیا ہے، وہ کیا ہے؟ یہ حسنہ معرفتِ امامؑ اور اس کی اطاعت ہے۔ بے شک خداوند متعال نے فرمایا ہے:

وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۂ نمل: آیت ۹۰)

''اور جو لوگ برائی کریں گے انھیں منہ کے بل جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ کیا تم جو عمل کرو گے اس کی اس کے علاوہ کوئی جزا پاؤ گے؟''

''سیئہ'' سے مراد اس امام کا انکار ہے جو خدا کی طرف سے (منصوب ہوا) ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی روزِ قیامت اس حالت میں آئے گا کہ اس نے اپنا ولی امام جائر کو بنایا ہو، حق اور ہماری ولایت کا منکر ہو، تو خداوند روز

قیامت اُسے منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔ (امالی شیخ طوسی: ص ۲۶۶؛ بحار الانوار: ج ۴۴، ص ۴۳، ح ۷)

مومن کی علامت کیا ہے؟

کوئی شخص کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولاؑ! مومن کس علامت سے پہچانا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے سامنے تسلیم اور اس پر راضی ہونے سے جس کا اسے سامنا ہو، وہ خوشی ہو یا غمی؟ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۶۲، ح ۱۲)

حدیث اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ کا معنی کیا ہے؟

معاویہ بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں یہ حدیث اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ جو آپؑ سے سنی ہے کہ "مومن نورِ خدا سے دیکھتا ہے" کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ حدیث کون سی ہے؟

میں نے کہا: وہی کہ "مومن نورِ خدا سے دیکھتا ہے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے معاویہ! خداوند نے مومن کو اپنے نور سے خلق کیا ہے اور اسے اپنی رحمت میں غوطہ دیا ہے اور اسے جس دن اپنی اور ہماری ولایت کی شناخت کرنے کے لیے اسے اپنے آپ کو پہچنوایا، اس سے عہد و پیمان لیا۔ پس مومن، مومن کا بھائی ہے۔ ایک ہی ماں باپ سے، اس کا باپ نور اور ماں رحمت ہے۔ پس وہ اس نور سے دیکھتا ہے جس سے خلق ہوا ہے۔ (بصائر الدرجات: ص ۸۰؛ بحار الانوار: ج ۶۴، ص ۷۴، ح ۲)

خداوند نے مومن کو کس چیز کی ضمانت دی ہے؟

مفضل کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے مومن کو ایک ضمانت دی ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ ضمانت کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: خدا نے اسے یہ ضمانت دی ہے کہ اگر وہ ربوبیتِ خدا رسالت و نبوتِ محمدؐ اور امامتِ علیؑ کا اقرار کرے اور جو کچھ اس پر واجب ہوا ہے اسے ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے جوار میں جگہ دے گا۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! یہ ایسی کرامت (احترام) ہے کہ کرامت پسند ہرگز اس کے مشابہ نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا: عمل تھوڑا کرو اور فائدہ زیادہ اٹھاؤ۔ (ثواب الاعمال: ص ۱۵؛ بحار الانوار: ج ۶۴، ص ۱۳۶، ح ۲)

مومن کا عنصر کس چیز سے خلق ہوا ہے؟

صالح بن سہل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، خداوند متعال نے عنصر و طینت مومن کو کس چیز سے خلق کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: انبیاء کے عنصر و طینت سے، لہٰذا وہ ہرگز نجس اور آلودہ نہیں ہوتا، شاید اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شرک و کفر سے آلودہ نہیں ہوگا)۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۳؛ بحار الانوار: ج ۶۴، ص ۹۳، ح ۱۲)

خداوند کے قول فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ ...... کی تفسیر کیا ہے؟

ایک شخص کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت

فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ''پس عنقریب خدا ایک قوم کو لے آئے گا جو اس کی محبوب اور وہ بھی اس سے محبت کرنے والی، مومنین کے سامنے خاکسار اور کافرین کے سامنے سرسخت وقدرت مند ہے'' کا معنی وتفسیر پوچھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے ''موالی'' مراد ہیں۔ (تفسیر عیاشی: ج ۱، ص ۳۲۷؛ بحار الانوار: ج ۶۴، ص ۱۸۱)

مرحوم علامہ مجلسیؒ اس حدیث شریف کی وضاحت میں فرماتے ہیں: ''موالی'' سے مراد ''عجمی'' ہیں۔

فرمانِ خدا مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا سے کیا مراد ہے؟

زرارہؓ کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ ان سے اس آیت مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (جو شخص بھی نیکی کرے گا اسے دس گنا اجر ملے گا) کے معنی کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا یہ ان افراد کو بھی شامل ہے جو ولایت کو قبول نہیں کرتے ہیں یا شامل نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے۔ (بحار الانوار: ج ۶۴، ح ۸)

کیا مومن، مومن کے لیے رحمت ہے؟

اسماعیل بن عمار صیرفی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں کیا مومن، مومن کے لیے رحمت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کیا: کس طرح؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی مومن اپنی حاجت اپنے مومن بھائی کے پاس لے کر جاتا ہے، درحقیقت یہ خدا کی طرف سے ایک قسم کی رحمت ہے کہ جسے خدا نے اس کی طرف بھیجا ہے (اس سے استفادہ کرنے کی فرصت فراہم کی ہے) اور اس کی مغفرت کا سبب قرار دیا ہے۔

پس جب اُس نے اس کی حاجت پوری کی تو اس نے رحمتِ خدا کو قبول کیا ہے اور اگر وہ اس حاجت کو پورا کر سکنے کے باوجود پورا نہیں کرتا تو اس نے اس رحمت کو دھتکارا اور اپنے آپ کو اس سے محروم کیا ہے جو خدا نے اس کی طرف بھیجی ہے۔

خداوند اس رحمت کو روزِ قیامت تک اپنے پاس ذخیرہ کرتا ہے، یہاں تک کہ جس کی حاجت پوری نہیں ہوئی ہے وہ ارادہ کرے یا اسے اپنے لیے قرار دیتا ہے (اور خود اس سے مستفید ہوتا ہے) یا اسے اپنے آپ سے دُور کرتا ہے اور دوسرے کی طرف بھیجتا ہے۔

اے اسماعیل! جب روزِ قیامت برپا ہوگی اور خود اس شخص کو چاہیے کہ وہ اس رحمت کے بارے میں ارادہ کرے اور یہ منزلت اس کے لیے آشکارا ہوئی ہے، تیری نگاہ میں وہ اس رحمت کے ساتھ کیا کرتا ہے؟ کس کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ اس سے بہرہ مند ہو؟

اسماعیل نے کہا: میں گمان نہیں کرتا کہ وہ اس رحمت کو اپنے آپ سے دُور کرے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: گمان نہیں، بلکہ یقین کرلو کہ وہ مذکورہ رحمت کو ہرگز اپنے آپ سے دُور نہیں کرے گا اور اپنے علاوہ کوئی اس سے استفادہ نہیں کرے گا۔

اے اسماعیل! جو کوئی اپنی حاجت اپنے اس بھائی کے پاس لے کر جائے جو اسے پورا کرسکتا ہو لیکن وہ بھائی اس حاجت کو پورا نہ کرے تو خداوند قبر میں اس پر ایک سانپ کو مسلط کردے گا کہ جو قیامت تک اس کے انگوٹھے کو کاٹتا رہے گا۔ خواہ

روزِ قیامت وہ میت بخشی جائے یا اُسے عذاب دیا جائے۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۲۰۶، ح ۱)

کیا غیر مومنین کے لیے بھی ثواب ہے؟

یعقوب بن شعیب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا مومنین کے علاوہ اگر کوئی شخص عمل خیر انجام دیتا ہے تو خدا پر ضروری ہے کہ اس کا اسے ثواب دے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ۲۰۶ ص، ح ۱)

کون سی چیز ایمان کے زائل یا پائدار ہونے کا موجب ہے؟

سعدان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کون سی چیز ایمان کو بندے میں محکم کرتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تقویٰ (گناہوں سے پرہیز)۔

میں نے عرض کیا: کون سی چیز اسے اس سے باہر نکالتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: طمع۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۳۹۷، ح ۵؛ ص ۴۲۲، ح ۱۲؛ ج ۴، ص ۱۰، ح ۴)

مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟

① معلّیٰ بن خنیس کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مومن کے حق کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ستر (۷۰) حقوق ہیں۔ تمہیں صرف سات حقوق بتاؤں گا کیوں کہ میں تجھ پر مہربان ہوں، مجھے ڈر ہے کہ برداشت نہیں کرسکو گے۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں، ان شاء اللہ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ بھوکا ہے تو تم سیر نہ ہو، وہ برہنہ ہو تو تم نہ پہنو۔ اس کی رہنمائی کرو، اور اس کے لیے قمیص کی مانند ہو کہ جو وہ پہنتا ہے (وہ تمھارے پرانے لباس میں سے ہو) اس کے لیے زبان گویا بنو، اس کے لیے اس کی تمنا کرو جس کی اپنے لیے کرتے ہو۔ اگر تمھارے پاس کوئی کنیز ہے تو اسے فروخت کرو تاکہ وہ اپنا بستر وغیرہ مرتب رکھے اور شب و روز اس کی حاجتیں پوری کرنے کی کوشش کرو۔

جب تم نے ایسا کیا تو پھر اس وقت تم نے اپنی ولایت کو ہماری ولایت اور ہماری ولایت کو ولایتِ خدا تک پہنچایا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۲۴۸، ح ۷)

② معلی بن خنیس کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ اَقدس میں عرض کیا: مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سات حق ہیں کہ جو تمام کے تمام واجب۔ جو کوئی بھی ان کی مخالفت کرے گا وہ ولایتِ خدا سے خارج ہوگا اور اس کی اطاعت کو ترک کیا ہے، خداوند کو اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں وہ بیان کریں کہ وہ کون سے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے معلی! مجھے خوف ہے کہ تم وہ انجام نہیں دے پاؤ گے اور محفوظ نہیں کر سکو گے۔ مجھے خوف ہے کہ جاننے کے بعد ان پر عمل نہیں کرو گے۔

میں نے کہا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (یعنی خدا سے مدد لیتا ہوں)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ● ان حقوق میں سے آسان ترین یہ ہے کہ اس (مومن) کے لیے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور اس کے لیے اسی چیز کو ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

● دوسرا حق یہ ہے کہ اس کی حاجت کو پورا کرنے کی کوشش کرو اور اس کی

رضایت کے طالب رہو، نیز اس کی بات کی مخالفت نہ کرو۔

● تیسرا حق یہ ہے کہ اپنی جان، اپنے مال، ہاتھ، پاؤں اور زبان سے اس کے ساتھ تعاون کرو۔

● چوتھا حق یہ ہے کہ اس کی چشم، راستہ، آئینہ اور لباس یعنی اُس کے اسرار کے محافظ بنو۔

● پانچواں حق یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم سیر اور وہ بھوکا ہو، تم پہنو اور وہ برہنہ ہو، تم سیراب ہو اور وہ تشنہ رہے۔

● چھٹا حق یہ ہے کہ اگر تمھاری ہم سر یا کوئی نوکر ہو اور تمھارے دوست کے پاس نہ ہمسر ہو اور نہ نوکر ہو تو اپنے نوکر کو اس کے پاس بھیجو تاکہ وہ اس کا لباس دھوئے، غذا تیار کرے اور بستر بچھائے۔ یہ تمام اعمال ایسی چیز ہیں کہ جس کا تمھارے اور اس کے درمیان معاہدہ ہوا ہے۔

● ساتواں حق یہ ہے کہ اگر تم نے اس کے لیے قسم کھائی ہے تو اپنی قسم پر عمل کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، اس کی تشییع جنازہ میں حاضر ہو، بیمار ہونے کی صورت میں اس کی عیادت کرو، اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنے بدن کو زحمت میں ڈالو اور اس حد تک محتاج نہ کرو کہ وہ ضرورت کے وقت تجھ سے درخواست کرے، اس کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے جلدی کرو۔ پس جب بھی تم نے یہ کام انجام دیے تو تم نے اپنی ولایت کو اُس کی ولایت کے ساتھ متصل کیا ہے (یعنی وہ تمھارا ولی اور دوست ہے اور تم اس کے ولی اور دوست ہو) نیز اُس کی ولایت کو ولایت خدا سے جوڑا ہے (یعنی تم دونوں ولایت خدا میں داخل ہو جاؤ گے)۔ [الخصال: ج ۲، ص ۶؛ بحار الانوار: ج ۷۱، ص ۲۲۴، ح ۱۲]

۞ ابو المامون حارثی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی

خدمت میں عرض کیا: مومن کا مومن پر کیا حق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن کے مومن پر حقوق میں سے من جملہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ قلبی دوستی رکھے، اس کی مالی امداد کرے، اس کی عدم موجودگی میں اس کے خانوادہ کی سرپرستی کرے، دشمن کے خلاف اس کی مدد کرے، چوں کہ مسلمانوں کے درمیان اس کا کوئی حصّہ ہے تو اس کی عدم موجودگی میں اس کا حصّہ دریافت کرے۔ جب فوت ہوجائے تو اس کی قبر کی زیارت کرے، اس پر ظلم نہ کرے، اسے دھوکہ نہ دے، اس کے ساتھ خیانت نہ کرے، اسے جھٹلائے نہیں، اسے اُف تک نہ کہے، اگر اسے اُف کہے تو پس ان دونوں کے درمیان دوستی نہیں رہے گی۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے کہے: تو میرا دشمن ہے، دونوں میں ایک کافر ہوجائے گا۔ اور اگر اس پر تہمت لگائے تو اس کے دل میں ایمان یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں حل ہوجاتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۲۴۸، ح ۷)

۲۔ مفضل کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا: مومن کا اپنے بھائی پر سب سے چھوٹا حق کون سا ہے؟

حضرتؑ نے جواب دیا: یہ ہے کہ جس چیز کا وہ محتاج ہے اسے اپنے ساتھ مخصوص نہ کرے۔ (الخصال: ج ۱، ص ۷، ۸؛ بحار الانوار: ج ۷۱، ص ۳۹۱، ح ۴)

فرمانِ خدا اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى میں دانہ اور گٹھلی سے کیا مراد ہے؟

۱۔ مفضل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى (خدا ہی وہ ہے جو گٹھلی اور دانے کو شگافتہ کرنے والا ہے) کے معنی کے بارے میں سوال کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا: دانہ یعنی مومن، یہ خدا کا قول ہے:

وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِنِّي (ہم نے تم پر اپنی محبت کا عکس ڈال دیا)

اور گنگھلی یعنی کافر کہ جو حق سے دُور ہوا اور اسے قبول نہ کیا۔ (تفسیر عیاشی: ج ۱،ص ۳۰۷، بحار الانوار: ص ۲۴،ص ۹، ح ۲۰)

۲۔ ابن بکیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا مومن کوڑھ اور برص وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا مصیبت مومن کے علاوہ لکھی اور ثابت ہے؟ (اُصولِ کافی: ج ۳،ص ۳۵۷، ح ۲۷؛ بحار الانوار ج ۶۴ ص ۲۲۱، ح ۲۷)

علامہ مجلسیؒ اس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں: اس سے مراد "کیا مصیبت سوائے مومن کے لکھی ہوتی ہے"۔ یہ اکثر اوقات ہے نہ کہ ہمیشہ۔

خداوند نے بندوں پر کون سی چیزیں واجب کی ہیں؟

سلیمان بن خالد کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ خداوند نے اپنے بندوں پر کون کون سی چیزیں واجب کی ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: وحدانیتِ خدا کا اقرار اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پیغمبرؐ ہیں۔ نماز قائم کرنا، خمس ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، خانہ خدا کا حج بجالانا، ماہِ مبارک رمضان کے روزے اور ولایتِ اہلِ بیت علیہم السلام۔ جو کوئی ان اُمور کو بجالائے، استقامت سے کام لے، درمیانے راستے پر چلے اور منکرات سے اجتناب کرے، وہ بہشت میں جائے گا۔ (المحاسن: ص ۲۸۹؛ بحار الانوار: ج ۶۵ ص ۳۸۶، ح ۳۶)

کیا گناہِ کبیرہ کو انجام دینے والا اسلام سے خارج ہے؟

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

ایک شخص کبیرہ گناہ انجام دیتا ہے پھر وہ اور اسی حالت میں مرجاتا ہے، کیا (گناہِ کبیرہ کو انجام دینا) اس شخص کو اسلام سے خارج کردیتا ہے؟ اور اگر اسے عذاب ہو تو کیا اس کا عذاب مشرکین کے عذاب کی مانند ہے۔ یعنی ہمیشہ ہے یا اسے وقتی طور پر عذاب ہوگا اور ختم ہوجائے گا؟

حضرتؑ نے فرمایا: جو کوئی گناہِ کبیرہ انجام دے اور دعویٰ کرے کہ وہ حلال ہے، یہ عمل اسے اسلام سے خارج کردے گا اور اسے سخت عذاب دیا جائے گا، لیکن اگر اقرار کرے کہ اس نے گناہ انجام دیا ہے اور اسی حالت میں مرجائے تو یہ عمل اسے ایمان سے خارج کردے گا، اسلام سے نہیں۔ اس کا عذاب پہلے والے کی نسبت کم تر ہوگا۔

کیا زنا کا مقصد ایمان کو ختم کردیتا ہے؟

صباح بن سیابہ کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ محمد بن عبدہ نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا: کیا زانی زنا کرنے کی حالت میں مومن ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ جب تک وہ شخص اس عورت کے پیٹ پر ہے، اس سے ایمان سلب ہوجاتا ہے اور جب اتر جاتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر یہ ارادہ رکھے کہ وہ دوبارہ زنا کرے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات وہ دوبارہ زنا کا قصد کرتا ہے لیکن نہیں کرتا ہے (زنا کے قصد سے اس کا ایمان سلب نہیں ہوتا ہے)۔ [اُصولِ کافی: ج ۳، ص ۳۸۳، ح ۱۳]

ایمان کس طرح باقی رہتا ہے اور کیسے سلب ہوتا ہے؟

حسین بن نعیم صحاف کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی

خدمت میں عرض کیا: کس طرح سے ہے کہ (بعض اوقات) انسان خداوند کے نزدیک مومن ہے اور اس کا ایمان خدا کے نزدیک ثابت ہے۔ پھر خداوند اس کے بعد اسے ایمان سے کفر کی طرف لے جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: خداعزوجل عادل ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو صرف اپنے اُوپر ایمان لانے کی دعوت دی ہے نہ کفر کی اور کسی کو بھی کفر کی دعوت نہیں دی ہے۔ پس جو کوئی خدا پر ایمان لائے اور اس کا ایمان خدا کے نزدیک ثابت ہوجائے تو پھر خداوندعزوجل اسے ایمان سے کفر کی طرف منتقل نہیں کرتا ہے۔

میں نے عرض کیا: (بعض اوقات) کوئی شخص کافر ہے اور اس کا کفر خدا کے نزدیک ثابت ہے۔ پھر خداوند متعال اسے اس کے بعد کفر سے ایمان کی طرف منتقل کرتا ہے (یہ کیسے ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے تمام انسانوں کو فطرت پر پیدا کیا ہے، نہ کہ کسی شریعت پر وہ ایمان کو سمجھتا ہے اور نہ ہی کفر کو جانتا ہے۔ پھر رسولوںؑ کو بھیجا کہ وہ اس کے بندوں کو خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیں، پس خداوند نے بعض کو (اس وسیلہ سے) ہدایت فرمائی اور بعض کو نہیں فرمائی ہے۔ (اصولِ کافی: ج ۲، ص ۱۲۴، ح ۱؛ بحار الانوار: ج ۱۱، ص ۳۹، ح ۳۹ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ)

کیا فرمانِ خدا یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا منافقوں، گم راہوں اور شیطان کو بھی شامل ہے؟

جمیل کہتے ہیں: طیار نے مجھ سے کہا: شیطان فرشتوں میں سے نہیں تھا، جب کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو ہوا ہے۔ جب شیطان نے کہا کہ میں سجدہ نہیں کروں گا تو پھر شیطان سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے کیوں گناہ گار ہے کیوں کہ وہ

فرشتوں میں سے نہیں تھا۔

وہ کہتے ہیں: میں اور وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوئے۔ خدا کی قسم! اس نے اپنا سوال اچھی طرح سے بیان کرتے ہوئے کہا: آپ پر قربان ہو جاؤں یہ فرمائیں کہ خداوند نے مومنین کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو''۔ کیا منافقین بھی اس خطاب میں شامل ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، گم راہوں کو بھی شامل ہے اور ہر اس کو شامل ہے کہ جس نے (اسلام کی) آشکارا دعوت کا اعتراف کیا ہے۔ شیطان بھی ان لوگوں میں سے تھا کہ جس نے ان (فرشتوں) کے ہمراہ آشکارا دعوت کا اعتراف کیا ہے۔ (اصول کافی: ج ۲، ص ۱۳۹، ح ۱)

جملہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ کس طرح سے آسمانی لکھاریوں کو مشغول کرتا ہے؟

شحام کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ کہتا ہے وہ آسمانی لکھاریوں کو مشغول کر دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کس طرح وہ آسمانی لکھاریوں کو مشغول کرتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کہتے ہیں: ہمارے معبود! ہم غیب نہیں جانتے ہیں، (یعنی جو کچھ تیری شان کے لائق ہے، اسے نہیں جانتے ہیں)۔

خداوند فرماتا ہے: ''اس کو اسی طرح سے لکھو جس طرح سے میرے بندے نے کہا ہے اور اس کا ثواب میرے ذمہ ہے''۔ (ثواب الاعمال: ص ۱۳؛ بحار الانوار: ج ۹۰، ص ۲۱۱، ح ۱۱)

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا معنی اور تفسیر کیا ہے؟

حسین بن علوان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا معنی پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

"یعنی ہمارے اور گناہ کے درمیان خدا کے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہے اور خدا کے علاوہ کوئی بھی چیز اطاعت کرنے اور واجبات کو بجالانے کی قدرت عطا نہیں کرتی ہے"۔ (المحاسن: ص ۴۲؛ بحارالانوار: جلد ۹۰، ص ۱۸۹، جلد ۴۲)

کیا مومن جھوٹا اور خیانت کار ہوسکتا ہے؟

حسین بن محبوب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن بخیل اور خائن نہیں ہوسکتا۔ پھر فرمایا: جھوٹ اور خیانت کے علاوہ ممکن ہے کہ مومن ہر طرح کا مزاج رکھتا ہو۔ (الاختصاص: ص ۲۳۱؛ بحارالانوار: جلد ۷۲، ص ۱۷۲، ح ۱۱)

کس دلیل کی بنا پر دلوں کے درمیان رجحان یا نفرت ہوتی ہے؟

حنان بن سدیر اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بعض اوقات کسی ایسے شخص سے ملاقات ہوتی ہے کہ اس سے پہلے نہ میں اسے جانتا ہوں اور نہ وہ مجھے جانتا ہے، لیکن اپنے دل میں کسی کی محبت کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ جس وقت میں اس کے ساتھ بات کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ وہ بھی میری طرح سے ہے؛ یعنی وہ بھی میری طرح کے احساسات رکھتا ہے اور میرے سامنے اسی بات کا اظہار کرتا ہے، یہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سدیر! آپ نے سچ کہا ہے۔ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت اَبرار و صالحین کے قلوب ایک دوسرے کی طرف رجحان رکھتے ہیں، اگرچہ مذکورہ محبت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے۔ یہ آسمان کے قطرات نہروں کے پانی میں ملنے کی مانند ہیں اور فاجروں و فاسقوں کے دلوں کا ایک دوسرے سے دُور ہونا کہ جس وقت وہ باہم ملاقات کرتے ہیں، اگرچہ وہ محبت و مودّت کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، وہ ایک دوسرے سے دُوری کرتے ہیں، حیوانوں کی مانند ہیں اگرچہ ایک عرصے تک ایک ہی کھرلی سے کھاتے رہے ہوں۔ (امالی طوسی: جلد ۲، ص ۲۵؛ بحارالانوار: جلد ۷۱، ص ۲۸۱، ح ۱)

نجات پانے والوں کی علامات کیا ہیں؟

مفضل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اہلِ نجات کن علامتوں سے پہچانے جاتے ہیں؟ جن کا کردار اُن کی گفتار کے موافق ہو، اُس کی نجات کی گواہی یقینی ہے۔ اور وہ کہ جس کا کردار اُس کی گفتار کے مطابق نہ ہو، اس کا دین ڈانواں ڈول ہو اور اس کا ایمان ثابت نہیں ہے۔ (اُصولِ کافی: جلد ۱، ص ۳۶، ح ۵)

خداوند کے فرمان خُذُوا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ کا معنی کیا ہے؟

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان خُذُوا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ (ہم نے جو کچھ تمھیں عطا کیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑلو) کے معنی کے بارے میں سوال کیا اس سے مراد بدنی قوت ہے یا قلبی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دونوں قوتیں مراد ہیں۔

خداوند کے فرمان اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ کی تفسیر کیا ہے؟

ابنِ عینیہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو) کے معنی و تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

قلب سلیم ایسا قلب ہے کہ جو اپنے پروردگار کے ساتھ اس حالت میں ملاقات کرے کہ اس میں خدا کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو۔

نیز امامؑ نے یہ بھی فرمایا: ہر وہ قلب جس میں شرک یا شک ہو وہ ایک گرا ہوا دل ہے۔ قلب سلیم کے مالک وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے دُنیا میں زُہد و تقویٰ کا ارادہ کیا تاکہ اُن کے دل آخرت کے لیے فارغ ہوں۔ (کافی: جلد ۲، ص ۱۶؛ بحارالانوار: جلد ۶۷، ص ۲۳۹، ح ۷)

تخلیقِ انسان، دین، پیغمبریؐ اور پیغمبروںؑ کے بارے میں سوالات

خدا نے انسان کو کیوں خلق کیا؟

جعفر بن محمد بن عمارہ کہتے ہیں: میرے باپ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا نے انسانوں کو کیوں خلق کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو بے ہودہ اور بغیر کسی وجہ کے خلق نہیں کیا اور نہ ہی اسے کھلا چھوڑا ہے، بلکہ اسے اپنی قدرت وتوانائی کا اظہار کرنے کے لیے خلق کیا ہے تاکہ ان پر اپنی اطاعت فرض کرے اور اس راستے سے اس کی رضایت وخوشنودی کے مستحق ہوں۔ انھیں اس لیے خلق نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ اُٹھائے یا ان کے ذریعے سے اپنے آپ سے کسی نقصان کو دُور کرے، بلکہ انھیں اس لیے خلق کیا کہ انھیں فائدہ پہنچائے اور ابدی نعمت تک پہنچائے۔ (بحارالانوار: جلد۵، ص۳۱۳، ح۲)

فارسی شاعر کہتا ہے:

من نکردم خلق تاسودی کنم
بلکه تا بر بندگان جودی کنم

"میں نے اس لیے خلق نہیں کیا کہ کوئی فائدہ اُٹھاؤں بلکہ بندوں پر سخاوت کرنے کے لیے خلق کیا ہے"۔

کیا خدا نے انسان کو رحمت کے لیے پیدا کیا ہے یا عذاب کے لیے؟

زندیق نے کہا: کیا مخلوق کو رحمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے یا عذاب کے لیے؟

حضرتؑ نے فرمایا: خدا نے انھیں رحمت کے لیے خلق کیا ہے۔ وہ خلق کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ ان میں سے بعض برے اعمال اور اپنے انکار کی وجہ سے جہنم میں

جائیں گے۔

زندیق نے کہا: جن لوگوں نے انکار کیا ہے اور سزا کے مستحق ہوئے ہیں، انھیں خدا عذاب کرے گا، لیکن وہ افراد جو موحد ہیں اور اسے پہچانتا ہے، انھیں کیوں عذاب دے گا؟

حضرتؑ نے فرمایا: منکرِ اُلوہیت کو ابدی عذاب دے گا لیکن الوہیت کا اقرار کرنے والے کو گناہ کی وجہ سے عذاب دے گا، پھر اسے جہنم سے نکالے گا اور تمھارا پروردگار ہرگز کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

آیہ شریفہ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا میں کلمہ 'واصب' کا معنی کیا ہے؟

سماعہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیہ شریفہ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا میں کلمہ 'واصب' کا کیا معنی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: یعنی واجب ہے۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۲، ص ۲۶۲؛ بحار الانوار: جلد ۹۰، ص ۱۳۴، ح ۹)

خداوند نے بندوں پر کون سا دین واجب کیا ہے؟

علی بن ابوحمزہ کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: مجھے یہ بتائیں کہ خداوند نے بندوں پر جو دین واجب کیا اور بندوں کے لیے اسے نہ جاننا جائز نہیں ہے اور اس کے علاوہ وہ ان سے قابلِ قبول نہیں ہے؟ کون سا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دوبارہ بیان کرو۔ اس نے دوبارہ بیان کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کی گواہی دینا کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسولؐ ہیں، نماز بجالانا، زکوٰۃ دینا، خانۂ خدا کا حج بجالانا۔ اور جو

استطاعت و قدرت رکھتا ہے اور ماہ رمضان کے روزے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے سکوت کیا اور دوبارہ فرمایا: اور ولایت۔ اس کا دو بار تکرار کیا۔

اس کے بعد فرمایا: یہ ہیں وہ چیزیں جو خدا نے بندوں پر واجب کی ہیں۔ پروردگار! روز قیامت اپنے بندوں سے نہیں پوچھا گا کہ میں نے جو کچھ تمھارے اُوپر واجب کیا ہے اس سے بیشتر کو کیوں انجام نہیں دیا، لیکن جو کوئی زیادہ بجا لائے گا خداوندا سے اس کا اجر بیشتر دے گا۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچھی اور خوب صورت سنتیں بیان کی ہیں کہ سزاوار ہے کہ لوگ ان پر عمل کریں۔ (اُصولِ کافی: جلد ۳، ص ۳۵، ح ۱۱)

ایمان کی طرف سبقت

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: مجھے اس چیز سے آگاہ کریں جس سے خداوند نے ایمان کی طرف سبقت کرنے والوں کو آگاہ کیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خداوند کا ارشاد ہے: ”تم سب اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اور جسے ان لوگوں کے لیے مہیا کیا گیا ہے جو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں“۔ (سورۂ حدید: آیہ ۲۱)

خداوند متعال کا ارشاد ہے: ”سبقت کرنے والے سبقت کرنے والے ہی ہیں۔ وہی اللہ کی بارگاہ کے مقرب ہیں“۔ (سورۂ واقعہ: آیہ ۱۰ و ۱۱)

خداوند متعال کا ارشاد ہے: ”اور مہاجرین و انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے نیکی میں ان کا اتباع کیا ہے ان سب سے خدا راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں“۔ (سورۂ توبہ: آیہ ۱۰۰)

پس سب سے پہلے مہاجرین کے ساتھ ذکر کیا، کیوں کہ سبقت میں ان کا درجہ مقدم تھا۔ پھر دوسرے گروہ انصار کا ذکر کیا اور پھر تیسرے گروہ تابعین کو نیکی سے بیان کیا، پس ہر کوئی گروہ اپنے درجات اور منازل کی بنا پر آگے بڑھتا ہے۔ اس کے بعد خداوند نے اس چیز کا ذکر کیا ہے جسے اس کے بعض دوستوں اور اولیاء میں سے بعض دوسروں پر برتری دی ہے۔

پس فرمایا: "یقیناً ہم نے بعض انبیاءؑ کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض کے ساتھ خدا نے گفتگو کی ہے اور بعض کو بلند درجات دیے ہیں...... تا آخر آیت"۔

اور فرمایا: "یہ سب رسولؑ وہ ہیں جنھیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات بلند کیے ہیں"۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۲۱)

"آپ دیکھیے کہ ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور پھر آخرت کے درجات اور وہاں کی فضیلتیں تو اور زیادہ بزرگ تر ہیں"۔

فرمایا:

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ

"سب کے پیش پروردگار درجات ہیں"۔

فرمایا:

يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ

"اور صاحبِ فضل کو اس کے فضل کا حق دے گا"۔

فرمایا:

اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (سورۂ توبہ: آیت ۲۰)

(بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں جان اور مال سے جہاد کیا، خدا کے نزدیک ان کا مقام برتر ہے)۔

مزید فرمایا:

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً (سورۂ نساء: آیت ۹۵-۹۶)

"اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں کے مقابلے میں اجرِ عظیم عنایت کیا ہے۔ اس کی طرف سے درجات، مغفرت اور رحمت ہے"۔

فرمایا:

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا (سورۂ حدید: آیت ۱۰)

"تم میں سے فتح سے پہلے انفاق کرنے والا اور جہاد کرنے والا اس کے جیسا نہیں ہو سکتا ہے جو فتح کے بعد جہاد کرے۔ پہلے جہاد کرنے والا کا درجہ بہت بلند ہے"۔

خداوند متعال نے فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ

دَرَجٰتٍ (سورۂ مجادلہ: آیت ۱۱)

''خدا صاحبانِ علم اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات بلند کرنا چاہتا ہے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۂ توبہ: آیت ۱۲۰)

''یہ اس وجہ سے ہے کہ انھیں پیاس لگتی ہے نہ تھکاوٹ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا ارشاد ہے کیوں کہ خدا کسی بھی نیک عمل کرنے والے کے اجر وثواب کو ضائع نہیں کرتا ہے''۔

ایک اور جگہ پر فرمایا:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ

''اور جو کچھ اپنے واسطے پہلے بھیج دو گے خدا کے یہاں مل جائے گا''۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۱۰)

فرمایا:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○ (سورۂ الزلزال: آیت ۷-۸)

''پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرا برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا''۔

مذکورہ بالا جو وضاحت کی گئی ہے یہ خدا کے نزدیک درجات اور منازل ہیں۔

(اصولِ کافی: جلد ۲، ص ۴۰: بحار الانوار: جلد ۲۲، ص ۳۰۸، ح ۹)

خدا نے کیوں پیغمبروںؑ کو لوگوں کی طرف بھیجا؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: خدا نے پیغمبرؐ کو لوگوں کی طرف کیوں بھیجا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تاکہ پیغمبرؐ خدا کے بعد لوگوں کے پاس خدا پر کوئی حجت (بہانہ) باقی نہ ہو اور یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے اور ڈرانے والا نہیں آیا اور اس لیے کہ خدا کے پاس ان پر حجت (دلیل) ہو۔ کیا تم نے خدا کا فرمان کہ جس میں جہنم کے دروغے اہلِ جہنم کے برخلاف دلیل اور حجت پیش کریں گے کہ کیا تمہارے پاس انبیاء نہیں آئے تھے؟

خداوند متعال کا ارشاد ہے:

اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ

(سورۂ ملک: آیت ۸-۹)

"کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ تو وہ کہیں گے آیا تو تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کبھی کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ تم لوگ خود بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو"۔

(بحار الانوار: جلد ۱۱، ص ۳۹، ح ۳۷)

رسالت انبیاءؑ کس طرح ثابت ہوتی ہے؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک زندیق نے جب یہ پوچھا کہ پیغمبروںؑ اور رسولوںؑ کو کس راستے سے ثابت کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ کوئی خالق اور بنانے والا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے برتر ہے اور حکیم و بلند ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کی مخلوق اسے دیکھے یا مس کرے اور کسی واسطہ کے بغیر ایک دوسرے سے ملاقات یا گفتگو کرے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے اس کے کچھ ایسے سفیر ہوں جو اس کی خواہش اور طلب کو اس کی مخلوق اور بندوں کے سامنے بیان کریں اور انھیں ان کے فوائد و مصالح اور تباہی و بربادی کے اسباب کی طرف راہ نمائی کریں۔ پس یہ ثابت ہو گیا کہ خداوند حکیم و دانا کی طرف سے اس کی مخلوق میں نمایندوں کو معین کرنا اور امر و نہی کرنے والوں کا وجود ضروری ہے۔ یہ وہی انبیاءؑ اور اس کی مخلوق میں سے برگزیدہ افراد ہیں۔ یہ ایسے حکیم ہیں کہ جو حکمت سے تربیت ہوئے اور حکمت کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ درحالانکہ وہ خلقت اور جسم میں لوگوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن احوال و اَخلاق میں ان کے شریک نہیں ہیں، خداوند حکیم و دانا کی جانب سے حکمت کے ساتھ تائید شدہ ہیں۔

پھر ہر زمانے میں پیغمبروں کا آنا ان براہین اور دلائل سے ثابت ہوتا ہے جو وہ بیان کرتے ہیں تاکہ زمین اس حجت سے خالی نہ ہو کہ علمی ہو اور اس کی گفتار کے سچ اور اس کی عدالت کے ثابت ہونے پر دلالت کرے۔ (اُصولِ کافی: جلد ۱، ص ۲۳۶، ح ۱)

رسولؐ اور نبیؐ کے درمیان کیا فرق ہے؟

زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے رسولؐ کے بارے میں سوال کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ وہ ہوتا ہے جو فرشتہ کو اس وقت دیکھے جب وہ اپنے پروردگار کی طرف اس کے لیے وحی لے کر نازل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ یوں گفتگو

کرے جیسے تم اپنے دوست کے ساتھ بات چیت کرتے ہو۔

نبیؑ وہ ہوتا ہے جو فرشتے کو نہیں دیکھتا ہے۔ صرف اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ اسے عالم خواب میں دیکھتا ہے۔

میں نے عرض کیا: اسے کہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ خواب میں دیکھ رہا ہے وہ حق ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: خداوند اس کے لیے یوں مطلب بیان کرتا ہے کہ اسے معلوم ہو جائے، وہ حق ہے۔

محدث وہ ہوتا ہے جو صرف آواز کو سنتا ہے اور دیکھتا کچھ نہیں ہے۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۰۸؛ بحار الانوار: جلد ۲۶، ص ۷۵، ح ۲۹)

خداوند نے اپنے پیغمبروںؑ اور آپؑ کو معجزہ عطا کیا ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند نے کس لیے اپنے پیغمبروںؑ اور آپؑ کو معجزہ عطا کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اس لیے کہ اس کو لانے والے کی راست گوئی اور صحیح ہونے پر دلیل ہو۔ وہ ایسی نشانی ہے جو خداوند اپنے انبیاءؑ اور حجتوں کے علاوہ کسی کو عطا نہیں کرتا ہے، تاکہ اس کے وسیلہ سے سچے کی سچائی اور جھوٹے کا جھوٹ ثابت ہو۔ (بحار الانوار: جلد ۱۱، ص ۷۱، ح ۲)

پیغمبروںؑ کو اپنی پیغمبری کا کس طرح سے علم ہوتا ہے؟

مفضلؒ بن عمر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: پیغمبروںؑ کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیغمبرؑ ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: ان کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے۔ (بحار الانوار:

جلد ۲، ص ۲۰۱، ح ۷۹۲)

کیا پیغمبرؐ افضل ہے یا فرشتۂ وحی؟

زندیق نے کہا: کیا پیغمبرؐ افضل و برتر ہے یا کہ وہ فرشتہ جو وحی لے کر اس کے پاس نازل ہوتا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: بلکہ مقامِ پیغمبرؐ افضل و برتر ہے۔

کون سے پیغمبرؐ اُولوالعزم ہیں اور وہ کس طرح اس مقام پر فائز ہوئے؟

سماعہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورۂ احقاف: آیہ ۳۵ پس آپ اسی طرح سے صبر کریں جس طرح اولوالعزم پیغمبروںؑ نے صبر کیا ہے) کا معنی پوچھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: حضرات نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ان پر اور تمام انبیاءؑ پر خدا کا درود و سلام ہو (یہ اُولوالعزم پیغمبرؑ ہیں)۔

میں نے عرض کیا: وہ کس طرح اُولوالعزم بنے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: جب حضرت نوح علیہ السلام کو کتاب و شریعت دے کر بھیجا گیا تو ان کے بعد جو بھی پیغمبر آیا اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب اور شریعت کے مطابق عمل کیا، یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحیفوں کے ساتھ بھیجا گیا اور کتابِ نوحؑ کو ایک طرف کر دیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو بھی پیغمبر آیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کتاب اور شریعت کے مطابق عمل کرتا رہا، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دے کر بھیجا گیا اور اُجرو جوبی کی بنا پر صحفِ ابراہیمؑ کو ایک طرف کر دیا گیا اور حضرت موسیٰؑ کے بعد جو پیغمبرؑ بھی آیا وہ حضرت موسیٰؑ کی کتاب اور شریعت کے مطابق عمل کرتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دے کر بھیجا گیا اور

حضرت عیسیٰؑ کے بعد جو پیغمبرؑ بھی آیا وہ ان کی کتاب اور شریعت کے مطابق عمل کرتا رہا، یہاں تک کہ رسولِ خدا حضرت محمد ﷺ کو بھیجا گیا، وہ اپنی کتاب اور شریعت لے کر آئے۔ اس بنا پر ان کا حلال کیا ہوا روزِ قیامت تک حلال اور ان کا حرام کیا ہوا روزِ قیامت تک حرام ہے۔

یہ ہیں پیغمبروں میں سے اُولوالعزم۔ (بحارالانوار: جلد ۱۰، ص ۵۶، ح ۵۵)

حضرت آدمؑ میں پھونکی جانے والی روح کیسی تھی اور کس طرح سے پھونکی گئی؟

① احول کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس روح کے بارے میں پوچھا جو حضرت آدم علیہ السلام میں پھونکی گئی کہ خداوند کا فرمان ہے: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي (سورۂ حجر: آیہ ۲۹) "پھر جب اسے مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک لوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: روح مخلوق اور خلق شدہ ہے اور جو حضرت عیسیٰؑ میں روح ہے وہ بھی وہی خلق شدہ روح ہے۔ (اُصولِ کافی: جلد ۱، ص ۱۸۱، ح ۱)

② محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوْحِي کے بارے میں سوال کیا کہ وہ پھونکنا کس طرح سے تھا؟

حضرتؑ نے فرمایا: روح متحرک ہوا کی مانند ہے، اس کو اس لیے روح کہتے ہیں کیوں کہ اس کا نام ریح سے مشتق ہے اور چوں کہ ارواح، ہوا کی ہم جنس ہیں، روح کو ریح سے نکالا ہے، اسے اپنی طرف اس لیے نسبت دی ہے کیوں کہ اسے تمام ارواح سے منتخب کیا ہے جیسے کہ گھروں میں سے ایک گھر کے متعلق فرمایا: میرا گھر (وہ خانہ کعبہ

ہے) یا پیغمبروںؑ میں سے ایک پیغمبر کے بارے میں فرمایا: میرا خلیل وغیرہ، یہ سب مخلوق ہیں، وجود میں لائے گئے، پرورش کیے گئے اور تحت تدبیر ہیں۔ (اُصولِ کافی: جلد۱، ص۱۸۱، ح۳)

خداوند کے فرمان عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کا کیا معنی ہے؟

ابوالعباس کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا (سورۂ بقرہ: آیہ۳۱) "ہم نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی" کی تفسیر اور معنی کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: اس سے صحراؤں، نباتات، درختوں اور پہاڑوں کے نام مراد ہیں۔ (بحارالانوار: جلد۱۱، ص۱۴۷، ح۱۹)

حضرت آدم علیہ السلام کا بہشت کیسا تھا؟

حسین بن بشار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام کے بہشت کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: وہ دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا کہ جن پر آفتاب و ماہتاب طلوع کرتے ہیں! اگر وہ بہشت کے جاوداں باغوں میں سے ہوتا تو وہ ہرگز اس سے خارج نہ ہوتے۔ (بحارالانوار: جلد۶، ص۲۸۴، ح۲)

خداوند نے کیوں حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ اور حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ خداوند نے کس وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ اور حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ اور تمام

لوگوں کو ماں باپ سے پیدا کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: تا کہ لوگ قدرتِ خدا کا کمال دیکھیں اور سمجھ لیں کہ خداوند انسان کو باپ کے بغیر اور اسی طرح ماں باپ کے بغیر بھی خلق کر سکتا ہے، نیز خدا نے یہ کام اس لیے بھی کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (بحار الانوار: جلد ۱۱، ص ۱۰۸، ح ۱۶)

کیا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ نے جھوٹ بولا ہے؟

اہل بیت علیہم السلام کے ایک صحابی بنام صالح بن سعید نے روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان کہ جس میں خداوند کا ارشاد ہے: بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوا إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ (سورۂ انبیاء: آیہ ۶۳) بلکہ یہ ان کے بڑے کا کام ہے پس ان سے پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں؛ کے بارے میں سوال کیا؟

حضرتؑ نے فرمایا: فَاسْئَلُوا إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بڑے بت نے یہ کام نہیں کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے عرض کیا: کیسے؟

حضرتؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے کہا: پس ان سے پوچھو اگر وہ بات کرتے ہیں؟ یعنی اگر یہ بت بول سکتے ہیں تو ان کے سب سے بڑے کا کام ہے اور اگر یہ بات نہیں کرتے تو پھر بڑے کا یہ کام نہیں ہے۔ انھوں (بتوں) نے کوئی بات نہیں کی، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جھوٹ نہیں بولا ہے۔

میں نے عرض کیا: خداوند کا فرمان ہے کہ جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا: أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ (سورۂ یوسف: آیہ ۷۰) اے قافلے والو! تم چور ہو؛ کی کیا تفسیر ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: ان لوگوں نے حضرت یوسفؑ کو ان کے باپ سے چوری کیا تھا، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ جب انھوں نے سوال کیا: مَاذَا تَفْقِدُونَ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (سورۂ یوسف: آیہ ۷۱ و ۷۲) تمھارا کیا گم ہو گیا ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے بادشاہ کا پیمانہ گم کیا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ تم نے بادشاہ کا پیمانہ گم کیا ہے۔ اس سے مقصود کہ تم چور ہو، یعنی تم نے یوسفؑ کو ان کے باپ سے چوری کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول کہ انھوں نے کہا: اِنِّیْ سَقِیْمٌ (سورۂ صافات: آیہ ۸۹) میں بیمار ہوں؛ کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام بیمار نہیں تھے اور انھوں نے جھوٹ بھی نہیں بولا ہے، بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ اپنے دین میں (کہ وہ گمان کرتے تھے کہ وہ اس دین پر ہیں اور وہ دین اس قوم کا باطل دین تھا) بیمار ہے (یعنی شک و تردید میں گرفتار ہے)۔ (بحار الانوار: جلد ۱۱، ص ۷۱، ح ۳)

② حسن صیقل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حضرت یوسفؑ کے قول اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (سورۂ یوسف: آیہ ۷۰) کے بارے میں سوال کیا (یہ جھوٹ نہیں تھا)؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! نہ انھوں نے چوری کی ہے اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹ بولا ہے۔

میں نے عرض کیا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ (سورۂ انبیاء: آیہ ۶۳) کا کیا مطلب ہے؟

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، نہ بتوں نے ایسا کیا ہے اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا ہے۔

راوی کہتا ہے: (یہ سوالات و جوابات سننے کے بعد) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

نے فرمایا: اچھا، اے مفضل! ان جوابات کے بارے میں تمھاری کیا نظر ہے؟

میں نے عرض کیا: سوائے تسلیم اور قبول کرنے کے کوئی نظر نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند دو چیزوں کو پسند کرتا ہے اور دو چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔ وہ دو چیزیں جو پسند کرتا ہے، ایک جنگ میں تکبر کے ساتھ چلنا اور دوسری چیز بھلائی کی خاطر جھوٹ بولنا۔ جن دو چیزوں سے غضبناک ہوتا ہے اور نفرت کرتا ہے ان میں سے ایک تکبر سے چلنا اور دوسری بھلائی کے علاوہ جھوٹ بولنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا نہیں فرمایا مگر بھلائی کے لیے اور اس لیے کہ ان پر ثابت کریں کہ بت کچھ بھی نہیں سمجھتے ہیں، اسی طرح حضرت یوسفؑ نے بھی جو کچھ فرمایا، وہ صرف بہتری کی خاطر تھا۔ (سورۂ انعام: آیہ ۷۶)

حضرت ابراہیمؑ کا غیر خدا کو هٰذَا رَبِّيْ کہنے کا کیا معنی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے غیر خدا کے بارے میں حضرت ابراہیمؑ کے قول هٰذَا رَبِّيْ یہ میرا پروردگار ہے؛ کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا انھوں نے اس طرح کی بات کر کے شرک کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی آج اس طرح کی گفتگو کرے گا وہ مشرک ہے لیکن حضرت ابراہیمؑ کا قول شرک شمار نہیں ہوگا کیوں کہ یہ کلام، پروردگار تک پہنچنے کے لیے کی تھی؛ لہٰذا شرک نہیں ہے۔ شاید اس کلام سے مراد یہ ہو کہ حقیقت تک پہنچنے کے لیے دوسروں کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (بحار الانوار: جلد ۱۱، ص ۷۷، ح ۵)

وہ کلمات جن کے ذریعے خداوند نے حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا

مفضلؒ بن عمر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

خداوند کے فرمان: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۲۴) اور جب خدا نے ابراہیمؑ کو کلمات کے ذریعے آزمایا) میں "کلمات" سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہی کلمات ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دریافت کیے اور خداوند نے ان کی توبہ قبول کی۔ وہ کلمات یہ ہیں کہ انھوں نے کہا: "پروردگارا! میں تجھ سے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول کرلو" خداوند نے ان کی توبہ قبول کی، کیوں کہ خداوند توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

پھر میں نے کہا: اے فرزند رسولؐ! فَاَتَمَّهُنَّ سے خدا کا کیا مقصود ہے؟

امام علیہ السلام نے حضرت قائمؑ تک بارہ آئمہؑ کے اسما مکمل کیے کہ ان میں سے نو افراد حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ (بحارالانوار: جلد ۱۲، ص ۶۶، ح ۱۲)

جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ کی تفسیر کیا ہے؟

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کلام خدا جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (سورۂ ہود: آیہ ۶۹) کی کیا تفسیر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکا ہوا گوسالہ لایا اور مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا۔ (بحارالانوار: جلد ۱۲، ص ۱۷۰، ح ۲۸)

فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ...... کا معنی کیا ہے؟

حمران بن اعین کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا: فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ (سورہ نساء آیہ: ۵۴) "یقیناً ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب وحکمت دی اور انھیں عظیم ملک دیا" کے بارے میں سوال کیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:

"کتاب" سے مراد نبوت و پیغمبری ہے۔

میں نے عرض کیا: حکمت کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سمجھنا اور قضاوت ہے۔

میں نے عرض کیا: "ہم نے انھیں عظیم ملک دیا" سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: اس سے مراد اطاعت و بندگی ہے۔(اُصولِ کافی: جلد۱، ص۲۹۰، ح۳)

یعقوبؑ نبیؑ کا حضرت یوسفؑ کے بارے میں غم کس حد تک تھا؟

ہشام بن سالم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں غم کس حد تک تھا؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس ماں کے غم کے برابر جس کے ستر (۷۰) بچے فوت ہوئے ہوں۔

امام علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: جب حضرت یوسف علیہ السلام زندان میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور کہا: خداوند نے آپ اور آپ کے پدر بزرگوار کو (مصیبت میں) مبتلا کیا ہے۔ خدا آپ کو اس زندان سے نجات دے گا، پس آپ خداوند سے محمدؐ اور ان کے اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کا واسطہ دے کر سوال کریں تاکہ وہ آپ کو اس سے نجات عطا کرے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: بارِ الٰہا! میں تیری بارگاہ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ مجھے اس سے جلدی رہا فرما اور میں جس (مشکل) میں ہوں اسے آسان کر۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اے صدیق! آپ کو بشارت ہو کہ خداوند نے

مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ کو خوش خبری دوں کہ آپ اس زندان سے نجات پائیں گے اور اس کے بعد وہ آپ کو مصر کا بادشاہ بنائے گا۔ اس سرزمین کے تمام اشراف کو آپ کا خدمت گار بنائے گا اور آپ اور آپ کے والد کو ملائے گا۔ پس اے صدیق! آپ کو مبارک ہو، آپ خدا کے برگزیدہ اور اس کے برگزیدہ کے بیٹے ہیں۔

صرف وہی رات گزری تھی کہ بادشاہِ مصر نے خواب دیکھا، جس نے اسے خوف زدہ کر دیا۔ اس نے وہ خواب اپنے اطرافیوں کو بتایا اور ان سے اس خواب کی تعبیر کا مطالبہ کیا، لیکن وہ تعبیر نہیں جانتے تھے۔ یہی وہ موقع ہے کہ زندان سے آزاد ہونے والے ایک غلام نے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام ذکر کیا اور کہا:

اے بادشاہ! مجھے زندان میں بھیجیں، کیوں کہ زندان میں ایک ایسا شخص ہے کہ میں نے آج تک علم و دانش، بردباری اور تعبیر خواب میں اس کی مانند نہیں دیکھا ہے۔ آپ اس سے قبل مجھ پر اور فلاں شخص پر غضب ناک ہوئے تھے اور ہمیں زندان میں محبوس کر دیا تھا۔ میں نے زندان میں ایک خواب دیکھا تھا کہ جس کی تعبیر یوسفؑ نے بیان فرمائی تھی، وہی کچھ ہوا جو انھوں نے تعبیر بیان کی تھی۔ میرے فلاں دوست کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور مجھے نجات مل گئی۔

بادشاہ نے اس سے کہا: جلدی جاؤ اور اس کے سامنے میرا خواب بیان کرو۔ وہ غلام حضرت یوسفؑ کے پاس گیا اور کہا: اے یوسفؑ! مجھے اس کی تعبیر بتائیں جس نے خواب میں سات موٹی گائیں دیکھی ہوں؟ حضرت یوسفؑ نے اس خواب کی تعبیر بیان فرمائی۔ جب حضرت کی بتائی ہوئی تعبیر اور پیغام بادشاہ تک پہنچا تو بادشاہ نے کہا: اسے میرے پاس لے آئیں تاکہ میں اسے اپنے لیے مخصوص کروں اور اس کا احترام کروں۔

جب حضرت یوسفؑ تک بادشاہ کا پیغام پہنچا تو انھوں نے فرمایا: میں کیسے

بادشاہ سے احترام کی توقع کرسکتا ہوں کہ جس نے سات سال سے مجھے زندان میں بند رکھا ہے درحالانکہ اسے میرے بے گناہ ہونے کا علم ہے؟

جب یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو اس نے عورتوں کو بلایا اور ان سے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟

انھوں نے کہا: خدا کی قسم، ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی ہے۔ یہی وہ موقع تھا کہ بادشاہ نے کسی کو حضرت یوسفؑ کے پاس بھیجا اور انھیں زندان سے آزاد کیا۔ حضرت یوسفؑ جب بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور بادشاہ نے ان سے گفتگو کی تو وہ ان کے کمالِ عقل و دانش سے خوش ہوا اور ان سے کہا:

اے یوسفؑ! میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا ہے آپ خود اسے بیان کریں، کیوں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ آپ کی زبان سے سنوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کسی کمی و بیشی کے بغیر اس کا خواب بیان کیا۔

بادشاہ مصر نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ پس وہ کون ہے جو ہمارے لیے گندم اکٹھی کرکے محفوظ کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خداوند نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ اس کام کا میں بندوبست کروں۔

بادشاہ نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے۔ پس میری مہر اور تاج و تخت لے لو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سات سال تک گندم اکٹھی کی اور اسے خوشوں سمیت ذخیرہ کیا، جب قحط و خشک سالی کا وقت آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے فروخت کیا۔ انھوں نے پہلے سال گندم کو درہم و دینار کے عوض فروخت کیا، حتیٰ کہ مصر اور اطراف مصر میں کوئی درہم و دینار ایسا نہیں بچا تھا جو حضرت یوسفؑ کی ملکیت نہ ہو۔ انھوں نے دوسرے سال گندم کو زیورات کے عوض فروخت کیا حتیٰ کہ مصر اور اطرافِ مصر میں کوئی

بھی زیور ایسا نہیں تھا جو حضرت یوسفؑ کی ملکیت نہ ہو، انھوں نے تیسرے سال گندم کو حیوانات کے بدلے میں فروخت کیا حتیٰ کہ مصر اور اطرافِ مصر میں کوئی بھی حیوان ایسا نہیں تھا جو حضرت یوسفؑ کی ملکیت نہ ہو، انھوں نے چوتھے سال میں گندم کو غلاموں اور کنیزوں کے عوض میں فروخت کیا حتیٰ کہ مصر اور اطرافِ مصر میں کوئی بھی ایسا غلام یا کنیز ایسی نہیں تھی کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی ملکیت نہ ہو، انھوں نے پانچویں سال گندم کو گھروں اور جائیدادوں کے عوض میں فروخت کیا حتیٰ کہ مصر اور اطرافِ مصر میں کوئی بھی گھر یا جائیداد ایسی نہیں تھی کہ جو حضرت یوسفؑ کی ملکیت میں نہ ہو: انھوں نے چھٹے سال میں گندم کو باغ و بُستان کے عوض میں فروخت کیا حتیٰ کہ مصر اور اطرافِ مصر میں کوئی بھی باغ ایسا نہیں تھا کہ جو حضرت یوسفؑ کی ملکیت نہ ہو اور ساتویں سال انھوں نے گندم کو اپنی غلاموں کے عوض میں فروخت کیا حتیٰ کہ مصر اور مصر کے اطراف و اکناف میں کوئی بھی غلام ایسا نہیں تھا کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی ملکیت میں نہ ہو۔

اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے کہا: اب بتاؤ کیا کروں کہ خداوند نے سب کا اختیار مجھے عطا کیا ہے؟

بادشاہ نے کہا: آپ بہتر جانتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ نے فرمایا: میں خدا کو گواہ بناتا ہوں اور اے بادشاہ! تمھیں بھی گواہ بناتا ہوں، میں تمام اہلِ مصر کو آزاد کرتا ہوں، ان کے غلام اور ان کی جائیدادیں انھیں واپس کرتا ہوں اور مہر اور تخت و تاج تمھیں لوٹاتا ہوں البتہ اس شرط کے ساتھ کہ میری روش اور سیرت پر عمل کرو گے۔ میرے حکم کے سوا کوئی حکم نہیں کرو گے، کیوں کہ خداوند نے انھیں میرے ذریعے نجات عطا کی ہے۔

بادشاہ نے کہا: وہ میرا دین اور میرے لیے افتخار ہے اور میں اقرار کرتا ہوں خدائے وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور یہ کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ اس

کے بعد حضرت یوسفؑ کے پدر بزرگوار اور بھائیوں کے ساتھ وہی کچھ ہوا جو میں بیان کر چکا ہوں۔ (بحار الانوار: جلد ۱۲، ص۹۱، ح ۷۶)

کنویں میں حضرت یوسفؑ کی دعا کیا تھی؟

ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت یوسفؑ کی کنویں میں دعا کیا تھی؟ کیوں کہ اس بارے میں ہمارے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت یوسف علیہ السلام کنویں میں تھے اور آپؑ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے تو آپؑ نے کہا: اے میرے معبود! اگر میرے گناہوں اور خطاؤں نے میرا چہرہ آپ کے لیے ناپسند کر دیا ہے اور اس چیز کا باعث بنے ہیں کہ میری آواز کو اپنی طرف نہ لے جاؤ اور میری دعا کو قبول نہ فرماؤ تو میں تمہیں پیرمرد حضرت یعقوبؑ کا واسطہ اور قسم دیتا ہوں کہ تو اس کی کمزوری و ناتوانی پر رحم فرما اور ہم دونوں کو اکٹھا کر دے؛ یقیناً تو میری وجہ سے ان کے حزن و غم اور میرے لیے ان کے شوق سے آگاہ ہو۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد امام علیہ السلام نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں: اے میرے معبود! اگر میرے گناہوں اور خطاؤں نے میرا چہرہ آپ کے لیے ناپسند کر دیا ہے اور اس کا باعث بنے ہیں کہ میری آواز اُوپر نہ لے جاؤ تو میں تجھے تیری ذات کی قسم دے کر التجا کرتا ہوں کہ تیری مانند کوئی چیز نہیں ہے اور تیرے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو پیغمبرِ رحمت ہیں، کے ذریعے تیری بارگاہ میں توسل کرتا ہوں، اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ!

راوی کہتا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: آپ یہ دعا پڑھیں اور

اس کا بہت زیادہ تکرار کریں، کیوں کہ میں نے اکثر بڑی بڑی مشکلات میں اسے پڑھا ہے۔ (امالی صدوق: ص ۳۰۳، ح ۴)

کیا حضرت عیسیٰؑ کو بھی اس غم کا سامنا کرنا پڑا جس کا عام لوگوں کو کرنا پڑتا تھا؟

عبداللہ بن سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ایسی تکالیف برداشت کرنا پڑتی تھیں کہ جن کا عام لوگوں کو سامنا کرنا پڑتا تھا؟ (یعنی عام لوگوں کی مانند ان کو بھی مختلف بشری حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا یا نہیں؟)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اتفاقاً انھیں بچپنے میں بڑوں کی اور بڑھاپے میں بچوں کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور وہ مریض بھی ہوتے تھے۔ بعض اوقات انھیں بچپنے میں پہلو میں درد ہوتا تھا کہ جو بوڑھوں کا مرض ہے، وہ اپنی والدہ گرامی سے فرماتے: شہد، کلونجی اور روغن کو مخلوط کر کے ان کی معجون بنائیں اور مجھے دیں۔ جب ان کی والدہ محترمہ یہ معجون بنا کر لائیں تو انھوں نے اسے کھانے سے اظہارِ نفرت کیا، ان کی والدہ ماجدہ نے کہا: آپ یہ دوا کیوں نہیں پسند کر رہے حالاں کہ آپ نے خود مانگی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آپ یہ دوا لے آئیں، میں نے اسے علم نبوت سے بیان کیا ہے اور میں نے بچپنے کی طبیعت کے باعث اس سے اظہارِ نفرت کیا ہے۔ انھوں نے (بچوں کی طرح) دوا کو سونگھا اور کھا لیا۔

یہ حدیث اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ ولادت کے لحاظ سے تمام لوگوں سے فرق کرتے ہیں لیکن بشری طبیعت کے اعتبار سے تمام

لوگوں کی مانند تھے، ان کا مخصوص طریقے سے دنیا میں آنا اور اعجازی پہلو اس بات کا باعث نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی عظیم المرتبہ شخصیت کو کسی دوسرے اعتبار سے دیکھا جائے اور انھیں خدا سمجھا جائے۔ (بحارالانوار: جلد ۱۴، ص ۲۵۳، ح ۴۶)

جن لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ نے زندہ کیا وہ اس کے بعد زندہ رہے؟

ربان بن تغلب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندہ کیا ہو اور اس نے زندہ ہونے کے بعد دنیا میں زندگی گزاری ہو؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک دوست تھے کہ جن کے ساتھ انھوں نے خدا کے لیے بھائی چارہ قائم کیا تھا، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر اپنے دوست کے گھر کے قریب سے ہوتا تو وہ ضرور ان کے گھر جاتے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ کافی عرصہ تک حضرت عیسیٰؑ کی اپنے دوست سے ملاقات نہ ہوئی۔ ایک دن وہ ان کے گھر کے قریب سے گزرے تو انھیں سلام کرنے کی غرض سے ان کے گھر گئے۔ ان کی والدہ گھر سے باہر آئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس خاتون سے اس کے بیٹے کے بارے میں پوچھا۔ اُس نے کہا: اے رسولِ خدا! وہ فوت ہو چکا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: کیا یہ پسند کرتی ہو کہ اسے دوبارہ دیکھو؟

اس خاتون نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں کل آؤں گا اور خدا کے اذن اور اجازت سے اسے زندہ کروں گا۔ جب اگلا دن ہوا تو نبیؑ آئے اور اس خاتون سے کہا: آئیں اور آپ کے بیٹے کی قبر پر چلیں، وہ دونوں اس شخص کی قبر پر پہنچے؛ حضرت نے وہاں پر کھڑے ہو کر

دعا فرمائی اور خداوند سے اس کے زندہ ہونے کی التجا کی۔

قبر کھلی اور اس کا بیٹا زندہ ہوا، جب اس خاتون کی نگاہ اپنے بیٹے پر پڑی اور اس بیٹے نے اپنی ماں کو دیکھا تو دونوں نے گریہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو ان پر رقت طاری ہوگئی۔ انھوں نے اپنے دوست سے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ اس دنیا میں اپنی ماں کے ساتھ رہو؟

اُس نے کہا: اے پیغمبرؑ خدا! کیا رزق و روزی، کھانے پینے اور ایک مدت تک یا رزق و روزی، کھانے پینے اور مدت کے بغیر؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بیس سال زندہ رہو گے اور تمھیں رزق و روزی اور کھانا پینا نصیب ہوگا، تم شادی کرو گے اور تمھاری اولاد بھی ہوگی۔ اُس نے کہا: اگر اس طرح سے ہے تو بہت اچھا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے اس کو والدہ کو دیا، اس نے بیس سال عمر بسر کی، شادی کی اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔ (بحارالانوار: جلد ۱۴، ص ۲۳۳، ح ۳)

کیا مجوسیوں کا کوئی پیغمبر تھا؟

① ایک صحابی کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مجوسیوں کے بارے میں سوال ہوا: کیا مجوسیوں کا کوئی پیغمبر تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (ان کا پیغمبر تھا) کیا تم نے رسول اکرمؐ کے اس خط کا واقعہ نہیں سنا ہے جو آپؐ نے اہل مکہ کے نام لکھا تھا؟ آپؐ نے انھیں لکھا تھا کہ تو اسلام لے آ، ورنہ میں تمھارے ساتھ جنگ کروں گا۔

انھوں نے آن حضرتؐ کے نام لکھا: آپؐ ہم سے جزیہ (باج) لے لیں اور

ہمیں چھوڑ دیں کہ ہم بتوں کی پرستش جاری رکھیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میں نے جزیہ صرف اہل کتاب سے لیا ہے۔

ان لوگوں نے آن حضرتؐ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے لکھا:

آپؐ نے دعویٰ کیا کہ آپ صرف اہل کتاب سے جزیہ لیتے ہیں، حالاں کہ آپ نے منطقہ ہجر (بحرین کا ایک قصبہ) کے مجوسیوں سے باج وصول کیا ہے۔

آں حضرتؐ نے انھیں جواب تحریر کیا: مجوسیوں کا پیغمبر تھا کہ جسے ان لوگوں نے قتل کر دیا ان کی کتاب بھی تھی کہ جسے ان لوگوں نے جلا دیا تھا۔ وہ کتاب ان کا پیغمبرؐ ان کے پاس لے کر آیا تھا۔ (بحارالانوار: جلد ۱۴، ص ۴۶۳، ح ۲۸)

(۲) زندیق نے کہا: آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ کیا خدا نے مجوسیوں کے لیے پیغمبر بھیجا تھا؟ کیوں میں نے ان کے پاس محکم و پائے دار کتابیں فصیح و بلیغ نصیحتیں اور مفید و شافی مثالیں دیکھی ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ ثواب و عقاب کا بھی اقرار کرتے ہیں، ان کے مذہبی پروگرامز بھی ہیں کہ جن پر وہ عمل کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے کہ خداوند نے جس کے لیے کوئی ڈرانے والا نہ بھیجا ہو۔ خدا نے ان کے لیے پیغمبر کو کتاب دے کر بھیجا، لیکن ان لوگوں نے اس پیغمبر کی نبوت کا انکار کیا اور کتاب کو رد کر دیا۔

سائل نے کہا: وہ پیغمبر کون ہے؟ کیوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خالد بن سنان ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خالد ایک صحرائی عرب تھا، وہ پیغمبر نہیں تھا، یہ ساری لوگوں کی باتیں ہیں، اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اُس نے کہا: کیا وہ زرتشت ہے؟

اُس نے کہا: وہ ان لوگوں کے لیے زمزمے (اوراد) لایا اور اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ ایک گروہ اس پر ایمان لے آیا اور ایک نے انکار کیا اور اسے شہر بدر کر دیا کہ

جسے درندے کھا گئے۔ (بحارالانوار: جلد ۱۰، ص ۱۷۶-۱۷۹)

کیا مجوسی اپنے زمانے میں حق کے قریب تھے یا عرب؟

زندیق کہتا ہے: مجھے یہ بتائیں کہ کیا مجوسی اپنے زمانے میں حق کے قریب تر تھے یا عرب؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جاہلیت کے دوران عرب، مجوسیوں کی نسبت زیادہ دین و حق کے قریب تھے، کیوں کہ مجوسیوں نے تمام پیغمبروں اور کتابوں کو جھٹلایا اور ان کے دلائل کو رد کیا ہے نیز انھوں نے ان کے آثار اور سنتوں میں کسی کو نہیں اپنایا ہے۔ مجوسیوں کے بادشاہ کیخسرو نے پہلے دور میں تین سو پیغمبروں کو قتل کیا ہے۔ مجوسی غسلِ جنابت نہیں کرتے تھے جبکہ عرب غسل کرتے تھے۔ غسل کرنا دینِ حنیف (دینِ ابراہیمؑ) کی شریعتوں میں سے ایک شریعت ہے۔ مجوسی ختنہ نہیں کرتے تھے، درحالانکہ یہ پیغمبروںؑ کی ایک سنت ہے۔ سب سے پہلے یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انجام دیا تھا۔ مجوسی اپنے مردوں کو غسل دیتے تھے نہ کفن پہناتے تھے درحالاں کہ عرب یہ کام کرتے تھے۔ مجوسی اپنے مردوں کو صحرا میں پھینک دیتے تھے جبکہ عرب اپنی میتوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے اور ان کے لیے لحد بناتے تھے اور یہ پیغمبروںؑ کی سنت تھی۔

سب سے پہلے جس کی قبر کھودی اور لحد بنائی گئی وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ مجوسی اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے ہم بستری کرتے تھے اور عرب اسے حرام سمجھتے تھے۔ مجوسی خانہ کعبہ کا انکار کرتے تھے اور اسے خانہ شیطان سمجھتے تھے درحالاں کہ عرب حج بجا لاتے اور اس کے اردگرد طواف کرتے تھے نیز اس کا احترام کرتے تھے اور کہتے تھے:

"ہمارے پروردگار کا گھر، اسی توریت و انجیل کو مانتے تھے۔

اہل کتاب سے سوال کرتے تھے اور اپنی بہت سی تعلیمات ان

سے حاصل کیں۔ اس بنا پر عرب ہر اعتبار سے مجوسیوں کی نسبت دینِ حنیف (دین ابراہیمؑ) کے نزدیک تر تھے"۔ (بحارالانوار: جلد ۱۰، ص ۱۷۹)

مغضوب اور گمراہ کون ہیں؟

معاویہ بن وہب کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (سورۂ حمد: آیہ ۷) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جن پر غضب ہوا وہ یہودی اور جو گمراہ ہوئے وہ نصاریٰ تھے۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۱، ص ۲۳؛ بحارالانوار: جلد ۸۹، ص ۲۴۰، ح ۴۷)

مانی کی داستان کیا ہے؟

زندیق کہتا ہے: مانی کی داستان کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مانی ایسا محقق تھا جس نے مجوسیوں کے کچھ عقائد اور احکام لے کر نصرانیت کے ساتھ ملائے تھے اور دونوں میں اشتباہ کیا اور دونوں مذہبوں میں سے کسی کو بھی اختیار نہیں کیا۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ دنیا دو خداؤں کے تدبیر کا نتیجہ ہے کہ جو نور و ظلمت ہیں اور ظلمت کے حصار میں ہے جیسا کہ میں نے کہا۔ پس نصاریٰ نے اسے جھٹلایا اور مجوسیوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ (بحارالانوار: جلد ۱۰، ص ۱۷۷)

رسولؐ خدا اور آپؐ کے احوال کے بارے میں سوالات

maablib.org

کیا رسولؐ خدا اولادِ آدمؑ کے سردار ہیں؟

حسین بن عبداللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولادِ آدمؑ کے سرور و آقا ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! خدا نے جو کچھ خلق کیا ہے آپؐ سب کے آقا و سرور ہیں۔ خداوند نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی مخلوق خلق نہیں فرمائی۔ (بحارالانوار: جلد ۱۶، ص ۳۶۸، ح ۷۶)

کیا رسولؐ خدا نے حجۃ الوداع کے علاوہ بھی کوئی حج بجالایا ہے؟

عمر بن زید کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے علاوہ بھی کوئی حج بجالایا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، انھوں نے بیس مرتبہ حج بجالایا ہے۔ (فروع کافی: جلد ۱، ص ۲۳۵؛ بحارالانوار: جلد ۲۱، ص ۴۰۰، ح ۳۰)

رسولؐ خدا کو وحی کا کیسے یقین ہوتا تھا؟

زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: رسولؐ خدا کیوں خوف زدہ نہیں ہوئے کہ ان کے پاس جو کچھ آیا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے، بلکہ مطمئن تھے کہ وہ خدا کی جانب سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خداوند کسی شخص کو اپنی بندگی و پیغمبری کے لیے منتخب کرتا ہے تو اُس پر اطمینان، سکون اور متانت کو نازل کرتا ہے، لہٰذا جو کچھ خدا کی طرف سے آپؐ پر نازل ہوتا تھا وہ ایسے تھا کہ جیسے آپؐ اپنی آنکھ سے دیکھ رہے

ہیں۔(بحارالانوار: جلد ۱۸، ص ۲۶۲، ح ۱۶)

فرمانِ خدا وَ کَذٰلِکَ اَوحَینَا اِلَیکَ رُوحاً مِن اَمرِنَا کا معنی کیا ہے؟

اَسباط بن سالم کہتے ہیں: میری موجودگی میں ایک مجوسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے وَ کَذٰلِکَ اَوحَینَا اِلَیکَ رُوحاً مِن اَمرِنَا "جس طرح ہم نے پہلے والے پیغمبروں پر وحی نازل کی، اسی طرح آپ کے اُوپر بھی اپنے حکم سے روح کو نازل کیا ہے" کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

جب سے خداوند نے اس روح کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا ہے وہ آسمان کی طرف بلند نہیں ہوئی اور وہ ہمارے وجود میں بھی ہے۔(اُصولِ کافی: جلد ۱، ص ۲۷۳؛ بحارالانوار: جلد ۱۸، ص ۲۶۵، ح ۲۴)

کیا نزولِ وحی کے وقت رسولؐ خدا بے ہوش ہو جاتے تھے؟

حضرت امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا کہ جس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتے تو وہ بے ہوش ہو جاتے تھے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایسا نہیں ہے، بلکہ حضرت جبرئیلؑ جب بھی آن حضرتؐ کے پاس آتے تھے، پہلے ان سے اجازت لیتے تھے۔ وہ جب بھی آں حضرتؐ کے پاس آتے تو ایک غلام کی مانند آپؐ کے سامنے بیٹھ جاتے؛ لیکن جو حالت تم نے بیان کی ہے یہ اس وقت ہوتی تھی جب خداوند آپؐ کے ساتھ کسی واسطے کے بغیر گفتگو کرتا تھا۔

یہ حدیث ابنِ ادریس نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد بن حسین بن زید اور انھوں نے حسین بن علوان سے، انھوں نے عمر بن ثابت سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔(کمال الدین: ص ۵۱؛ بحارالانوار: جلد ۱۸،

ص۲۶۰، ح۱۲)

خداوند کے فرمان هٰذَا نَذِيْرٌ مِنَ النُّذُرِ الْأُولٰى کا کیا معنی ہے؟

علی بن معمر اپنے پدر سے روایت کرتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان هٰذَا نَذِيْرٌ مِنَ النُّذُرِ الْأُولٰى (سورۂ نجم: آیہ ۵۶) "بے شک یہ پیغمبر بھی اگلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے" کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، کیوں کہ وہی تو تھے جنھوں نے عالم ذر (عَالَمِ اَلَسْتُ) میں انسانوں کو خدا کا اقرار و اعتراف کرنے کی دعوت دی۔

(بحار الانوار: جلد ۱۵، ص ۳، ح ۳)

کون سا معجزہ حضرت محمدؐ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے؟

روایت نقل ہوئی ہے کہ یہودیوں کی ایک قوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور آن حضرت سے سوال کیا: کون سا معجزہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ان پر نازل ہونے والی کتاب کہ جو تمام آسمانی کتابوں پر غالب ہے (کہ جن میں تحریف وتغییر واقع ہوئی ہے) وہ ایسی کتاب ہے کہ جو ہر دیکھنے والے کو حیران کر دیتی ہے۔ مزید یہ کہ حرام وحلال وغیرہ میں سے جو کچھ اس کے اختیار میں دیا گیا ہے اگر ہم ان سب کو بیان کرنا چاہیں تو گفتگو بہت طولانی ہو جائے گی۔

یہودیوں نے کہا: ہمیں کہاں سے معلوم ہوگا کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے؟ (اور یہ کتاب اور یہ حلال وحرام خدا کی طرف سے نازل ہوئے ہیں؟)

حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کہ جن کا بچپنا تھا، اس محفل میں موجود تھے نے فرمایا:

ہمیں کہاں سے معلوم ہوگا کہ جو کچھ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نقل کر رہے ہو، یہ واقعا حضرت امام عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے؟

یہودیوں نے کہا: کیوں کہ راست گو اور سچے افراد نے اُسے نقل کیا ہے اور ہم نے ان سے سنا ہے۔

حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ نے فرمایا: میں نے جو کچھ تمھیں بتایا ہے اس کے درست ہونے کی تائید اس کی خبر سے کر سکتے ہیں کہ خداوند نے جسے کسی استاد اور ناقل کے بغیر آگاہ کیا ہے۔

یہودیوں نے جب یہ دیکھا (اور سنا) تو کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ آئمہ ہدایت اور خدا کی جانب سے اس کے بندوں پر حجتیں ہیں۔

یہ ہی وہ موقع تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کے بعد فرمایا: "میرے بعد تم امر کو قائم کرنے والے ہو"۔

یہی وجہ ہے کہ مذہب واقفیہ کے پیروکاروں نے کہا کہ حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ زندہ ہیں اور وہی قائم ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مسلمان ہونے والے یہودیوں کو خلعتیں عطا فرمائیں اور پیسے اور ہدیہ جات دیئے۔ وہ مسلمان ہونے کے بعد آں حضرتؑ کی خدمت سے رخصت ہوئے۔

البتہ اس مطلب میں (کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قائم سے موصوف ہیں)

کوئی شک وشبہ نہیں ہے، کیوں کہ ہر امام اپنے پدر بزرگوار کے امر کو قائم کرنے والا ہے لیکن وہ قائمؑ جو زمین کو عدل وانصاف سے پُر کردیں گے وہ حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرزند دلبند حضرت مہدی علیہ السلام ہیں۔ (بحارالانوار: جلد ۱۰، ص ۲۴۴، ح ۳)

کیا رسولؐ خدا کھانا کھاتے وقت کسی چیز کا سہارا لیتے تھے؟

ابو خدیجہ کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ بشیر دھان نے آن حضرت سے سوال کیا:

کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کے دوران دائیں یا بائیں طرف کسی چیز کا سہارا لیتے تھے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا کھانے کے دوران دائیں یا بائیں طرف کسی چیز کا سہارا نہیں لیتے تھے، بلکہ آپؐ ایک غلام کی طرح بیٹھتے تھے اور کھانا کھاتے تھے۔

میں نے پوچھا: آپؐ ایسے کیوں بیٹھتے تھے؟

حضرتؑ نے فرمایا: خداوند کی بارگاہ میں تواضع و انکساری کی وجہ سے۔

(بحارالانوار: جلد ۱۶، ص ۲۶۲، ح ۵۳)

رسولؐ خدا کی غذا کیا تھی؟

ابو اُسامہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم نے یہ سنا ہے کہ رسولؐ خدا نے تین دن گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی ہے؟

میں نے عرض کیا: وہ کیا تناول فرماتے تھے؟

حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی، اگر وہ آپؐ کو

مل جاتی۔ کھجور آپؐ کے لیے حلوہ تھا اور ایندھن کے لیے کھجور کے پتے جلاتے تھے۔

(امالی الطوسی: جلد ۲، ص ۲۷۶؛ بحارالانوار: جلد ۶۷، ص ۳۱۸، ح ۳۱۲)

رسولِ خدا کو کس چیز سے کفن دیا گیا؟

زید شحام کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ رسولِ خدا کو کس چیز سے کفن دیا گیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کپڑے کے تین ٹکڑوں سے، دو ٹکڑے صحاری کپڑے کے اور ایک برد حبری (دھاری دار چادر) سے۔

جوہری کہتا ہے: صحار عمان کا ایک قریہ ہے اور یہ کپڑا وہاں سے منسوب ہے۔ کہا گیا ہے کہ صحاری، صحرہ سے ہے جیسے غبرہ ہے، یعنی ہلکا سرخ رنگ: اس بنا پر صحاری پیراہن یعنی ایسا پیراہن جو ہلکے سرخ رنگ کا ہو۔

رسولِ خدا کے لیے کتنی بیویاں کرنا جائز تھیں؟

حلبی کہتے ہیں: ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے اس فرمان يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ (سورۂ احزاب: آیہ ۵۰) "اے پیغمبرؐ! ہم نے آپؐ کے لیے آپؐ کی ان بیویوں کو حلال کر دیا ہے جن کا آپؐ نے حق مہر ادا کیا ہے" کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا کہ رسولِ خدا کے لیے کتنی بیویاں کرنا جائز تھیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جتنی آپؐ چاہتے۔

میں نے عرض کیا: خداوند کے فرمان: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ (سورۂ احزاب: آیہ ۵۲) (اس کے بعد آپؐ کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان بیویوں کو بدل لیں) کا معنی کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا کے لیے اپنے چچا، پھوپھی، ماموں

اور خالہ کی بیٹیوں اور اسی طرح اپنی ازواج کے چچا، ماموں، پھوپھی اور خالہ کی بیٹیوں کے ساتھ کہ جنھوں نے ان کے ساتھ ہجرت کی، شادی کرنا جائز ہے اور رسولؐ خدا کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ مؤمنین میں سے کسی کی بیٹی کے ساتھ حق مہر کے بغیر نکاح کریں اور وہی ہے کہ جو بخشنے کی صورت میں ہے، اس طرح کا نکاح رسولؐ خدا کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے بلکہ حق مہر کا ہونا ضروری ہے۔

یہ وہی فرمانِ خدا ہے کہ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (سورۂ احزاب: آیہ ۵۰) "اور اس مومنہ عورت کو جو اپنا نفس نبی کو بخش دے"۔ چنانچہ رسولؐ خدا چاہیں تو اسے اپنی زوجیت میں لے سکتے ہیں۔

میں نے کہا: خدا کے اس فرمان: تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ (سورۂ احزاب: آیہ ۵۱) (ان میں سے جس کو آپ چاہیں الگ کرلیں) کا کیا معنی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ اس کے بعد آپؐ کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں" یہ کہ اپنے پاس جگہ دی اور اپنی زوجہ بنایا اور یہ کہ تاخیر کی اور اپنی ہمسر نہیں بنایا ہے"۔

میں نے کہا: خداوند کے اس فرمان: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ ...... (سورۂ نساء: آیہ ۲۳)" اس کے بعد دوسری عورتیں تمھارے لیے حلال نہیں ہیں؛ کا معنی کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اس آیت سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس آیت میں حرام کی گئی ہیں، آپ پر حرام ہوئی ہیں تمھاری مائیں، بہنیں اور بھتیجیاں ۔۔۔ تا آخر آیت۔

اگر مطلب وہی ہوتا جو انھوں نے کہا ہے (تو اس صورت میں) جو کچھ تمھارے لیے حلال ہوا ہے وہ آں حضرت کے لیے حلال نہ ہوتا، کیوں کہ تم میں سے جو

کوئی جس وقت چاہے اپنی بیویوں کو دوسرے کی بیویوں سے تبدیل کرلے، لیکن ایسا نہیں ہے کہ جو وہ کہتے ہیں۔ (فروع کافی: جلد ۲، ص ۲۴؛ بحارالانوار: جلد ۲۲، ص ۲۰۶، ح ۲۸)

فرمانِ خدا هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ ...... کا معنی کیا ہے؟

زید شحام کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورۂ ص: آیہ ۳۹) "یہ سب ہماری عطا ہے اب چاہے لوگوں کو دے دو یا اپنے پاس رکھو تم سے حساب نہیں ہوگا" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے حضرت سلیمانؑ کو ایک عظیم سلطنت عطا فرمائی (یہ آیت اس کے بارے میں ہے) پھر یہ آیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جاری ہوئی۔ پس انھیں اختیار ہے کہ وہ جو چاہیں اور جس کو چاہیں بخش دیں اور جس سے چاہیں واپس لے لیں۔ خداوند نے انھیں اس سے بہتر عطا کیا جو جناب سلیمانؑ کو عطا فرمایا تھا، کیوں کہ خداوند کا فرمان ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

(سورۂ حشر: آیہ ۷)

"اور جو کچھ بھی رسول تمھیں دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ"۔

پس حضرت سلیمانؑ کے اختیارات مالِ دُنیا کے بارے میں تھے اور رسولِ خدا کے اختیارات دینی اُمور کے بارے میں بندوں کو امر و نہی کرنے سے متعلق ہیں۔

(اصولِ کافی: جلد ۲، ص ۹، ح ۱۰)

رسولؐ خدا کو کتنی مرتبہ معراج پر لے جایا گیا؟

علی بن حمزہ کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابو بصیرؓ نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، رسولؐ خدا کو کتنی مرتبہ معراج پر لے کر گئے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دو مرتبہ، پس حضرت جبرئیلؑ نے انھیں ایک مقام پر کھڑا کیا اور کہا: اے محمدؐ! اپنی جگہ پر رُک جائیں، کیوں کہ آپؐ ایسے مقام پر کھڑے ہیں کہ جہاں پر نہ کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی پیغمبر کھڑا ہوا ہے، بے شک آپؐ کا پروردگار۔

اس نے کہا: وہ فرما رہا ہے: سبوح قدوس، میں ملائکہ اور روح کا پروردگار ہوں کہ میری رحمت میرے غضب پر مقدم ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدایا! میں تیری عفو و درگزر کا طالب ہوں، میں تیری عفو و درگزر کا طالب ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اسی طرح سے تھا کہ خدا فرماتا ہے: رسولؐ خدا مقامِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (سورۂ نجم: آیہ ۹) تک پہنچے۔

ابو بصیرؓ کہتے ہیں: میں نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کیا چیز ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہلالی کمان کے درمیان اس کے سر تک کا فاصلہ۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے درمیان ایک حجاب چمکتا ہے اور بجھ جاتا ہے۔

میرے خیال میں فرمایا: کوئی زبرجد تھا۔

پس رسولؐ خدا نے نورِ عظمت کا سوئی کے سوراخ کے برابر جس قدر خدا نے چاہا (کم ترین درجے سے لے کر بالاترین درجے تک) مشاہدہ کیا۔

خداوند متعال نے فرمایا: اے محمدؐ! عرض کیا: لبیک اے میرے پروردگار!

فرمایا: تیرے بعد تیری اُمت کے لیے کون ہے؟ میں نے عرض کیا: خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔

فرمایا: علیؑ بن ابی طالبؑ ہے کہ جو مومنوں کے امیر، مسلمانوں کے سرور و آقا اور سفید چہرے والوں کے پیشوا ہیں کہ جن کے ہاتھ اور پاؤں درخشاں ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیرؒ سے فرمایا: خدا کی قسم، ولایتِ علیؑ زمین سے نہیں آئی ہے بلکہ مستقیم طور پر آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ (اُصولِ کافی: جلد ۱، ص ۴۴۳، ح ۱۳؛ بحارالانوار: جلد ۱۸، ص ۳۰۶، ح ۱۳)

رسولِ خدا عورتوں سے کس طرح بیعت لیتے تھے؟

مفضل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: رسولِ خدا عورتوں سے کس طرح بیعت لیتے؟

امام نے فرمایا: رسولِ خدا بڑا سا برتن طلب کرتے تھے کہ جس میں آپؐ وضو کرتے تھے اس میں پانی بھرتے، اس کے بعد اس میں اپنا ہاتھ ڈبوتے، اس کے بعد جو عورت بیعت کرنا چاہتی تو اُس سے فرماتے: اس میں اس طرح اپنا ہاتھ ڈبوئے جس طرح سے رسولِ خدا نے ڈبویا ہے۔ آں حضرت اس طریقے سے عورت سے بیعت لیتے تھے۔ (اُصولِ کافی: جلد ۵، ص ۵۲۶؛ بحارالانوار: جلد ۶۴، ص ۱۸۷، ح ۱۹)

maablib.org

قرآنِ مجید کے بارے میں سوالات

maablib.org

قرآن کیوں پرانا نہیں ہوتا؟

ابراہیم بن العباس نے حضرت امام رضا علیہ السلام اور آپؑ کے آباء و اجداد سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم کا جس قدر زیادہ تکرار کریں اور اسے پڑھیں وہ روز بروز تازہ تر جلوہ گر ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ خداوند نے اسے کسی خاص زمانے یا خاص لوگوں کے لیے قرار نہیں دیا ہے، لہٰذا وہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں تازہ اور تا قیامت ہر قوم کے لیے نیا ہے۔ (عیون اخبار الرضا: ص ۲۳۹؛ بحار الانوار: جلد ۱۷، ص ۲۱۳، ح ۱۸)

فرقان کیا ہے اور کتاب کیا ہے؟

① ابن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: الٓمّٓ ۔ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ... وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (سورۂ آلِ عمران: آیہ ۱-۴) "الٓمّٓ۔ اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شے اسی کے طفیل قائم ہے..... اور حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب بھی نازل کی ہے" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

ہر محکم امر فرقان ہے اور پورا قرآن کتاب ہے کہ جس کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے انبیا نے تصدیق کی ہے۔ (تفسیر قمی: ص ۸۷؛ بحار الانوار: جلد ۸۹، ص ۱۶، ح ۱۳)

② ابن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ قرآن اور فرقان کے درمیان کیا فرق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: پوری کتاب قرآن ہے..... اور فرقان وہ امر ہے کہ جس پر

عمل ہوتا ہے اور ہر محکم فرقان ہے۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۱، ص ۹؛ بحار الانوار: جلد ۸۹، ص ۱۵، ح ۱۱)

کیا قرآن مخلوق ہے؟

عبدالرحیم کہتے ہیں: میں نے عبدالملک بن اعین کے ذریعے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا کہ آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ لوگ قرآن کے بارے میں مختلف نظریے رکھتے ہیں۔ ایک گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے، مخلوق نہیں ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے، کلام خدا مخلوق ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا: قرآن کلام خدا ہے اور حادث ہے، مخلوق نہیں ہے اور خدائے متعال کے ساتھ ازلی نہیں ہے، خداوند اس سے بالا و برتر ہے۔ خداوند متعال اُس وقت بھی تھا جبکہ معلوم و غیر معلوم کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔ خدائے عز و جل تھا درحالاں کہ نہ متکلم، نہ متحرک اور نہ فاعل تھا، ہمارا پروردگار بلند مرتبہ اور عزیز ہے، یہ تمام صفات محدث ہیں اور حدوثِ فعل کے وقت اس سے حادث ہوئی ہیں۔ ہمارا پروردگار بلند مرتبہ اور عزیز ہے۔ قرآن کریم کلام خدا ہے، مخلوق نہیں ہے۔ اس میں گذشتہ کی خبریں ہیں اور اس کے بارے میں اطلاعات ہیں جو مستقبل میں آپ کے بعد ظاہر ہوں گی، وہ خداوند کی طرف سے محمدؐ پر نازل ہوا ہے۔ (التوحید: ص ۱۵۹؛ بحار الانوار: ج ۵۴، ص ۸۴، ح ۶۶)

مرحوم محدث شیخ صدوقؒ فرماتے ہیں: امامؑ کے فرمان کہ قرآن مخلوق نہیں ہے، کا معنی یہ ہے کہ اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی، نہ یہ کہ وہ حادث نہیں ہے، کیوں کہ خود امامؑ نے فرمایا ہے: حادث ہے اور مخلوق نہیں ہے اور خدائے متعال کے ساتھ ازلی نہیں ہے...... تا آخر۔

قرآن کس طرح ماہِ مبارک رمضان اور بیس سال میں نازل ہوا؟

① ابراہیم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۸۵) کی تفسیر اور معنی کے بارے میں سوال کیا اور عرض کیا: یہ کس طرح سے ہے کہ قرآن ماہِ رمضان المبارک میں نازل ہوا درحالاں کہ قرآن (۲۰) سال کے عرصے میں اول سے آخر تک نازل ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک دفعہ مکمل قرآن ماہِ مبارک رمضان میں بیت المعمور پر نازل ہوا، اور اس کے بعد بیس سال کے عرصے میں بیت المعمور سے نازل ہوا ہے۔

اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کا فرمان ہے: صحفِ ابراہیمؑ ماہ مبارک رمضان کی پہلی رات میں نازل ہوئے۔ توریت چھے (۶) ماہ مبارک رمضان میں، انجیل ماہِ مبارک کی تیرھویں رات میں، زبور اٹھارہ ماہِ مبارک رمضان میں اور قرآن ماہِ مبارک رمضان کی چوبیسویں کو نازل ہوا ہے۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۱، ص ۸۰؛ بحارالانوار: جلد ۹۳، ص ۲۵، ح ۶۱)

② حفص بن غیاث کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے خداوند کے فرمان: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۸۵) کے بارے میں آگاہ فرمائیں، قرآن کس طرح رمضان مبارک میں نازل ہوا ہے حالاں کہ قرآن بیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قرآن مکمل طور پر ایک دفعہ بیت المعمور پر نازل ہوا ہے، پھر بیت المعمور سے بیس سال کی مدت میں نازل ہوا ہے۔ (امالی صدوق (مترجم): ص ۶۲، ح ۵)

قرآن کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

علی بن سالم اپنے والد سے نقل کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اے فرزندِ رسولؐ خدا! قرآن کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کلام خدا ہے، وہ قولِ خدا ہے، وہ کتابِ خدا ہے، وہ وحیِ خدا ہے اور اس کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ وہ ایسی محکم اور عزیز کتاب ہے کہ باطل کی اس میں کسی طرف سے کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ خداوند حکیم و مجید کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ (امالی صدوق: ص۳۲۶؛ بحارالانوار: جلد۸۹، ص۱۱۷، ح۳)

سبع مثانی کیا ہے؟

یونس کسی سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت شریفہ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (سورۂ حجر: آیہ ۸۷) اور یقیناً ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآنِ عظیم عطا کیا ہے؛ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سورہ حمد ہے، اور اس کی سات آیات ہیں۔ کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کا جز ہے، اسے اس وجہ سے سبع مثانی کہتے ہیں کہ نماز میں اس کا دوبار تکرار ہوتا ہے۔ (تفسیر عیاشی: جلد۱، ص۱۹؛ بحارالانوار: جلد۸۹، ص۲۳۵، ح۲۳)

ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کیا ہے؟

① مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ناسخ وہ چیز ہے کہ جو ثابت اور عمل کرنے کے لیے ہے اور منسوخ وہ ہے جس پر عمل کیا گیا ہو، پھر بعد

میں کوئی دوسری چیز آئے کہ جو اسے ختم کر دیا۔ متشابہ وہ چیز ہے کہ جس سے جاہل کو اشتباہ ہو۔ (تفسیر عیاشی: جلد۱، ص۱۱؛ بحار الانوار: جلد۸۹، ص۳۸۳، ح۲۲)

② ابو محمد ہمدانی کسی شخص سے نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ناسخ یعنی ثابت اور منسوخ جو گزر چکا ہو، محکم وہ ہے کہ جس پر عمل ہوتا ہے اور متشابہ وہ ہے کہ بعض دوسرے اس کے مشابہ ہوں۔ (تفسیر عیاشی: جلد۱، ص۱۰؛ بحار الانوار: جلد۸۹، ص۳۸۳، ح۱۹)

دو آیتوں کے درمیان جمع کرنے کی کیفیت

① نوح بن شعیب اور محمد بن حسن کہتے ہیں: ابنِ ابی العوجا نے ہشام بن حکم سے سوال کیا: کیا خداوند، حکیم نہیں ہے؟

ہشام نے جواب دیا: وہ حکیم ترین ہے۔ اُس نے کہا: مجھے خداوند کے اس فرمان فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (سورۂ نساء: آیہ ۳) "جو عورتیں تمھیں پسند ہیں دو، تین، چار ان سے نکاح کر لو اور اگر ان میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہو تو صرف ایک کے بارے میں بتائیں کیا یہ واجب نہیں ہے؟

ہشام نے کہا: واجب ہے۔

اُس نے کہا: پھر مجھے خداوند کے اس فرمان: وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ (سورۂ نساء: آیہ ۱۲۹) "اور تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے ہو لیکن اب بالکل ایک طرف نہ جھک جاؤ" کے متعلق بتاؤ، کون سا حکیم ایسی بات کرتا ہے؟

ہشام کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، لہٰذا وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ گئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! کیا ہوا ہے کہ حج اور عمرہ کے موسم کے علاوہ یہاں پر آئے ہو؟

ہشام نے کہا: آپؑ پر قربان ہوجاؤں، ایک اہم کام کی غرض سے آیا ہوں۔ ابنِ ابی العوجاء نے مجھ سے سوال کیا ہے اس کا میرے پاس جواب نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سوال کیا ہے؟

ہشام نے ساری داستان حضرتؑ کے گوش گزار کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند کا یہ قول کہ "تم پاک عورتوں میں سے دو، تین اور چار سے نکاح کرو اور اگر (متعدد بیویوں کے بارے میں) عدالت نہ کر سکنے کا خوف ہو تو صرف ایک بیوی اختیار کرو، یعنی نان و نفقہ میں (عدالت کی رعایت نہ کر سکو، اور خداوند کا یہ فرمان کہ "آپ ہرگز عورتوں کے درمیان عدالت برقرار نہیں کر سکتے چاہے جتنی ہی کوشش کر و لیکن ایک طرف بالکل نہ جھک جاؤ اور دوسری اس طرح سے ہو جائے کہ جیسے وہ شوہر کو ہاتھ سے دے بیٹھی ہو"! یعنی محبت میں۔

راوی کہتا ہے: جب ہشام یہ جواب لے کر ابنِ ابی العوجا کے پاس آیا اور اسے جواب سے آگاہ کیا تو اُس نے کہا: خدا کی قسم، یہ جواب تمھاری طرف سے نہیں ہے۔ (کافی: جلد ۵، ص ۳۶۲؛ بحارالانوار: جلد ۲، ص ۲۲۵، ح ۱۳)

۲ روایت ہے کہ کسی زندیق شخص نے ابوجعفر احول سے سوال کیا کہ مجھے خداوند کے فرمان: فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (سورۂ نساء: آیہ ۳) "جو عورتیں تمھیں پسند لگیں دو، تین، چار ان سے نکاح کر لو اور اگر ان میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہو تو

صرف ایک؛ اور اسی سورہ کے آخر میں جو فرمایا ہے: وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ (سورۂ نساء: آیہ ۱۲۹) اور تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے ہو لیکن اب بالکل ایک طرف نہ جھک جاؤ؛ ان دونوں کلاموں کے درمیان فرق اور تفاوت پایا جاتا ہے۔

ابوجعفر احول کہتے ہیں: میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا؛ میں نے مدینہ کی طرف سفر کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان دونوں آیتوں کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند کا یہ فرمان: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً، اگر تمھیں ان کے درمیان عدالت نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک سے نکاح کرو؛ یعنی نان و نفقہ میں عدالت اور اس کا یہ فرمان کہ "تم کتنا ہی کیوں نہ چاہو عورتوں کے درمیان مکمل انصاف نہیں کر سکتے ہو لیکن اب مکمل طور پر ایک طرف نہ جھک جاؤ" اس سے مقصود محبت و مودت ہے، کیوں کہ کوئی بھی دو بیویوں کے درمیان محبت میں عدالت نہیں کر سکتا۔ (بحار الانوار: ج ۱۰، ص ۲۰۲، ح ۲)

ابوجعفر احول اس شخص کے پاس آئے اور اسے جواب سے آگاہ کیا۔

اس شخص نے کہا: یہ جواب حجاز سے لے کر آئے ہو؟

قرآن میں حکمت سے کیا مراد ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (سورۂ بقرہ: آیہ ۲۶۹) "اور جسے حکمت عطا کر دی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کر دی گئی" کے بارے میں سنا کہ آپ نے فرمایا: حکمت سے مراد معرفت امام اور کبیرہ گناہوں سے دُوری ہے کہ خداوند

نے ان کے لیے دوزخ کو واجب قرار دیا ہے۔ (اُصولِ کافی: جلد ۳، ص ۳۸۳، ح ۱۳ و ص ۳۸۸)

خداوند کے فرمان "المص" کا کیا معنی ہے؟

بنی امیہ کا ایک زندیق شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن کریم میں خداوند کے فرمان "المص" کا معنی پوچھا کہ اس سے خدا کا کیا مقصود ہے؟ اس میں کون سا حلال وحرام ہے اور اس میں لوگوں کا کیا فائدہ ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس کے ان (بے ادبانہ) سوالات سے غضب ناک ہوئے اور فرمایا: تم برباد ہو جاؤ، خاموش رہو۔ الف (ابجدی حساب سے) ایک ہے، لام تیس، میم چالیس اور صاد نوے ہے ان کو جمع کریں تو کتنے بنتے ہیں؟ اس شخص نے کہا: ایک سو اکسٹھ (۱۶۱)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب ایک اکسٹھ سال بیت جائیں گے تو تمہارے دوستوں کی حکومت و سلطنت ختم ہو جائے گی۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس چیز کا انتظار کیا۔ جب ایک سو اکسٹھ سال گزر گئے، تو روز عاشورا سیاہ پوش (عباسی) کوفہ میں داخل ہوئے اور ان (بنی امیہ) کی حکومت و سلطنت ختم کر دی۔ (بحار الانوار: جلد ۱۰، ص ۱۶۳، ح ۱)

کھیعص کی کیا تفسیر ہے؟

ابن عمارہ کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے قریب بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کھیعص (سورہ مریم: آیہ ۱) کا معنی پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کاف یعنی خدا کافی ہے۔ ہمارے شیعوں کے لیے، "ھ" یعنی ان کی ہدایت کرتا ہے، "یا" ان کا ولی ہے، "عین" اہلِ اطاعت کا عالم ہم سے

ہے اور "صادق" وہ اپنے وعدوں میں صادق ہے یہاں تک کہ ان کا مقام و مرتبہ اس جگہ تک پہنچ جائے کہ جس کی طرف قرآن کے باطن میں اشارہ ہوا ہے۔ (معانی الاخبار: ص ۲۸؛ بحارالانوار: جلد ۸۹، ص ۳۷۷، ح ۸)

بہترین کام کون سے ہیں؟

رمادی روایت کرتا ہے کہ میں نے ابوعبداللہؑ (امام جعفر صادق علیہ السلام) کی خدمت میں عرض کیا: کون سے کام بہترین ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جو اپنی منزل تک پہنچتا ہے تو دوبارہ روانہ ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟

قرآن کا آغاز اور اسے ختم کرنا، جب بھی اس کے آخر تک پہنچتا ہے تو ازسرِ نو شروع کرتا ہے۔ (بحارالانوار: جلد ۸۹، ص ۲۰۵، ح ۶)

قرآن کو زبانی پڑھنا بہتر ہے یا دیکھ کر؟

اسحاق بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، میں حافظِ قرآن ہوں، کیا قرآن کو زبانی پڑھنا بہتر ہے یا اُوپر سے دیکھ کر؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، بلکہ پڑھو اور قرآن پر نگاہ کرو، یہ بہتر ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ قرآن کی طرف نگاہ کرنا بھی عبادت ہے۔ (بحارالانوار: جلد ۸۹، ص ۱۹۶، ح ۳)

استعاذہ کس طرح سے ہے؟

سماعہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمانِ خدا: فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (سورۂ نحل: آیہ ۹۸)

"جب بھی قرآن کی تلاوت کرو تو راندہ درگاہ شیطان سے خدا کی پناہ مانگو" کے متعلق سوال کیا کہ یہ کام کس طرح انجام دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس طرح کہو: اَسْتَعِيْذُ بِاللهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں سننے والے علیم خدا کی شیطان سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: رجیم (یعنی راندہ درگاہ) خبیث ترین شیطان ہے۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۲، ص ۲۷۰؛ بحارالانوار: جلد ۸۹، ص ۲۱۵، ح ۱۵)

کیا با آواز بلند تلاوتِ قرآن کرنا درست ہے؟

معاویہ بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ اگر اس نے قرآن یا دعا بلند آواز سے نہیں پڑھی تو اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا ہے۔ ایسی سوچ کے بارے میں آپؑ کی کیا نظر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام لوگوں میں سب سے بہترین آواز سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور آپؑ تلاوتِ قرآن کرتے وقت آواز کو اس قدر بلند کرتے کہ تمام گھر والے آپؑ کی آواز سنتے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بھی لوگوں میں سے سب سے بہترین آواز کے ساتھ تلاوتِ قرآن کرتے تھے اور وہ جب نماز تہجد کے لیے بیدار ہوتے اور تلاوتِ قرآن کرتے تو اپنی آواز کو اس قدر بلند کرتے کہ وہاں سے گزرنے والے ماشکی اور دوسرے راہ گزر آپؑ کے گھر کے قریب سے عبور کرتے تو وہاں پر کھڑے ہو جاتے اور آپؑ کی تلاوت کو سنتے تھے۔ (السرائر: ص ۴۷۶؛ بحارالانوار: جلد ۸۹، ص ۱۹۴، ح ۹)

کیا ہر سورہ کو استعاذہ کے ساتھ شروع کرنا چاہیے؟

حلبی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شیطان سے استعاذہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا ہر سورہ کی ابتداء اس سے کرنی چاہیے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، خدا کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔

اور پھر فرمایا: رجیم خبیث ترین شیطان ہے۔

میں نے عرض کیا: اسے کیوں رجیم نام دیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ وہ راندہ درگاہ ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا جب بھی کسی چیز کو دھتکارا جائے تو اس کی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ ذہن اور علم میں دھتکارا ہوا ہوگا۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۲، ص ۲۸؛ بحار الانوار: جلد ۸۹، ص ۲۱۵، ح ۱۶)

مکمل استعاذہ کس طرح ہے؟

فرات بن احنف کہتے ہیں: کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: جو لوگ ہمارے اطراف میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ استعاذہ کے وقت کہتے ہیں: ہم شر شیطان سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور نبطی کے شر سے کہ جب وہ عرب کے مشابہ ہوتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو مزید بیان کروں؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اور عرب کے شر سے کہ جب وہ نبطی کے مشابہ ہو۔

میں نے عرض کیا: یہ کیسے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو لیکن ہمارے علاوہ کسی اور کو اپنا مولا بنائے تو وہ ہجرت (جاہلیت) کے بعد بدویت (جاہلیت) کی طرف پلٹ گیا ہے۔ پس یہ نبطی ہے کہ جو عرب کے مشابہ بنتا ہے۔

اور اسی طرح جب بھی عربی نبطی کے مشابہ ہو، پس جو کوئی اس کی ولایت کے وسیلہ سے اسلام میں داخل ہو، اس کے بعد ہمارے غیر کی ولایت کا اقرار کیا، ایسے شخص نے نبطی سے مشابہت اختیار کی ہے۔

وضاحت: نبطی، عراق کا ایسا گروہ تھا کہ اس دور کے لوگ اسے بے ارزش اور گھٹیا سمجھتے تھے، لیکن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایسی فکر کی تصحیح فرمائی اور آپؑ نے فرمایا: انسان کی حقیقی ہویت و اصلیت یہ ہے کہ وہ حق شناس ہو اور اس کا اقرار و اعتراف کرے، زبان اور قومیت انسان کی ہویت و پہچان کا حقیقی ملاک و معیار نہیں ہے۔ (معانی الاخبار: ص ۴۰۷؛ بحار الانوار: جلد ۲۵، ص ۱۱۱، ح ۵)

کیا قرآن کو سننا واجب ہے؟

زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جب لوگ قرآن پڑھتے ہیں تو کیا اس کی آواز سننے والے پر خاموشی اختیار کرنا واجب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اگر تمہارے پاس قرآن پڑھا جائے تو تمہارے اُوپر اسے سننا اور خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔ (السرائر: ص ۴۶۹؛ بحار الانوار: جلد ۸۹، ص ۲۲۲، ح ۷)

تلاوتِ قرآن کے وقت کون سی چیز امامؑ کے بے ہوش ہونے کا باعث بنی؟

روایت ہے کہ ہمارے مولا امام جعفر صادق علیہ السلام جب نماز کے دوران قرآن

کی تلاوت فرماتے تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جب وہ عادی حالت میں لوٹ آتے تو ان سے سوال ہوا کہ آپ کی حالت ایسی ہو گئی تھی۔

امام علیہ السلام نے یوں جواب دیا: میں نے آیاتِ قرآن کا اس قدر تکرار کیا کہ اس حالت تک پہنچ گیا ہوں، گویا یوں کہ میں نازل کرنے والے کے سامنے کھڑا ہو کر سن رہا ہوں۔ (بحار الانوار: جلد ۷۴، ص ۵۷، ح ۱۰۸)

تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

عمار بن موسیٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حکم کرنے کے بارے میں سوال کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی دو افراد کے درمیان اپنی نظر کے مطابق حکم اور قضاوت کرے، وہ کافر اور جو کوئی قرآن کی کسی آیت کی تفسیر اپنی رائے کے مطابق کرے، وہ بھی کافر ہے۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۱، ص ۱۸؛ بحار الانوار: جلد ۸۹، ص ۱۱۱، ح ۱۵)

امامت، اس کی ضرورت اور تسلسل کے ضروری ہونے کے بارے میں سوالات

کیا زمین کا بغیر امامؑ کے ایک دن بھی باقی رہنا ممکن ہے؟

یعقوب سراج کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا زمین کو خواہ ایک دن کے لیے ہی ہو، آپ میں سے کسی عالم اور دانشور کہ لوگ جس کی پناہ لیتے ہیں کے بغیر ممکن ہے چھوڑا جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس صورت میں خدا کی عبادت نہیں ہوگی۔ اے ابو یوسف! زمین ہم سے، کسی عالم سے کہ جس کی لوگ اپنے حلال و حرام میں پناہ لیں، خالی نہیں ہوتی ہے۔

یہ مطلب قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے، خداوند متعال فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ صَابِرُوا وَ رَابِطُوا...

(سورہ آل عمران: آیہ ۲۰۰)

یعنی اپنے دین میں صبر کریں، مشکلات اور خواہشات کے مقابلے میں استقامت سے کام لیں؛ اور اپنے دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جائیں، اپنے امام کے ہمراہ دفاع کے لیے تیار ہو جائیں، اپنے امام کے ساتھ رابطہ برقرار کریں اور خدا سے ڈریں ان چیزوں سے کہ جن کا تمھیں امر کیا گیا ہے اور جو تمھارے لیے واجب کی ہیں۔ (تفسیر عیاشی: جلد ۱، ص ۲۱۲؛ بحار الانوار: جلد ۲۴، ص ۲۱۷، ح ۱۰)

کیا زمین امام کے بغیر باقی رہ سکتی ہے؟

① ابو حمزہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا زمین امام کے بغیر باقی رہ سکتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر زمین امام کے بغیر ہو تو یقیناً غرق ہو جائے گی (اور

اس کا نظم درہم برہم ہو جائے گا)۔(اُصولِ کافی: جلد ۱، ص ۲۵۲، ح ۱۰؛ علل الشرائع: جلد ۱، ص ۷۶)

۲ ابان بن عثمان، حسن بن زیادہ سے روایت کرتا کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ زمین ہو اور اس پر امام نہ ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسی کوئی چیز نہیں ہے، زمین پر امام کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ لوگوں کے لیے حلال و حرام اور جس کی انھیں ضرورت ہے، کو بیان کرے۔ (اکمال الدین: ص ۲۹؛ بحارالانوار: جلد ۲۳، ص ۴۰، ح ۷۳)

کیا زمین کا امامؑ سے خالی ہونا ممکن ہے؟ کیا ایک وقت میں دو امامؑ ہو سکتے ہیں؟

حسن بن ابی العلاء کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا زمین کا امامؑ سے خالی ہونا ممکن ہے (یعنی اس پر امام موجود نہ ہو)؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا ایک وقت میں دو امامؑ ہو سکتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مگر یہ کہ ان میں سے ایک خاموش رہے۔

علمِ امامؑ کے بارے میں ایک سوال

حارث بن مغیرہ کہتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً زمین ایک عالم اور دانشور سے خالی نہیں ہو سکتی ہے۔ میں نے عرض کیا: جو آپؑ کا عالم جانتا ہے، وہ کیا ہے اور کہاں سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ایک

میراث ہے، وہ ایسا علم ہے کہ جس کے باعث وہ لوگوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے لیکن لوگ اس سے بے نیاز نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا وہ کوئی ایسی حکمت ہے کہ اس کے دل میں الہام یا کان میں القا ہوتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے۔ (بصائر الدرجات: ص ۹۳؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۶۲، ح ۱۴۱)

اس کی مانند حدیث حارث کے ذریعے صفوان سے بھی نقل ہوئی ہے، ہم نے دونوں حدیثوں میں مشابہت کی وجہ سے دوسری حدیث کا ترجمہ کرنے سے صرفِ نظر کیا ہے۔ (بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۶۲، ح ۱۴۳)

کیا امام فرزند کے بغیر دنیا سے انتقال کرتا ہے؟

زرارہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا یہ ہو سکتا ہے کہ امام دنیا سے چل بسے اور اپنا کوئی بیٹا نہ چھوڑے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا یہ ممکن ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسی چیز ممکن نہیں ہے مگر یہ کہ خداوند اپنے بندوں پر غضب اور ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی کرے۔ (اکمال الدین: ص ۱۱۸؛ بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۳۶، ح ۶۳)

بعد والے امامؑ کے علم کے بارے میں سوال

ابو بصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند مجھے آپؑ پر قربان کرے، کیا یہ ممکن ہے کہ آپؑ میں کوئی ایک امام اور

عالم کسی رات، دن اور گھڑی میں دنیا سے چل بسے اور اس کے بعد دوسرا عالم آئے اور اسی دن اور اسی گھڑی اس کے علوم سے آگاہ ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو محمد! پہلے والا امام بعد والے امام کے لیے میراث میں کچھ کتابیں منتقل کرتا ہے اور بعد میں آنے والے امام کے علم میں شب و روز اضافہ ہوتا ہے اور خداوند اسے اس کے حال پر نہیں چھوڑتا۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۳۷؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۹۵، ح ۲۹)

فرمانِ خدا وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ...... کا معنی کیا ہے؟

حماد بن عیسیٰ، عبداللہ بن جندب سے روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (سورۂ قصص: آیہ ۵۱) "اور ہم نے مسلسل ان لوگوں تک اپنی باتیں پہنچائیں کہ شاید اسی طرح نصیحت حاصل کرلیں" کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی ایک امام دوسرے امام سے۔ (اصولِ کافی: ج ۱، ص ۴۱۵؛ کنز جامع الفوائد: ص ۲۱۷؛ بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۳۱، ح ۵۰)

أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا میں امانات سے کیا مراد ہے؟

معلّی بن خنیس کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (سورۂ نساء: آیہ ۵۸) "امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو" کے معنی کے بارے میں پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا: خداوند نے حکم دیا کہ پہلے والا امام تمام چیزیں بعد والے امام کے سپرد کر دے۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۴۰؛ بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۲۸۶، ح ۷)

امام کو اپنی امامت کا کب پتا چلتا ہے؟

① اصحاب میں سے ایک کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: امام کس وقت اپنی امامت اور امر کو اپنے تک پہنچنے سے آگاہ ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: پہلے والے امام کی زندگی کے آخری لحات میں۔ (بحارالانوار: ج ۲۷، ص ۲۹۳، ح ۲)

② ہمارے اصحاب میں سے ایک کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بعد میں آنے والا امام کس وقت اس سے آگاہ ہوتا ہے جو کچھ پہلے والے امام کے پاس ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی روح کے آخری لحات میں۔ (بحارالانوار: ج ۲۷، ص ۲۹۳، ح ۲)

رسولؐ خدا کی مومنین پر اُولویت سے کیا مراد ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں مومنین کی نسبت ان پر اُولویت اور زیادہ حق رکھتا ہوں، میرے بعد یہ اُولویت علیؑ کو حاصل ہے"۔

حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اس قول کا کیا معنی ہے؟

انھوں نے فرمایا: خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"جو کوئی مرجائے اور اپنے پیچھے قرض یا بے سرپرست لواحقین چھوڑ کر جائے وہ میری ذمہ داری ہے (کہ اس کا قرض ادا کروں اور لواحقین کی سرپرستی کروں) اور جو کوئی مرجائے اور اپنے پیچھے

مال چھوڑے تو اس کے ورثاء کی ملکیت ہے"۔

پس جب کسی مرد کے پاس کوئی مال نہ ہو، اس کی اپنے اُوپر ولایت نہیں ہے، چنانچہ اپنے اہل و عیال کے اخراجات ادا نہ کرے تو اسے انھیں امر و نہی کا حق حاصل نہیں ہے۔ رسولِ خدا، امیر المومنین علیؑ اور ان کے بعد دوسرے ائمہؑ پر ضروری ہے (کہ ان کے اخراجات ادا کریں) لہٰذا وہ لوگوں کی نسبت ان پر اُولویت اور زیادہ حق رکھتے ہیں۔ صرف جو چیز باعث بنی کے یہودی مسلمان ہوئے وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی گفت و گوتھی کیوں کہ وہ اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں آسودہ خاطر ہو گئے تھے۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۲۶۳، ح ۶)

maablib.org

آئمہ معصومین علیہم السلام منصوب ہیں

روزِ غدیر مَن کُنتُ مَولَاہُ سے رسولِ خدا کی کیا مراد ہے؟

ابراہیم بن رجا شیبانی کہتے ہیں: میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: رسولِ خدا کے اُس جملے سے کہ جو روزِ غدیر علی بن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا تھا: ''جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کے علیؑ مولا ہیں، خداوندا! اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے اور اس کے دشمن کے ساتھ دشمنی رکھ'' سے کیا مراد ہے؟

راوی کہتا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: خداوند کی قسم، رسولِ خدا سے اس مطلب کے بارے میں سوال ہوا تو حضرتؐ نے فرمایا: میرا مولا خدا ہے، وہ میرے اوپر میری نسبت اُولویت رکھتا ہے اور اس کے امر سے میرے لیے کوئی اختیار نہیں ہے اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں، میں ان پر ان کی نسبت اُولویت رکھتا ہوں اور میرے امر سے انھیں کوئی اختیار نہیں ہے، اور جس کا میں مولیٰ ہوں، میں اس کی نسبت اس پر اُولویت رکھتا ہوں، یوں کہ میرے امر کے ساتھ اسے کوئی اختیار نہیں ہے، علی بن ابی طالبؑ اس کے مولیٰ ہیں یعنی وہ اس کی نسبت اس پر اُولویت رکھتے ہیں، یوں کہ ان کے امر کے ساتھ انھیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ (بشارۃ المصطفیٰ: ص ۶۱؛ بحارالانوار: ج ۳۷، ص ۲۲۱، ح ۹۰)

خداوند کے فرمان اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سے کیا مراد ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیہ شریفہ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورۂ رعد: آیہ ۷) ''تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی اور رہبر ہے'' کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: ڈرانے والے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور علی علیہ السلام ہدایت کرنے والے ہیں۔

اے ابا محمدؑ! کیا آج کوئی ہادی ہے؟

اُس نے کہا: جی ہاں، ہمیشہ آپ میں سے ایک کے بعد ایک ہادی رہا ہے حتیٰ کہ اب آپؑ ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے ابا محمدؑ! خدا آپ پر رحمت نازل کرے، اگر قرآن کی کوئی آیت کسی مرد پر نازل ہو، پھر وہ مرد مر جائے تو وہ آیت بھی مر جائے گی اور قرآن بھی مر (ختم ہو) جائے گا، لیکن قرآن زندہ ہے، اس کے احکام گذشتہ اور آنے والوں پر اسی طرح سے جاری ہیں جس طرح گذشتہ افراد پر جاری تھے۔ (بصائر الدرجات: ص۱۰؛ بحار الانوار: ج۲۳، ص۳، ح۶)

کیا رسولؐ خدا کے کسی صحابی نے واقعہ سقیفہ پر اعتراض کیا ہے؟

ابان بن تغلب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کیا اصحابِ رسولؐ میں سے کوئی ایسا تھا کہ جس نے حضرت ابوبکرؓ پر اعتراض کیا ہو اور مقام رسولؐ خدا پر بیٹھنے کی وجہ سے اُن کی......

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، (انصار و مہاجرین میں سے بارہ (۱۲) افراد نے حضرت ابوبکرؓ پر اعتراض کیا ہے، ان مہاجرین کے نام یہ ہیں: خالد بن سعید بن عاصؓ، اس کا تعلق بنی اُمیہ سے ہے: سلمان فارسیؓ، ابوذر غفاریؓ، مقدادؓ بن اسود، عمارؓ بن یاسر، بریدہؓ بن اسلمی۔

انصار کے اسماء یہ ہیں: ابوالہیثم بن التیہانؓ، سہلؓ، عثمانؓ۔ یہ دونوں حنیف کے بیٹے ہیں۔ خزیمہؓ بن ثابت ذوالشہادتین، ابی بن کعبؓ اور ابوایوب انصاریؓ۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خلیفہ اول منبر پر بیٹھا تو ان افراد نے آپس میں مشورہ کیا، بعض نے کہا: انھیں منبر رسولؐ سے نیچے اتاریں اور بعض نے کہا:

اگر تم نے ایسا کیا کہ تم اپنے آپ کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کرو گے، درحالاں کہ خداوند کا فرمان ہے: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۹۵) "اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو"۔

پس آئیں اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس چلتے ہیں تا کہ ان سے مشورہ کریں اور ان کا نظریہ معلوم کریں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ وہ سب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! آپؑ نے اس حق کو چھوڑ دیا ہے کہ جس کے آپؑ سب سے زیادہ سزاوار تر ہیں! کیوں کہ ہم نے مکرر سنا ہے کہ رسولؐ خدا فرماتے تھے: "علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے، وہ جس طرف جائیں گے حق اسی طرف جائے گا"۔

ہم نے ارادہ کیا ہے کہ جا کر اسے منبر رسولؐ خدا سے نیچے اتاریں، لیکن آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ پہلے آپؑ سے مشورہ کریں اور آپؑ کا نظریہ معلوم کریں کہ آپؑ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ (بحار الانوار: ج ۲۸، ص ۱۹۱)

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، اگر تم لوگوں نے ایسا کام کیا تو تمھاری ان لوگوں کے ساتھ جنگ ہو جائے گی، لیکن تم کھانے میں نمک اور آنکھ میں سرے کی مانند ہو۔ خدا کی قسم، اگر ایسا کرتے ہو تو یوں سمجھو کہ تم میرے پاس اس حالت میں آئے ہو کہ تلواریں نیاموں سے نکال کر کارزار کے لیے آمادہ ہو۔ جبکہ وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے جبری بیعت لینے کی کوشش کی اور کہا: بیعت کرو ورنہ تمھیں قتل کر دیں گے، لہٰذا میں نے مجبور ہو کر اپنا دفاع کیا، درحالاں کہ رسولؐ خدا نے اپنی رحلت سے قبل مجھے مخفیانہ طور پر فرمایا تھا:

"اے ابوالحسنؑ! میرے بعد امت آپؑ کے ساتھ خیانت کرے گی اور عہد (کہ جو تیری جانشینی کے بارے میں ہے) توڑے گی اور تیری میرے ساتھ وہ نسبت

ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے ہے، میرے بعد اُمت تمھارے ساتھ وہی کرے گی جو سامری اور اس کے پیروکاروں نے ہارونؑ کے ساتھ کیا تھا"۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اگر ایسا ہوا تو آپ کا میرے لیے کیا حکم ہے؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمھیں مددگار مل گئے تو ان کے ساتھ جہاد کرو اور مددگار نہ ملیں تو کوئی قدم نہ اُٹھاؤ اور اپنے آپ کو بچاؤ تاکہ مظلومیت کے ساتھ میرے ساتھ آملو۔

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں آں حضرتؐ کے غسل، کفن اور دفن میں مشغول ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے قسم کھائی کہ میں جب تک قرآن کو جمع نہ کرلوں، اپنے دوش پر عبا نہیں رکھوں گا اور میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں نے فاطمہ اور دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور اہلِ بدر اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں کے پاس گیا، انھیں اپنا حق یاد دلایا اور اُنھیں مدد و نصرت کی دعوت دی، لیکن ان میں سے چار افراد سلمانؓ، عمارؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے علاوہ کسی نے بھی مجھے مثبت جواب نہیں دیا، میں نے اس بارے میں اپنے دوسرے رشتہ داروں سے بھی بات چیت کی لیکن سب نے مجھے منع کیا اور اس کو ترجیح دی کہ خاموشی اختیار کی جائے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اس گروہ کے سینے میں کس قدر بغض و حسد بھرا ہوا ہے اور انھیں معلوم تھا کہ یہ ان کے دل میں خدا، رسولؐ اور ان کے اہلِ بیتؑ کے بارے میں کس حد تک کینہ موجود ہے۔ پس آپ سب اس مرد (خلیفہ) کے پاس جائیں اور آپ لوگوں نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے اس سے اسے آگاہ کریں تاکہ اس طرح اس پر حجت تمام ہو جائے اور اس کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔

وہ رسولؐ خدا کے فرامین کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ان سے دور ہوں، جب وہ (روزِ قیامت) ان کے پاس جائیں۔ وہ گروہ مسجد کی طرف روانہ ہوا اور اُنھوں نے

رسولؐ خدا کے منبر کو گھیرے میں لے لیا۔ اس دن جمعہ کا دن تھا، جب ابو بکرؓ منبر پر گئے تو مہاجرین نے انصار سے کہا: آپ ابتدا کریں اور بات کریں اور انصار نے مہاجرین سے کہا: آپ پہل کریں۔ کہتے ہیں: جس نے سب سے پہلے بات کی وہ خالد بن سعید بن العاص تھا، پھر باقی مہاجرین اور ان کے بعد انصار نے گفتگو کی۔

روایت ہے کہ وہ رسولِ خدا ﷺ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے۔ جب مدینہ آئے تو حضرت ابو بکرؓ مقامِ خلافت پر بیٹھ چکا تھا اور وہ اس دور میں مسجد رسولؐ کے معروف ترین افراد میں سے تھے۔ خالد بن سعید اُٹھے اور کہا: اے ابو بکرؓ! خدا سے ڈرو، تم یقیناً جانتے ہو کہ ہم سب واقعہ قریظہ کے دن کہ جب اللہ تعالیٰ نے آں حضرت کو فتح نصیب فرمائی تھی، رسولِ خدا ﷺ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علی علیہ السلام نے اس دن معروف جنگ جو افراد کو قتل کیا تھا، رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا تھا:

> اے مہاجرین وانصار کی جماعت! میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں، اسے یاد رکھیں اور فراموش مت کریں نیز میں ایک امانت تمہارے سپرد کر رہا ہوں، اس کی حفاظت کرنا؛ اچھی طرح جان لو کہ میرے بعد علیؑ تمہارے امیر اور میرے خلیفہ ہوں گے۔ اس مطلب کا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے۔ اگر تم نے ان کے بارے میں وصیت پر عمل نہ کیا اور ان کی مدد نہ کی تو تمہارے احکام میں اختلاف پڑ جائے گا اور تمہارے دین کا امر تم پر مضطرب ہو جائے گا، اشرار تمہارے اُوپر مسلط ہو جائیں گے۔
>
> جان لو! میرے اہلِ بیتؑ میرے اُمت کے وارث ہیں اور میرے بعد میری اُمت کے اُمر سے آگاہ ہیں۔ خدا وندا! جو کوئی

ان کی اطاعت کرے اور ان کے بارے میں میری وصیت اور سفارش پر عمل کرے گا اسے میرے گروہ میں محشور فرما، اسے میری رفاقت نصیب فرما کہ اس کے وسیلہ سے نورِ آخرت کو درک کر سکے (اور اس دن ظلمت وتاریکی میں گرفتار نہ ہو)۔

خداوندا! جو کوئی میرے بعد میرے اہل بیتؑ کے ساتھ برا سلوک کرے اسے اس بہشت سے محروم رکھ جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے"۔

عمر بن خطاب نے اس سے کہا: خالد! خاموش ہو جاؤ، تم نہ تو مشورے کے لائق ہو اور نہ ان لوگوں سے ہو کہ جن کی پیروی کی جائے۔

خالد نے کہا: اے خطاب کے بیٹے! تم خاموش رہو، تم کسی دوسرے کی زبان بول رہے ہو، خدا کی قسم، قریش جانتے ہیں کہ تم حسب ونسب اور ارزش کے اعتبار سے پست ترین قریش میں سے ہو، تم گمنام ہو اور خدا ورسولؐ کا دفاع کرنے میں کمزور ترین فرد ہو، تم جنگوں میں بزدل اور سخاوت کرنے میں کنجوس ترین شخص ہو۔ تمھیں قریش میں کوئی افتخار حاصل ہے اور نہ جنگوں میں تمھارا کوئی نام ہے۔ تم اس واقعہ میں اس کی طرح ہو کہ جس نے انسان سے کہا:

اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٧﴾ (سورۂ حشر: آیہ ۱۶-۱۷)

"کافر ہو جاؤ (تا کہ تمہاری مشکلات حل کروں) لیکن جب وہ کافر ہو گیا تو کہا: میں تم سے بے زار ہوں، میں اس خدا سے ڈرتا

ہوں جو عالمین کا پروردگار ہے۔ آخر کار ان کا سرانجام یہ ہو گا
کہ وہ دونوں جہنم میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
یہ ہے ستم گاروں کی جزا"۔

پس حضرت عمرؓ نے خالد بن سعید کو بٹھا دیا۔

◇ ان کے بعد سلمان فارسی اٹھے اور کہا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ تم نے کیا کیا ہے؟ پہلے تم نے بیعت کرنے سے انکار کیا، یہاں تک کہ اس کی گردن مروڑی اور اسے مارا۔ اس جگہ پر کہا: اے ابوبکرؓ! تم اپنے امر میں کس پر اعتماد کرتے ہو جب تمھارے پاس کوئی ایسی چیز آئے جسے تم نہیں جانتے ہو؟ اس وقت تم کس کی پناہ حاصل کرتے جب تم سے سوال کیا جائے اور تم اسے نہیں جانتے ہو؟ تمھارے پاس اس سے آگے بڑھنے کا کیا عذر ہے جو تم سے داناتر ہے اور رسولؐ خدا سے نزدیک تر ہے؟ تاویل کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنت سے آگاہ تر ہے، رسولؐ خدا کے نزدیک تر ہے اور جس کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے اپنی وفات سے پہلے تمھیں سفارش کی ہے، لیکن تم نے ان کے قول کو دور پھینک دیا ہے اور ان کی وصیت کو بھلا دیا ہے۔ اپنے وعدہ پر عمل نہیں کیا ہے اور اپنے عہد کو توڑا ہے اور تم سے اُسامہ بن زید کے پرچم کے نیچے جانے کی قرارداد کی تھی جسے تم نے توڑا ہے۔ لہٰذا جو کام تم نے انجام دیا اس سے ڈرو۔

اور لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امر کی مخالفت کر کے بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ تمھارے گناہ سنگین ہو چکے ہیں۔ قریب ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ تمھیں قبر کی طرف لے جایا جائے اور ان کو اپنے ہمراہ لے جاؤ جو تم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کمائے ہیں۔ پس اگر حق کی طرف جلدی لوٹ آؤ، بندوبست کر لو اور خدا سے اس گناہِ کبیرہ کی معافی مانگ لو کہ جس کے تم مرتکب ہوئے ہو تو تمھاری نجات قریب تر ہو گی؛ جس دن تم گڑھے میں تنہا ہو گے اور جن لوگوں

نے تیری مدد کی ہے وہ تمھیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، کیوں کہ تم نے وہی کچھ سنا ہے جو کچھ ہم نے سنا ہے۔ تم نے وہی کچھ دیکھا ہے جو ہم نے دیکھا ہے۔ (سورۂ کوثر: آیہ ۳)۔ (الاحتجاج الطبرسی: ص ۴۷-۵۰؛ بحارالانوار: ج ۲۸، ص ۱۸۹، ح ۲)

چودہ نُور کون ہیں؟

مفضل کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے مخلوق کو خلق کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے چودہ نُور خلق فرمائے کہ جو ہماری اَرواح تھیں۔ امامؑ سے سوال ہوا، وہ چودہ نور کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور امام حسین علیہ السلام کی ذُریت سے نو آئمہ علیہم السلام کہ ان میں سے آخری حضرت قائم عجل اللّٰہ فرجہٗ الشریف ہیں۔ وہ غیبت کے بعد قیام کریں گے اور دجال کو قتل کرکے زمین سے ظلم وستم کا صفایا کریں گے۔ (بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۱۴۴، ح ۸)

کیا امیرالمومنین کا لقب صرف حضرت علیؑ سے مخصوص ہے؟

عمر بن زاہر کہتے ہیں: کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا حضرت قائم علیہ السلام کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ خداوند نے یہ نام صرف امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کے لیے مخصوص کیا ہے۔ ان سے قبل کسی کو بھی یہ نام نہیں دیا گیا ہے اور ان کے بعد بھی کافر کے سوا کوئی بھی یہ نام نہیں رکھے گا۔

میں نے پوچھا: ان (قائمؑ) پر کس طرح سلام بھیجتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یوں کہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَابَقِيَّةَ اللهِ۔

اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کی:

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۂ ہود: آیہ ۸۶)

"اگر تم مومن ہو تو تمھارے لیے بقیۃ اللہ بہتر ہے۔ (اصول کافی: ج ۲، ص ۲۷۵، ح ۲)

حضرت علیؑ کیونکر سجدۂ شکر بجا لائے؟

فضل بن ربیع کہتے ہیں: منصور (دوانیقی) کرسی اقتدار پر آنے سے قبل اس کی مانند تھا جو مکمل طور پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا مرید ہو۔

منصور کہتا ہے: میں نے مروان الحمار کی حکومت کے زمانے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت علی علیہ السلام کے اس سجدۂ شکر کی علت پوچھی جو انھوں نے انجام دیا تھا۔

امامؑ نے جواب میں اپنے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے انھوں نے اپنے والد گرامی علی بن حسین علیہ السلام سے، انھوں نے اپنے والد گرامی حضرت امام حسین علیہ السلام سے اور انھوں نے اپنے پدر گرامی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کسی فرض کو انجام دینے کے لیے بھیجا، انھوں نے وہ فرض بخوبی انجام دیا اور اسے انجام دینے میں بے شمار مشکلات اٹھائیں، جب وہ اپنی ذمہ داری کو نبھانے کے بعد واپس لوٹے تو مسجد میں آئے، رسولؐ خدا بھی مسجد میں تشریف لائے، ان کے ساتھ نماز با جماعت بجا لائی۔ جب نماز سے واپس ہونے لگے تو رسولؐ خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آں حضرتؐ نے انھیں گلے لگایا۔ اس کے بعد ان سے داستان سفر اور کاندھوں پر ڈالی گئی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا۔

جوں جوں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں داستانِ سفر بیان کرتے رہے، آں حضرتؐ کا چہرہ خوشی سے کھلکھلاتا رہا اور مسرت کے آثار نمایاں ہوتے رہے۔ جب رسولِ خداؐ داستانِ سفر سننے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اے اباالحسنؑ! کیا آپؑ چاہتے ہیں کہ میں آپؑ کو ایک بشارت دوں؟

حضرت امیر المومنینؑ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، کون سی بشارت؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظہر کے وقت جناب جبرئیلؑ نازل ہوئے اور مجھے کہا: اے محمدؐ! آپؐ کے چچا زاد آپؐ کے پاس آرہے ہیں، خداوند نے ان کے وسیلے سے مسلمانوں کا بہت اچھا امتحان لیا ہے اور انھوں نے اس ذمہ داری کو ایسے ایسے انجام دیا ہے؛ آپ نے اس سفر کے دوران جو کچھ انجام دیا ہے، جبرئیلؑ نے وہ سب کچھ مجھے بتایا ہے۔

اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا: اے محمدؐ! اولادِ آدمؑ میں سے ان لوگوں نے نجات پائی ہے جنھوں نے شیث بن آدمؑ کی پیروی کی ہے کہ جو اپنے پدر بزرگوار کے وصی تھے اور خود حضرت شیثؑ نے بھی اپنے والد گرامی کے وسیلے سے نجات پائی ہے اور حضرت آدمؑ نے خدا کے وسیلے سے نجات پائی ہے۔

اے محمدؐ! جس کسی نے سام بن نوحؑ کہ جو اپنے پدر نوحؑ کے وصی تھے، سے دوستی کا دم بھرتے ہوئے ان کی پیروی کی ہے، اس نے سام کے ذریعے نجات پائی ہے اور سام نے نوحؑ کے وسیلے سے اور نوحؑ نے خداوند کے وسیلے سے نجات حاصل کی ہے۔ (دلائل الامامہ: ص ۵۵)

اے محمدؐ! جس کسی نے اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمن کہ جو اپنے پدر بزرگوار ابراہیمؑ کے وصی تھے، سے دوستی کرتے ہوئے ان کی اطاعت کی ہے، اس نے اسماعیلؑ

کے وسیلہ سے نجات پائی ہے اور اسماعیلؑ نے ابراہیمؑ کے وسیلہ سے اور ابراہیمؑ نے خداوند کے وسیلہ سے نجات حاصل کی ہے۔

اے محمدؐ! جس کسی نے یوشعؑ بن نون کہ جو موسیٰؑ کے وصی تھے، سے دوستی کرتے ہوئے ان کی اطاعت کی ہے، اس نے یوشعؑ کے وسیلہ سے نجات پائی ہے اور یوشعؑ نے موسیٰؑ کے وسیلہ سے اور موسیٰؑ نے خدا کے ذریعے نجات حاصل کی ہے۔

اے محمدؐ! جس کسی نے شمعونؑ الصفا کہ جو عیسیٰؑ کے وصی تھے سے دوستی کرتے ہوئے ان کی پیروی کی ہے، اس نے شمعونؑ کے ذریعے اور شمعونؑ نے عیسیٰؑ کے وسیلہ سے اور عیسیٰؑ نے خدا کے وسیلہ سے نجات پائی ہے۔

اے محمدؐ! جو کوئی علیؑ کہ جو تیری حیات میں تیرا وزیر اور تیری وفات کے بعد تیرا وصی ہے، سے دوستی رکھتے ہوئے اس کی اطاعت کرے گا، وہ علیؑ کے وسیلہ سے نجات پائے گا اور علیؑ آپؐ کے وسیلہ سے نجات پائے گا اور آپؐ نے خدائے عزوجل کے وسیلہ سے نجات پائی ہے۔

اے محمدؐ! خداوند نے آپؐ کو سید الانبیا اور علیؑ کو سید الاوصیا اور ان سے بہترین قرار دیا ہے نیز آئمہؑ کو آپؐ کی ذریت میں سے قرار دیا ہے یہاں تک کہ خدا زمین اور جو کچھ اس کے اوپر آیا ہے کا وارث قرار دے، یہی وہ وقت تھا جب حضرت علی علیہ السلام نے سجدۂ شکر ادا کیا اور خدا کا شکر بجالاتے ہوئے زمین کو بوسہ دیا۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اضافہ کیا: خداوند نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسین علیہم السلام کو بطور اشباح (نورانی موجودات کی صورت میں) خلق کیا، انھوں نے حضرت آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے عرش کے سامنے خداوند کی تسبیح وتمجید کی، پھر انھیں ایسا نور قرار دیا کہ جسے ایک زمانے کے بعد ایک زمانے میں نیک افراد کی پشتوں اور پاکیزہ ماؤں کے ارحام میں منتقل کیا کہ ان کی فضیلت و برتری

بیان کرے، ہمیں ان کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کرے اور ہمارے اوپر ان کا حق واجب کرے، اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ عبداللہ بن عبدالمطلب میں قرار دیا، اس سے سید الانبیا و خاتم المرسلین محمدؐ وجود میں آئے اور ان میں نبوت کو رکھا، دوسرے حصے کو عبد مناف ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف میں قرار دیا اور ان سے سید الاوصیا امیر المومنین علی علیہ السلام وجود میں آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اپنے اُمور کا سرپرست، اپنا وصی، جانشین، خلیفہ، اپنی بیٹی کا شوہر، اپنے قرضے ادا کرنے والا، اپنے غم و اندوہ کو برطرف کرنے والا، اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا اور اپنے دین کی مدد کرنے والا قرار دیا ہے۔ (بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۲۶، ح ۲۳)

فرمانِ خدا قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ...... کا معنی کیا ہے؟

عبداللہ بن سلمان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان قَدْ جَاۗءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (سورۂ نساء: آیہ ۱۷۴) "یقیناً تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے برہان آچکا ہے اور ہم نے تمھاری طرف روشن نور بھی نازل کردیا ہے" کی تفسیر اور معنی پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: برہان محمدؐ ہیں کہ ان پر خداوند کا درود و سلام ہو اور نور علیؑ ہیں۔

میں نے عرض کیا: صراطِ مستقیم کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: صراط مستقیم علی علیہ السلام ہیں۔ (کنز الفوائد: ص ۱۸۳؛ بحار الانوار: ج ۳۵، ص ۳۶۳، ح ۳)

رسولِ خدا کے بعد آئمہ کون ہیں؟

ذریح کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: رسولِ خدا کے بعد آئمہ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام امام ہیں، ان کے بعد حضرت حسنؑ، ان کے بعد امام حسینؑ، ان کے بعد علیؑ بن حسینؑ، ان کے بعد حضرت محمدؑ بن علیؑ امام ہیں۔ جو کوئی ان کا منکر ہو، وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے خداوند اور اس کے رسولؐ کی معرفت کا انکار کیا ہو۔

میں نے پوچھا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، ان کے بعد آپ امام ہیں؟ میں نے اس جملے کا تین مرتبہ تکرار کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے یہ بات تمھیں اس لیے بتائی ہے کہ تم خداوند کی زمین پر اس کے گواہوں میں سے ہو۔ (اُصول کافی: ج۱، ص۲۵۶، ح۵)

فرمانِ خدا بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ ...... کا معنی کیا ہے؟

مفضل بن عمر کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا (سورۂ فرقان: آیہ ۱۱) "بلکہ ان لوگوں نے قیامت کا انکار کیا اور ہم نے قیامت کا انکار کرنے والوں کے لیے جہنم مہیا کر دیا ہے" کے معنی و تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند نے سال کے بارہ (۱۲) مہینے خلق کیے ہیں، رات کے بارہ اور دن کے بھی بارہ گھنٹے بنائے ہیں، ہم سے بارہ محدث قرار دیے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام ان میں سے ایک ہیں۔ (الغیبۃ النعمانی: ص۴۰؛ بحار الانوار: ج۳۶، ص۳۹۸، ح۶)

خداوند کے فرمان وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ کی تفسیر کیا ہے؟

جابر جعفی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ (سورۂ صافات: آیہ ۸۳) "بے شک ابراہیمؑ

ان کے پیروکاروں میں سے تھے" کے بارے میں سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا:

خداوند نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلق فرمایا توان کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹایا، انھوں نے اپنے سامنے عرش کے قریب ایک نور دیکھا اور پوچھا: خداوندا! یہ نور کیسا ہے؟

خداوند نے فرمایا: یہ محمدؐ کا نور ہے کہ جو میری مخلوق میں سے منتخب شدہ ہیں۔ اس کے بعد اس کے قریب ایک اور نور دیکھا تو پوچھا: یہ کس کا نور ہے؟ خداوند نے فرمایا: یہ نور میرے دین کی مدد کرنے والے علیؑ بن ابی طالب کا ہے، پھر ان کے قریب تین اور نور دیکھے تو سوال کیا: خداوندا! یہ انوار کن کے ہیں؟

انھیں خطاب ہوا: یہ فاطمہ زہراؑ کا نور ہے کہ میں نے ان کے محبوں کو آتشِ جہنم سے نجات دی ہے اور باقی دونوں نور ان کے بیٹوں حسن و حسین علیہما السلام کے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! بحق پنج تن پاک مجھے ان نو (۹) افراد سے آگاہ فرما۔

انھیں بتایا گیا: ان میں سے سب سے پہلے علیؑ بن حسینؑ پھر ان کے بیٹے محمدؑ پھر ان کے بیٹے جعفرؑ پھر ان کے فرزند موسیٰؑ، پھر ان کے فرزند علیؑ پھر ان کے فرزند محمدؑ پھر ان کے فرزند علیؑ پھر ان کے فرزند حسنؑ اور پھر ان کے فرزند حجت قائمؑ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! میں کچھ ایسے انوار دیکھ رہا ہوں کہ جن کی تعداد آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان چہاردہ انوار کو گھیرے ہوئے ہیں۔ (یہ کون ہیں)

اے ابراہیمؑ! یہ ان کے شیعہ ہیں، علی بن ابی طالب علیہ السلام کے شیعہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ان کے شیعوں کی شناخت کیسے ہوگی؟

بیان کیا گیا: ایک دن میں ۵۱ رکعت نماز پڑھنے، بلند آواز کے ساتھ بسم اللہ

پڑھنے، رکوع میں جانے سے قبل قنوت اور دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے سے۔

یہی وہ موقع ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:

خداوندا! مجھے بھی علیؑ کے شیعوں میں سے قرار دے۔ خداوند نے قرآن کریم میں اس واقعہ کی حکایت بیان کی ہے اور فرمایا:

وَاِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَاِبْرَاهِيمَ

"یقیناً ابراہیم بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں"۔ (1)

آیہ کریمہ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ سے کیا مراد ہے؟

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ کریمہ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ (سورۂ اعراف: آیہ ۱۸۱) "وہ قوم بھی ہے جو حق کے ساتھ ہدایت کرتی ہے" کے متعلق سوال کیا تو حضرتؑ نے فرمایا: اس سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں۔ (اُصولِ کافی: ج۲، ص۲۸۰، ح۱۲)

فرمانِ خدا هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى...... کی تاویل کیا ہے؟

ابو بصیرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان: هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (سورۂ صف: آیہ ۹) "وہی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب بنائے، چاہے یہ بات مشرکین کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو" کے معنی کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! ابھی اس کی تاویل کا وقت نہیں پہنچا ہے۔

---

(1) الکنز (مخطوط): ص۱۰؛ البرہان: ج۴، ص۲۰؛ بحار الانوار: ج۶، ص۱۵۱، ح۱۳۱

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کب محقق ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس وقت محقق ہوگی جب قائمؑ قیام کریں گے، ان شاء اللہ۔ جب آپؑ قیام کریں گے تو کوئی بھی کافر اور مشرک ایسا نہیں ہوگا جو اُسے پسند کرے گا، یہاں تک کہ اگر کوئی کافر یا مشرک کسی پتھر کے اندر ہوگا تو وہ آواز دے گا: اے مومن! میرے اندر کوئی کافر یا مشرک ہے، ـــــ اور اسے قتل کر دے۔ اس وقت مومن آگے بڑھے گا اور پتھر کو ہٹا کر اسے قتل کرے گا۔ (بحار الانوار: ج ۵، ص ۶۰، ح ۵۸)

آئمہؑ کے اسمائے گرامی کس چیز پر لکھے ہوئے ہیں؟

قاسمؒ بن معاویہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: معراج کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ جب رسولؐ خدا کو معراج پر لے جایا گیا تو آپؐ نے دیکھا کہ عرش پر کچھ لکھا ہوا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے جب عرش کو خلق کیا تو اُس کے ستونوں پر تحریر کیا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

خداوند متعال نے جس وقت پانی کو خلق کیا تو اس کے جاری ہونے کی جگہ پر لکھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

خداوند متعال نے جب کرسی کو خلق کیا تو اس کے پایوں پر لکھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

خداوند نے جب لوح کو خلق کیا تو اس میں لکھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

خداوند نے جس وقت اسرافیل کو خلق کیا تو اس کی پیشانی پر لکھا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

خداوند نے جب جبریلؑ کو پیدا کیا تو اس کے پروں پر لکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

خداوند نے جب زمین کو خلق کیا تو اس طبقوں پر لکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

خداوند نے جب پہاڑوں کو خلق کیا تو ان کی چوٹیوں پر لکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

خداوند نے جس وقت آفتاب کو پیدا کیا تو اس پر لکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

خداوند نے جب ماہتاب کو پیدا کیا تو اس پر لکھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

پس آپ لوگوں میں سے جب بھی کوئی کہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ضرور کہے۔

(الاحتجاج: ص ۸۳؛ بحار الانوار: ج ۲۷، ص ۱، ح ۱)

خداوند نے قرآن میں کیوں علیؑ اور اہل بیتؑ کا نام صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولاؑ! لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ اور آپؑ کے خاندان کا نام قرآن میں کیوں ذکر نہیں ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھیں کہو: رسولؐ خدا پر نماز کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے، لیکن اُس کے تین یا چار رکعت ہونے کے بارے میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ رسولؐ خدا نے خود لوگوں کو بتایا ہے کہ کون سی نماز تین رکعت ہے اور کون سی چار رکعت؟

رسولِ خدا پر زکوۃ کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں ہوا کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوۃ واجب ہے۔ اس کی مقدار آنحضرتؐ نے وضاحت سے بیان فرمائی ہے۔ حج کے بارے میں حکم ہوا ہے لیکن لوگوں کو یہ نہیں بتایا کہ خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے ہیں، یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

آیت أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولُوا الأَمرِ مِنكُم (اللہ کی، رسولؐ اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو) نازل ہوئی، یہ آیت حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے، لہٰذا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا: جس جس کا میں مولا اور آقا ہوں، اُس اُس کے علیؑ مولا اور آقا ہیں۔

مزید فرمایا:

"پس اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ اے اہل بیتؑ! تم سے ہر برائی کو دُور رکھے اور تمھیں اس طرح پاک رکھے جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

رسولِ خدا نے فرمایا: "میں تم لوگوں کو کتابِ خدا اور اپنے اہل بیتؑ کے بارے میں سفارش کرتا ہوں، میں نے خداوند سے چاہا ہے کہ ان کے درمیان جدائی نہ ڈالے، یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ جائیں۔ خداوند متعال نے میری تمنا مجھے عطا فرمائی۔

مزید فرمایا: "اور قرابت دار کتابِ خدا میں سب آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ اُولویت اور قرابت رکھتے ہیں"۔ (سورۂ انفال: آیہ ۷۵)

(آپ انھیں کسی چیز کی تعلیم نہ دیں وہ آپ سے داناتر ہیں) پھر فرمایا: "اور قرابت دار کتابِ خدا میں سب آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ اُولویت رکھتے ہیں۔ وہ آپ راہِ ہدایت سے خارج نہیں کرتے ہیں اور گمراہی میں وارد نہیں کرتے

ہیں۔ اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموشی اختیار کرتے اور بیان نہ کرتے کہ اہل بیتؑ کون ہیں تو یقیناً فلاں کی آل اور فلاں کی آل اپنے لیے دعویٰ کرتے، لیکن خداوند نے اپنے پیغمبرؐ کی تصدیق کے لیے اپنی کتاب میں نازل فرمایا:

"بے شک خدا چاہتا ہے کہ رجس و ناپاکی کو آپؐ کی اہل بیتؑ سے دُور رکھے اور آپؑ کو ایسے پاکیزہ رکھے کہ جس طرح پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے"۔

حضرت علیؑ، امام حسن، امام حسین علیہما السلام اور فاطمہ علیہا السلام جناب اُمِ سلمہؓ کے گھر میں تھے کہ رسولِ خدا نے ان سب کو اپنی عبا کے نیچے اکٹھا کیا اور فرمایا:

"خدایا! ہر پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ اور ثقل ہے، میرے اہل بیتؑ اور ثقل یہ ہیں۔

حضرت اُمِ سلمہؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ میں سے نہیں ہوں؟

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: اے اُمِ سلمہؓ! تم خیر و نیکی پر ہو، لیکن یہ میرے اہل اور ثقل ہیں۔ اس بنا پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رحلت فرما گئے تو لوگوں کی رہنمائی اور پیشوائی کے لیے حضرت علی علیہ السلام سب سے بہتر تھے، کیوں کہ رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کا وہ مقام لوگوں تک پہنچا دیا تھا جو آپؐ کو خدا کی طرف سے ملا تھا۔ مولا علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کے سامنے بلند کیا تھا۔

جب حضرت علی علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوئے تو آپؑ نے اس بارے میں کوئی بھی اقدام نہ کیا کہ محمد حنفیہؒ بن علیؑ اور عباس بن علی اور حسنین علیہما السلام کے علاوہ اپنے دوسروں بیٹوں کو رسولِ خدا کے اہل میں داخل کریں۔

اس صورت میں امام حسن و حسین علیہما السلام فرماتے تھے:

خداوند متعال نے آیہ اہل بیتؑ ہمارے بارے میں نازل فرمائی ہے جیسا کہ آپؐ کے متعلق نازل فرمائی اور لوگوں کو ہماری اطاعت کرنے کا حکم دیا جیسا کہ آپؐ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح آپؐ کے

بارے میں تبلیغ کی، اسی طرح ہمارے متعلق بھی تبلیغ کی، خداوند نے جس طرح ناپاکی کو آپ سے دور کیا، اسی طرح ہم سے بھی دور کیا ہے۔

جب حضرت علی علیہ السلام دنیا سے رخصت ہوئے تو امام حسن علیہ السلام امامت کے لیے سزاوار تر اور سب سے بہتر تھے، چوں کہ آپؑ سب سے بڑے تھے، جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو انھوں نے بھی ایسا کوئی اقدام نہیں کیا ہے کہ اپنے بیٹوں کو امر امامت میں داخل کرتے اور امامت کو ان میں قرار دیتے، جبکہ خداوند متعال کا فرمان ہے:

"رشتہ دار کتاب میں ایک دوسرے سے سزاوار تر ہیں"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں:

خداوند متعال نے لوگوں کو ہماری اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور رسولؐ خدا نے اسی طرح ہمارے بارے میں تبلیغ کی جس طرح آپؑ اور آپؑ کے پدر گرامی کے بارے میں کی ہے۔ خداوند نے ناپاکی کو اسی طرح سے دُور رکھا ہے جس طرح سے آپؑ اور آپؑ کے پدر بزرگوار سے دُور رکھا ہے۔ پس جب امامت، امام حسین علیہ السلام تک پہنچی تو ان کے اہل بیتؑ میں سے کوئی بھی اس کا دعویٰ نہ کرسکا۔

اگر وہ دونوں چاہتے تو امر امامت کو اُن سے کسی دوسرے کی طرف پلٹا سکتے تھے، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر جب امامت، امام حسین علیہ السلام تک پہنچی تو آیہ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ کا معنی و تاویل جاری ہوا اور امامت، امام حسین علیہ السلام کے بعد امام علی بن الحسین علیہ السلام تک پہنچی اور امام علی بن حسین علیہ السلام کے بعد امام محمد بن علی علیہ السلام کو ملی۔

اُس وقت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ناپاکی اور رجس سے مراد خداوند کے بارے میں شک ہے اور ہم اپنے پروردگار کے بارے میں شک نہیں کرتے"۔

(اُصول کافی: ج ۲، ص ۴۰، ح ۱)

اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا؟

① داؤد بن کثیرؒ روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں اور وہ ہمیں آپؑ سے پہلے موت کے حوالے کردے؛ اگر کوئی واقعہ پیش آجائے تو آپؑ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے فرزند موسیٰؑ کے سپرد ہوگا۔

اس کے بعد داؤدؒ کہتے ہیں: جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو میں نے امام موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کی بارے میں آنکھ جھپکنے کی مدت تک بھی شک نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد تیس (۳۰) سال کا عرصہ گزرا تو میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، اگر کوئی واقعہ پیش آجائے تو آپؑ کے بعد امر امامت کس کے سپرد ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے فرزند علیؑ کے سپرد ہوگا۔

(اس کے بعد داؤد کہتے ہیں:) جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام شہید ہوئے تو میں نے آنکھ جھپکنے کی مدت تک بھی علی رضاؑ کی امامت میں شک نہ کیا۔ (عیون الاخبار الرضا: ج ۱، ص ۲۲؛ بحار الانوار: ج ۴۸، ص ۱۳، ح ۲)

② مفضلؒ بن عمر کہتے ہیں: میں اپنے آقا و مولا حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور عرض کیا: اے میرے آقا و مولا! اگر ہو سکے تو ہمیں اپنے جانشین اور خلیفہ کا تعارف کرا دیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضلؒ! میرے بعد میرے فرزند موسیٰؑ ہیں اور آخری خلیفہ اور جانشین کہ جس کا سب لوگ انتظار کریں گے، وہ محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام ہیں۔ (کمال الدین: ج ۲، ص ۳؛ بحار الانوار: ج ۴۸،

ص ۱۵، ح ۵)

③ عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ کہتے ہیں: میں نے اپنے ماموں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: امید ہے کہ خدا وہ دن مجھے نہ دکھائے، اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم کس کی اقتداء کریں؟

امام علیہ السلام نے اپنے فرزند موسیٰؑ کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے عرض کیا: اگر یہ بھی دنیا سے چل بسیں تو پھر ہم کس کی طرف اقتداء کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے فرزند کی طرف۔

میں نے عرض کیا: اگر ان کا فرزند رحلت کر جائے اور وہ اپنے بعد ایک بڑا بھائی اور چھوٹا بیٹا چھوڑیں تو پھر کس کی اقتدا کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے بیٹے کی۔

میں نے عرض کیا: اگر میں اُسے نہ جانتا ہوں اور مجھے ان کی جگہ کا بھی علم نہ ہو تو پھر میں کیا کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ کہو: خدایا! میں گذشتہ امام کی اولادِ امامؑ گذشتہ میں سے آپؑ کی ایک حجت کو دوست رکھتا ہوں اور اُس کی اقتداء کرتا ہوں، کیوں کہ یہی آپؑ کے لیے کافی ہے۔ (کمال الدین: ج ۲، ص ۱۹؛ بحار الانوار: ج ۴۸، ص ۱۶، ح ۸)

④ فیض بن مختارؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا! میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھے آتشِ جہنم سے نجات دلائیں، آپؑ کے بعد ہمارے لیے امام کون ہے؟ اس وقت ابوابراہیم (حضرت امام موسیٰ کاظمؑ) امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے، اس وقت آپؑ کا بچپن تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارے صاحب و مولاؑ ہیں، ان کا دامن پکڑیں۔

(اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۸۲، ح ۱)

۵ صفوان بن جمال کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے صاحب امرِ امامت کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس امر کا صاحب و مالک کوئی فضول کام نہیں کرتا ہے۔ اس وقت امام ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کا بچپن تھا اور آپؑ کے پاس مکی بکری کا بچہ تھا۔ وہ اُسے کہہ رہے تھے: "اپنے پروردگار کو سجدہ کرو"۔ امام علیہ السلام نے انھیں گلے سے لگا کر فرمایا: میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں کہ جو کوئی فضول کام نہیں کرتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۸۷، ح ۱۵)

۶ ابنِ حازمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولاؑ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں، بے شک زندگیاں کبھی دی جاتی ہیں اور کبھی لی جاتی ہیں، پس اگر کوئی واقعہ پیش آ جائے تو پھر ہمارا امامؑ کون ہوگا؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایسا ہو تو پھر یہ آپ کے امامؑ ہوں گے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے دائیں کاندھے پر اپنا ہاتھ مارا، درحالاں کہ اُس وقت اُن کی عمر پانچ سال تھی، وہاں پر عبداللہ بن جعفرؑ بھی موجود تھے۔ (الارشاد: ص ۳۰۸؛ بحارالانوار: ج ۴۸، ص ۱۸، ح ۲۰)

۷ عبدالرحمٰنؒ بن الحجاج کہتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آپؑ کے گھر میں حاضر ہوا۔ آپؑ نماز خانہ میں دعا پڑھنے میں مشغول تھے اور حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام آپؑ کے پاس دائیں طرف تشریف فرما تھے اور آپ ان کی دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔

میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ جانتے ہیں کہ میں آپؑ کے پیروکاروں میں سے ہوں اور آپؑ میری خدمت سے اچھی طرح

آگاہ ہیں، آپؑ یہ فرمائیں، آپؑ کے بعد ولی اَمر کون ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بے شک موسیٰؑ نے زرہ (امامت) پہنی ہے۔ پس وہ اُس کے اندازے کے مطابق تھی (اور یہ زرہ علاماتِ امامت میں سے ایک تھی)۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے اس کے علاوہ کسی اور چیز یا علامت کی ضرورت نہیں ہے۔ (الارشاد: ص۳۰۸؛ بحارالانوار: ج ۴۸، ص ۱۷، ح ۱۷)

⑧ اسحاق بن جعفر علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے والد بزرگوار کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ علی بن عمر بن علیؑ نے اُن سے پوچھا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ کے بعد ہم کس کی پناہ حاصل کریں یعنی دین و دنیا کے مسائل میں ہم کن کی طرف رجوع کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دو زرد رنگ پیراہنوں اور بنی ہوئی دو کاکلوں کے مالک کی پناہ حاصل کریں کہ جو کمرے میں داخل ہونے والے ہیں۔ کوئی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دو ہاتھ دیکھے کہ دروازے کے دونوں پٹ کھلے، میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اندر داخل ہوئے۔ آپ کا بچپن تھا اور آپؑ نے زرد رنگ کے دو پیراہن پہن رکھے تھے۔ (اعلام الوریٰ: ص ۲۸۹؛ بحارالانوار: ج ۴۸، ص ۲۰، ح ۲۹)

اہل بیتؑ میں سے قائم کون ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے: غیبت کے بارے میں تمام الٰہی سنتیں کہ جو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں واقع ہوتی ہیں وہ تمام کی تمام ہم اہل بیتؑ کے قائمؑ میں ہوں گی۔

ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ اہل بیتؑ میں سے قائمؑ کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیرؒ! وہ میرے فرزند موسیٰؑ کی پانچویں نسل سے ہوں گے۔ وہ کنیزوں کی سردار کے فرزند ہوں گے کہ جو غیب ہوں گے، ان کی غیبت ایسی ہوگی کہ جو باطل کے پیروکاروں کے لیے باعث شک ہوگی۔ پھر خداوند متعال انھیں ظاہر کرے گا، وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو ان کے لیے فتح کرے گا۔ عیسیٰؑ روح اللہ نازل ہوں گے اور اُن کے پیچھے نماز ادا کریں گے، اُن کے پروردگار کے نور سے زمین روشن ہوگی، زمین میں کوئی بھی ایسی جگہ نہیں ہوگی کہ جس میں غیر خدا کی عبادت ہوگی (یعنی ہر جگہ پر خدا کی عبادت ہوگی)۔ دنیا پر حاکم صرف دینِ خدا ہوگا، اگرچہ وہ مشرکین کے لیے ناگوار ہوگا۔ (بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۱۴۶، ح ۱۴)

کیا قائمؑ پیدا ہو چکا ہے؟

خلادؒ بن قصار کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا قائمؑ پیدا ہو چکے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اگر میں اُن کو درک کر لیتا تو یقیناً ان کی ساری زندگی خدمت کرتا رہتا۔ (بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۱۴۸، ح ۲۲)

توضیح: خدمت کرنے سے مراد یہ ہے کہ میں اُن کی تربیت اور مدد کرتا رہتا۔

مہدیؑ کا نام کیا ہے اور وہ کس وقت ظاہر ہوں گے؟

داوُدؒ رقی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں! ہم پر امرِ فرج اس قدر طولانی ہو چکا ہے کہ ہمارا دل تنگ ہو چکا ہے اور میں غم سے نڈھال ہو رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ امر اس سے بھی مایوس تر ہے اور زیادہ رنج وغم کا موجب ہے۔ آسمان سے سے ایک منادی قائم علیہ السلام کے نام سے ندا دے گا اور اعلان کرے گا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، اُن کا نام کیا ہو گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کا نام، رسولؐ خدا کا ہم نام ہو گا اور ان کے باپ کا نام وصی کا نام ہو گا۔ (بحارالانوار: ج۵۱، ص۳۸، ح۱۳)

توضیح: پیغمبرؐ کے نام سے مراد آپؑ جد بزرگوار حضرت محمد عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وصی سے مراد حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام ہیں۔

کیا مہدیؑ اور قائمؑ ایک ہی ہیں؟

ابوسعیدؒ خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا مہدیؑ اور قائم علیہ السلام ایک ہی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔

میں نے عرض کیا: آپ کا نام کس وجہ سے مہدیؑ رکھا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ وہ مخفی اور پوشیدہ امر کی طرف ہدایت کریں گے، قائمؑ اس لیے رکھا گیا، چوں کہ وہ مرنے کے بعد قیام کریں گے۔ وہ اَمرِ عظیم کے لیے قیام کرے گا۔ (بحارالانوار: ج۵۱، ص۳۰، ح۶)

مرحوم علامہ مجلسی اس حدیث شریف کے بیان میں فرماتے ہیں:

"مرنے کے بعد قیام کریں گے" سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد امامؑ کی یاد اور نام ختم ہو جائے گا، یا یہ کہ لوگ گمان کریں گے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں۔

صاحب الزمانؑ کون ہیں اور کب تشریف لائیں گے؟

ابوحمزہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہو کر پوچھا: مولا! صاحب الامر (یعنی مہدی موعود علیہ السلام) آپؑ ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں (میں نہیں ہوں)۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کے فرزند ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کے پوتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کے پڑپوتے (یعنی بیٹے کے پوتے) ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: پس وہ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جب وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ وہ آئمہؑ کے نہ ہونے کے زمانے میں آئیں گے جیسا کہ رسولؐ خدا اس وقت مبعوث ہوئے تھے جب رسول نہیں تھے۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۱۴۱، ح ۲۱)

کیا قائمؑ کے بعد کوئی دوسرا ہے؟

ابو بصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میں نے آپؑ کے پدر بزرگوار سے سنا ہے کہ انھوں نے فرمایا: قائم علیہ السلام کے بعد بارہ (۱۲) مہدی ہیں اور وہ حکومت کریں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بارہ (۱۲)۔

یہ نہیں فرمایا، بارہ (۱۲) امام۔ لیکن وہ ہمارے شیعوں میں سے ایک گروہ ہوگا

کہ لوگوں کو ہماری ولایت (محبت و پیروی) اور ہمارے حق کی شناخت کی دعوت دیں گے۔

امام زمانؑ کی غیبت کیوں طولانی ہوگی؟

حنان بن سدیرؒ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے قائمؑ کی غیبت طولانی ہوگی۔

میں نے عرض کیا: کیوں، اے فرزند پیغمبرؐ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ خداوند نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے کہ جو سنتیں (جیسے غیبت) گذشتہ انبیا میں جاری ہوئی ہیں، وہ ہمارے قائم میں بھی جاری ہوں۔

اے سدیر! ضروری ہے کہ ہمارے قائم غیبت کی تمام ضروری مدت کو گزاریں۔

خداوند عز وجل فرماتا ہے:

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (سورۂ انشقاق: آیہ ۱۹)

"یقیناً آپ سب ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوئے تاکہ کمال تک پہنچو"۔

یعنی تمہارا لائحہ عمل بھی وہی ہوگا جو گذشتہ امتوں کا تھا۔ (بحار الانوار: ج ۵۳، ص ۴۵، ح ۱)

فرمان خدا اِعْلَمُوا اَنَّ اللهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا کا معنی کیا ہے؟

محمد حلبیؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول اِعْلَمُوا اَنَّ اللهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (سورۂ حدید: آیہ ۱۷) "یاد رکھو! خدا مردوں زمینوں کو زندہ کرنے والا ہے" کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد ظلم و جور کے بعد عدالت ہے۔ (بحار الانوار: ج ۵۱، ص ۱۳۲، ح ۲)

زمانہ غیبت میں ہم کون سی دعا پڑھیں؟

۱ خالدؒ بن نجیح نے زرارہ سے حضرت امام قائم علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ زرارہؒ نے اس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ اگر میں نے اس زمانے کو درک کیا تو میں کون سا عمل انجام دوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے زرارہؒ! اگر تمھیں وہ زمانہ نصیب ہو جائے تو تم اس دعا کو ضرور پڑھنا:

"اے میرے معبود! مجھے اپنی پہچان کروا، کیوں کہ اگر تو نے مجھے اپنی پہچان نہ کروائی تو میں تیرے پیغمبرؐ کی شناخت نہیں کر پاؤں گا۔

اے میرے معبود! مجھے اپنے پیغمبرؐ کی پہچان کروا، کیوں کہ اگر تو نے مجھے اپنے پیغمبرؐ کی پہچان نہ کروائی تو میں تیری حجت کو نہیں پہچان سکوں گا۔

اے میرے معبود! مجھے اپنی حجت کی پہچان کروا، اگر تو نے مجھے اپنی حجت کی پہچان نہ کروائی تو میں تیرے دین سے دُور اور گمراہ ہو جاؤں گا۔ (بحارالانوار: ج ۵۲، ص ۱۴۶، ح ۷۰)

۲ زرارہؒ بن اعین کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ جوان (یعنی حضرت مہدی علیہ السلام) مجبوراً غیبت اختیار کرے گا۔

میں نے عرض کیا: وہ کیوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ وہ خوف زدہ ہوگا اور امامؑ نے اپنے ہاتھ سے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی اسے قتل کرنے کے درپے ہوں گے)، وہی ہے کہ

جس کا انتظار کریں گے، وہی ہے کہ لوگ جس کی ولادت میں شک کریں گے، بعض کہیں گے کہ وہ شکم مادر میں تھا (کہ اس کا باپ فوت ہو گیا تھا) اور بعض کہیں گے کہ اس کا باپ فوت ہو گیا تھا اور اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ بعض کہیں گے: وہ اپنے والد بزرگوار کی وفات سے دو سال قبل پیدا ہوا ہے۔

زرارہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: مولا! اگر مجھے وہ زمانہ نصیب ہو جائے تو پھر میں کون سا کام کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو اس طرح سے پکارو:

"خدایا! مجھے اپنی شناخت کروا اگر تو نے مجھے اپنی شناخت نہ کروائی تو میں تیری شناخت نہیں پاؤں گا۔ خدایا! مجھے اپنے پیغمبرؐ کی شناخت کروا، کیوں کہ اگر تو نے مجھے اپنے پیغمبرؐ کی شناخت نہ کروائی تو میں ہرگز اُن کی شناخت نہیں کر سکوں گا۔

خدایا! مجھے اپنی حجت کی شناخت کروا، کیوں کہ اگر تو نے مجھے اپنی حجت کی شناخت نہ کروائی تو میں اپنے دین کے راستے سے گمراہ ہو جاؤں گا۔ (اکمال الدین: ج ۲، ص ۱۱؛ بحار الانوار: ج ۹۲، ص ۳۲۶)

خداوند کے فرمان فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ کی تاویل کیا ہے؟

مفضلؓ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (سورۂ مدثر: آیہ ۸) "پھر جب صور پھونکا جائے گا" کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"وہ ہم میں سے ایک مشہور و مخفی امامؑ ہے، جب خداوند اس کے امر کو ظاہر کرنا

چاہے گا تو اُس کے دل میں ایک نقطہ القا کرے گا، لہٰذا وہ ظاہر ہو جائے گا اور خدائے عزوجل کے امر سے وہ قیام کرے گا۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۱۴۳، ح ۲۹)

فرمانِ خدا سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ...... کی تفسیر کیا ہے؟

علی بن حمزہ، ابوبصیرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (حٰم سجدہ: ۵۳) "ہم عنقریب نشانیوں کو تمام اطرافِ عالم میں اور ان کے نفس کے اندر دکھلائیں گے تا کہ اُن پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ برحق ہے......" کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ مسخ کو انھیں ان کے اندر دکھلائے گا اور آفاق میں قدرتی نظام کا تصادم دکھلائے گا یہاں تک کہ وہ اپنے اندر اور آفاق میں خدائے عزوجل کی قدرت کا مشاہدہ کریں گے۔

میں نے عرض کیا: "تا کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ برحق ہے" سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: قائمؑ کا قیام، وہ خدائے عزوجل کی جانب سے حق کہ مخلوقِ خدا اُن کا مشاہدہ کریں کہ وہ کیسا ایک یقینی و قطعی اَمر ہے۔ (بحار الانوار: ج ۵۱، ص ۵۷، ح ۴۹)

فرمانِ خدا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ...... کی تاویل کیا ہے؟

مفضلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ "اور ہم یقیناً بڑے عذاب سے پہلے انھیں معمولی عذاب کا مزہ چکھائیں گے" کی تفسیر و تاویل کے بارے

میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: معمولی عذاب سے مراد قیمتوں کا بڑھنا ہے اور بڑے عذاب سے مراد حضرت مہدی علیہ السلام ہیں کہ جو شمشیر کے ہمراہ ہوں گے۔ (بحار الانوار: ج۵۱، ص ۶۲، ح ۶۳)

maablib.org

صفاتِ ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام

maablib.org

صفتِ عصمت

ائمہؑ کا فرمان ''معصوم کے علاوہ کوئی امام نہیں ہو سکتا'' کا کیا معنی ہے؟

حسین اشقر کہتے ہیں کہ میں نے ہشامؓ بن حکم سے کہا کہ آپ کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ ''معصوم کے علاوہ کوئی امامؑ نہیں ہو سکتا؟''

ہشامؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''معصوم وہ ہے جو خداوند کے وسیلہ سے گناہوں اور الٰہی محرمات کو انجام نہ دے''۔ خداوند متعال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾

(سورۂ آل عمران: آیت ۱۰۱)

''اور جو خدا سے وابستہ ہو جائے سمجھو کہ اُسے سیدھے راستے کی ہدایت کر دی گئی ہے''۔ (بحار الانوار: ج ۵۱، ص ۵۹، ح ۵۵)

توضیح: وسیلۂ خدا سے مراد وہ علم و آگاہی ہے کہ جو خداوند متعال نے ان کو عطا کیا ہے اور وہ اس کی روشنی میں اپنے اختیار کے ساتھ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

خدا کے فرمان وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا .... سے کیا مراد ہے؟

① ابو بصیرؓ اور کنعانیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند ہمیں آپؑ پر قربان کرے؛ خداوند کے اس فرمان ''اور

اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی ہے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کس چیز کا نام ہے لیکن ہم نے اسے ایک نور قرار دیا ہے جس کے ذریعے اپنے بندوں میں جسے چاہتے ہیں اُسے ہدایت دیتے ہیں اور بے شک آپ لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت کر رہے ہیں" کا معنی کیا ہے؟ (سورہ آل عمران: آیہ ۱۰۱)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابا محمد! روح ایسی مخلوق ہے کہ جو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ سے بزرگ تر ہے، وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی کہ جو انھیں خبر دیتی اور محفوظ کرتی، وہ ائمہؑ کے ساتھ بھی ہے، انھیں بھی خبر دیتی اور محفوظ کرتی ہے۔ (معانی الاخبار: ص ۴۴؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۱۹۴، ح ۶۲)

② ابو بصیرؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی ہے، آپ کو معلوم نہیں تھا کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ خداوند عز وجل کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے بزرگ تر ہے کہ جو ہمیشہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھی، وہ انھیں خبر دیتی تھی اور ان کی رہنمائی کرتی تھی، وہ حضورؐ کے بعد آئمہ علیہم السلام کے ہمراہ بھی ہے۔ (کنز الفوائد: ص ۲۸۷؛ بحار الانوار: ج ۲۴، ص ۳۱۹، ح ۲۵)

فرمانِ خدا يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ... کا معنی کیا ہے؟

ابو بصیرؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدائے عز وجل کے قول يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي "وہ تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اُن سے کہہ دو روح میرے پروردگار کا امر ہے" کے

بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایسی مخلوق ہے کہ جو جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے بزرگ تر ہے، جو ہمیشہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھی اور آئمہ علیہم السلام کے ہمراہ بھی ہوتی ہے اور وہ عالم ملکوت میں سے ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۱۷، ح ۳)

کس کی شہادت قبول اور کس کی شہادت رد ہوتی ہے؟

علقمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! مجھے یہ بتائیں کہ کس کی شہادت اور گواہی قبول ہے اور کس کی قبول نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے علقمہؒ! جو کوئی فطرت اسلام پر ہے (اور مرتد و کافر نہیں ہوا ہے) اس کی شہادت قبول ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا اُس کی شہادت و گواہی قبول ہوتی ہے، جو گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے علقمہؒ! اگر ان لوگوں کی شہادت قبول نہ کی جائے جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو پھر انبیاؑ اور ان کے اوصیاؑ کے علاوہ کسی کی بھی شہادت قبول نہیں ہوگی؛ کیوں کہ انسانوں میں سے صرف وہی معصوم ہیں، پس جب تک تم نے کسی کو اپنی آنکھ سے گناہ کرتے نہیں دیکھا یا دو گواہ شہادت نہ دیں تو اس کا شمار اہلِ عدالت میں سے ہوگا اور اُس کی شہادت قابلِ قبول ہے، اگرچہ وہ فی نفسِ الامر اور واقع میں گناہ کار ہی کیوں نہ ہو؛ جو کوئی اس کی اس بارے میں غیبت کرے جو اُس میں ہے تو وہ ولایتِ خدا سے نکل کر ولایتِ شیطان میں داخل ہو جاتا ہے۔ بے شک میرے والد بزرگوار اور انھوں نے اپنے آباء و اجداد علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: جو کوئی کسی مومن کی اس بارے میں غیبت کرے جو اُس میں ہے

تو خداوند روزِ قیامت اُس شخص اور اُس مومن کو بہشت میں ہرگز اکٹھا نہیں کرے گا اور غیبت کرنے والا ہمیشہ جہنم میں ہوگا اور یہ کتنی بری تقدیر اور سرنوشت ہے۔

علقمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: لوگ بہت برے مطالب کی نسبت میری طرف دیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے میں بہت تنگ آچکا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے علقمہ! لوگوں کا اطمینان حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اُن کی زبان کو کنٹرول کرنا آسان ہے۔ آپ کس طرح ان چیزوں سے بچنا چاہتے ہو کہ جن سے انبیاء و رسل اور خدا کی حجتیں محفوظ نہیں رہ سکیں؟ کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف زنا جیسے نامشروع عمل کی نسبت دی ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ انھوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے تکلیفوں میں مبتلا ہوئے ہیں؟ کیا یہ نہیں ہوا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف انھوں نے یہ نسبت دی ہے کہ وہ کسی پرندے کے پیچھے گئے تو اُن کی نگاہ "اوریا" کی زوجہ پر پڑی، وہ اس کے عاشق ہو گئے۔ حکم دیا کہ اس کے شوہر کو جنگ پر بھیجیں، اسے آگے آگے رکھیں یہاں تک کہ وہ مارا گیا اور حضرت داؤدؑ اُس کی بیوی کے ساتھ شادی کر لیں؟ کیا یہ نہیں ہوا ہے کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت دی ہے کہ ان میں قوتِ مردانگی موجود نہیں ہے اور انھیں اذیت دی ہے، یہاں تک کہ خداوند نے انھیں بچایا، درحالاں کہ خدا کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ بلند تھا؟ (اُصول کافی: ج ۲، ص ۸، ح ۵)

کیا ایسا نہیں ہوا کہ تمام پیغمبروںؑ کی طرف نسبت دی گئی کہ وہ جادوگر اور طالب دنیا تھے؟

کیا یہ نہیں ہوا کہ حضرت مریمؑ بنت عمران کی طرف نسبت دی گئی کہ انھوں نے

یوسف نامی نجاری شخص سے ناشروع تعلق قائم رکھا کہ جس کے نتیجے میں حضرت عیسیٰؑ کا حمل ٹھہرا؟

کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ انھوں نے ہمارے پیغمبرؐ کی طرف شاعر اور دیوانہ ہونے کی نسبت دی ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ جنگِ بدر کے دن اُن کی طرف یہ نسبت دی گئی کہ انھوں نے جنگی غنائم میں سے مخمل کا کپڑا اٹھایا ہے؟ یہاں تک کہ خداوند متعال نے انھیں اس مخملی کپڑے سے آگاہ کیا اور اپنے پیغمبرؐ کو خیانت کی تہمت سے مبرّا کیا۔ قرآن میں اس سے متعلق آیت نازل فرمائی:

"کسی نبیؐ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ روزِ قیامت خیانت کے مال سمیت حاضر ہوگا"؟ (امالی صدوق: ص ۱۶۴)

کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ انھوں نے ان کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ انھوں نے اپنے چچازاد علیؑ کے بارے میں خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے گفتگو کی ہے، یہاں تک خداوند متعال نے ان کی باتوں کو جھٹلاتے ہوئے فرمایا:

"وہ ہرگز اپنی مرضی سے گفتگو نہیں کرتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے وہ صرف وحیِ خدا ہے"۔ (سورۂ آل عمران: آیہ ۱۶۱)

کیا یہ نہیں ہوا ہے کہ جب آں حضرتؐ نے فرمایا: میں آپ کی طرف بھیجا ہوا خدا کا پیغمبر ہوں تو انھوں نے ان پر جھوٹا ہونے کی تہمت لگائی، یہاں تک کہ خداوند نے ان پر آیت نازل فرمائی:

"اور یقیناً آپؐ سے پہلے والے پیغمبروںؑ کو بھی جھٹلایا گیا، انھوں نے جھٹلائے جانے پر صبر کا مظاہرہ کیا اور اس راستے میں تکلیفیں اٹھائیں یہاں تک کہ ہماری مدد ان تک پہنچی"۔ (النجم: آیہ ۳-۴)

یا جس دن آنحضرتؐ نے فرمایا: گذشتہ رات مجھے معراج پر لے جایا گیا۔ لوگوں نے کہا: خدا کی قسم، وہ گذشتہ رات اپنے کمرے سے باہر نہیں گئے۔ اسی طرح پیغمبروںؑ کے اوصیاء اور جانشینوں کی طرف جو نسبتیں دی گئی ہیں، وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں۔

کیا ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُن لوگوں نے سید الاوصیا علی علیہ السلام کی طرف یہ نسبت دی ہے کہ انھوں نے دنیا اور ملک وحکومت کو طلب کیا ہے اور فتنہ وفساد کو آرام وسکون پر ترجیح دی ہے؟ اور کسی دلیل کے بغیر مسلمانوں کا خون بہایا ہے۔ یہ کہ اگر اس میں کوئی خیر ہوتی تو خالد بن ولید کو یہ ذمہ داری نہ ملتی کہ ان کی گردن اُڑا دے؟! کیا یہ نہیں ہوا کہ اُنھوں نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف یہ نسبت دی کہ انھوں نے اپنے گھر میں حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن پر غضبناک ہوئے اور مسلمانوں کے منبر پر جا کر ان کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا: علیؑ دختر رسولؐ فاطمہؑ کے ہوتے ہوئے بھی دشمنِ خدا ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ خبردار! فاطمہؑ میرے بدن کا ٹکڑا ہے، جس نے اُسے اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جو کوئی اُسے خوش کرے گا اُس نے مجھے خوش کیا، جس کسی نے اُسے غضبناک کیا، اُس نے مجھے غضبناک کیا"۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے علقمہؓ! حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لوگوں کی باتیں کس قدر عجیب و غریب ہیں؟! کس قدر فاصلہ ہے اس کے درمیان جو کہتا ہے: علیؑ پروردگار اور معبود ہے اور وہ جو کہتا ہے کہ علیؑ معصیت کار ہے اور اپنے معبود کی نافرمانی کی ہے۔ البتہ جو کوئی علیؑ کی طرف گناہ کار ہونے کی نسبت دیتا ہے وہ اس سے کہیں آسان تر ہے کہ جو علی علیہ السلام کی طرف پروردگار ہونے کی نسبت دیتا ہے۔

اے علقمہؓ! کیا ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے خدا کے بارے میں کہا ہے کہ وہ

تین میں سے ایک ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے خداوند کو مخلوق سے تشبیہ دی ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے کہا: وہ وہی دہر (زمانہ) ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے کہا: وہ وہی فلک ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے کہا کہ وہ جسم ہے؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ انھوں نے کہا ہے وہ صاحب شکل وصورت ہے؟

جو کچھ وہ کہتے ہیں: خداوند اس سے منزہ ومبرہ ہے۔

اے علقمہؒ! وہ زبانیں جو خداوند کی ذاتِ اقدس کی طرف ایسی ایسی نسبت دیتی ہیں کہ جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں، کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کی طرف ایسی نسبت نہ دیں جو آپ کو اچھی نہ لگے؟

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (سورہ اعراف: آیہ ۱۲۸)

"بے شک زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے اور عاقبت متقین کے لیے ہے"۔ لہٰذا خداوند سے مدد حاصل کریں اور صبر سے کام لیں"۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: "ہم تمھارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمھارے آنے کے بعد بھی ستائے گئے" (یہ اذیتیں کب ختم ہوں گی)۔ خدائے عزوجل کا فرمان ہے:

"موسیٰؑ نے جواب دیا کہ عنقریب تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمھیں زمین میں اس کا جانشین بنا دے گا اور پھر دیکھے گا کہ تمھارا طرزِ عمل کیا ہے؟" (سورہ اعراف: آیہ ۱۲۹)

صفتِ علم

کیا خدا کسی شخص کی اطاعت واجب کرتا ہے لیکن اُسے آسمان کی خبر سے محروم رکھے؟

① حماد صائغؒ کہتے ہیں: میں نے سنا کہ مفضلؒ بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے کہ خداوند کسی شخص کی اطاعت واجب قرار دے لیکن اُسے آسمان کی خبر دینے سے دریغ کرے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند بالاتر، بلندتر، گرامی تر اور مہربان تر ہے اپنے بندوں پر کہ وہ اپنے بندوں پر کسی ایسے شخص کی اطاعت کو واجب قرار دے، لیکن صبح و شام اُسے آسمان کی خبروں سے محروم رکھے۔ اس وقت حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام داخل ہوئے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تم پسند کرو گے کہ کتاب علیؑ کے صاحب کی زیارت کرو؟

مفضلؒ نے کہا: اس سے بڑی اور کون سی چیز ہے جو مجھے خوش حال کرے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہی صاحبِ کتاب علیؑ ہیں ایسی پوشیدہ و مخفی کتاب کہ خداوند نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

"اسے پاک و پاکیزہ افراد کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا ہے"۔

(امالی صدوق: ص ۶۳ و ۶۴؛ بحار الانوار: ج ۶۷، ص ۲، ح ۴)

توضیح: ظاہراً کتابِ علیؑ سے مقصود وہی وسیع علوم ہیں کہ جو خداوند متعال نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے امیر المومنین علی علیہ السلام کو سکھائے ہیں۔

② مفضلؒ بن عمر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا یہ ممکن ہے

کہ خداوند متعال اپنے بندوں پر کسی شخص کی اطاعت واجب قرار دے، لیکن اس سے آسمانی خبر کو پوشیدہ رکھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال اس سے کہیں بزرگ تر، مہربان تر اور شفیق تر ہے کہ کسی شخص کی اطاعت اپنے بندوں پر واجب قرار دے اور صبح وشام آسمانی خبروں کو اس سے مخفی رکھے۔ (غیبۃ النعمانی: ص ۱۷۸؛ بحار الانوار: ج ۴۸، ص ۲۳، ح ۳۴)

"رسولؐ خدا نے علیؑ کو علم وحکمت کے ہزار باب سکھائے" کا معنی کیا ہے؟

① ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں! شیعہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو علم وحکمت کا ایسا باب سکھایا کہ ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں؟ اس کا مطلب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابا محمد! خدا کی قسم، رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو علم کے ہزار باب سکھائے کہ ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں، (یعنی یہ حدیث کہ جسے شیعہ حضرات نقل کرتے ہیں، درست ہے؟ یہ صحیح اس طرح سے ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں نہ کہ ایک باب)

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم، یہ ہے علم وحکمت (جس کا بعض دعویٰ کرتے ہیں)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، یہ ہے علم و دانش، نہ کہ وہ۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۳۸۹، ح ۳)

② ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں، کیا یہاں پر کوئی (نامحرم) شخص ہے کہ جو میری بات سن رہا ہو؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے درمیان سے دوسرے کمرے کا پردہ اٹھایا اور سر آگے کر کے فرمایا: اے ابا محمد! جو پوچھنا چاہتے ہو، پوچھ لو۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ آپؑ کے شیعہ حدیث بیان کرتے ہیں: رسولؐ خدا نے امیر المومنینؑ کو علم کا باب سکھایا کہ جس سے علم کے ہزار باب کھلتے ہیں۔ (ایسے مصادیق و جزئیات کا علم کہ جو کلی قواعد پر منطبق ہوتا ہے)۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم؛ حقیقی اور مکمل علم یہی ہے۔

امام علیہ السلام نے کچھ دیر تک (غور و فکر کا اظہار کرنے کے لیے) زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: وہ علم ہے لیکن کامل نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے ابا محمد! بے شک 'جامعہ' ہمارے پاس ہے، لیکن لوگوں کو کیا معلوم کہ جامعہ کیا ہے؟ (بصائر الدرجات: ج ۸۶؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۲۹، ح ۳۳)

③ یونسؒ بن رباط کہتے ہیں کہ میں اور کامل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ کامل نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، فلاں شخص ایک حدیث نقل کرتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا کہتا ہے؟

اُس نے عرض کیا: اس نے کہا ہے: "رسولؐ خدا نے اپنی رحلت کے دن حدیث کے ہزار باب روایت کیے ہیں اور ہر باب ہزار حدیثوں کی کنجی تھا کہ جو مجموعی طور پر دس لاکھ باب بنتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، ایسا ہی تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں؛ وہ ابواب آپ کے شیعوں اور دوستوں پر ظاہر ہوئے ہیں؟ جو ان علوم سے آگاہ ہوئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے کامل! ان میں سے ایک یا دو باب ظاہر ہوئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ اس بنا پر آپؑ کی فضیلت کے دس

لاکھ ابواب میں سے ایک یا دو کے علاوہ نقل نہیں ہوئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اُمید رکھتے ہو کہ آپؑ ہمارے فضائل کس حد تک نقل کرو گے؟ آپ ہمارے فضائل میں سے الف غیر متصل کے علاوہ نقل نہیں کر سکتے ہو۔
(اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۳۴۳، ح ۱)

فرمانِ خدا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ سے کیا مراد ہے؟

اسباط اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں حاضر تھا کہ علم ہیئت جاننے والے ایک شخص نے امامؑ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ اس آیتِ کریمہ: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ "کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے ہیں اس بات پر نصیحت صرف صاحبان عقل حاصل کرتے ہیں" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہم ہیں جو جانتے ہیں اور عالم ہیں؛ ہمارے دشمن جاہل ہیں اور وہ نہیں جانتے ہیں، ہمارے شیعہ صاحبانِ عقل و فکر ہیں (سورۂ زمر: آیہ ۹)۔
(اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۶۲، ح ۹)

فرمانِ خدا بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ ..... سے کیا مراد ہے؟

محمدؒ بن برقی، علیؒ بن اسباط سے روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ "بلکہ یہ قرآن چند کھلی ہوئی آیتوں کا نام ہے جو ان کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے......" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہم ہیں۔
اُس شخص نے سوال کیا: مولا! میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ کیا اُس وقت تک

جب قائم علیہ السلام قیام کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم تمام کے تمام کے بعد دیگرے امر خدا کو قائم کرنے والے ہیں، یہاں تک کہ صاحبِ شمشیر آجائے۔ پس جب ان تک نوبت پہنچے گی تو اس وقت امر اُس کے علاوہ اور ہوگا (سورۂ عنکبوت: آیہ ۴۹)۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۷؛ بحارالانوار: ج ۲۴، ص ۱۲۰، ح ۳)

فرمانِ خدا فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ .... کا معنی کیا ہے؟

ابنِ کثیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہلِ ذکر سے سوال کرو" کا معنی وتفسیر پوچھی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ذکر سے مقصود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہم اُن کے اہل ہیں کہ جن کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

میں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا: خداوند فرماتا ہے:

"یہ قرآن آپ اور آپ کی قوم کے لیے ذکر کا سامان ہے اور عنقریب تم سب سے بازپرس کی جائے گی"۔ (سورۂ نحل: آیہ ۴۳)

امام علیہ السلام نے فرمایا: صرف ہمارا قصد کیا ہے، ہم اہلِ ذکر ہیں اور ہمارے بارے میں پوچھا جائے گا (سورۂ زخرف: آیہ ۴۴)۔ (کنز الفوائد: ص ۲۲۳؛ بحارالانوار: ج ۲۳، ص ۱۸۹)

حضرت امام جعفر صادقؑ کے فرمان "ہمارا علم مستقبل کے بارے، تحریر شدہ اور الہام والقا ہے" کا معنی کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہمیشہ فرماتے تھے: ہمارا علم مستقبل کے بارے

میں تحریر شدہ، دل میں الہام اور کان میں القا ہوتا ہے۔ ہمارے پاس ہے جفر سرخ، جفر سفید اور مصحفِ فاطمہؑ ہمارے پاس ہے جامعہ کہ جس میں ان تمام چیزوں کا علم ہے جن کی لوگوں کو احتیاج ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کلام کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: البتہ غابر یعنی اُس کا علم کہ جو آئندہ ہوگا، مزبور ایسا علم ہے کہ جو ہو چکا ہے، نکت قلوب میں الہام ہے اور القا، کان میں فرشتوں کا بات کرنا ہے کہ ہم ان کی بات سنتے ہیں لیکن ہم انھیں دیکھتے نہیں ہیں۔

جفر سرخ ایسا ظرف ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ ہے، وہ مذکورہ ظرف سے خارج نہیں ہوگا، مگر یہ کہ جب ہم اہل بیتؑ کے قائم قیام کریں گے۔ جفر سفید بھی ایک ایسا ظرف ہے کہ اس میں توریتِ موسیٰؑ، انجیلِ عیسیٰؑ، زبورِ داؤدؑ اور خدا کی ابتدائی کتب ہیں، البتہ مصحفِ فاطمہؑ میں اُس کے بارے میں خبر ہے جو مستقبل میں ہوگا، اس میں ان سب کے نام ہیں جو تا قیامِ قیامت حکومت کریں گے اور جامعہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی لمبائی (۷۰) ہاتھ ہے اور وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو لبوں سے املا ہوئی ہے کہ جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ خدا کی قسم، اس میں ہر وہ چیز ہے کہ جس کی لوگوں کو روزِ قیامت تک ضرورت ہے، یہاں تک کہ خراش کی دیت یا ایسا جرم کہ جس کے لیے ایک یا آدھے کوڑے کی سزا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۳۰۴، ح۲)

جب ائمہؑ سے سوال کیا جائے تو کیا وہ جواب دینے میں کسی چیز کے محتاج ہوئے ہیں؟

① عبداللہ بن طلحہ نہدی کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ذریحؒ نے حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ میری ایک حاجت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ذریح! اپنی حاجت بیان کرو کہ ہمارے نزدیک آپ کی حاجت پوری کرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

اُس نے عرض کیا: آپؑ پر فدا ہو جاؤں، آپؑ یہ فرمائیں کہ جب آپؑ سے کوئی سوال کیا جائے اور اُس کا جواب دینے کے لیے آپؑ کے پاس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی چیز نہ ہو تو کیا آپؑ کو کسی کتاب وغیرہ کی احتیاج ہوتی ہے کہ آپؑ اسے دیکھ کر جواب دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ذریح! ہاں، خدا کی قسم، اگر ہمارے علم میں اضافہ نہ ہو تو ہمارا علم ختم ہو جاتا۔

عبداللہ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا... کے علم میں کسی ایسی چیز کا اضافہ ہوتا ہے کہ جو رسولؐ خدا کے پاس نہیں تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام نے پیغمبروں کا علم وراثت... لیا، اس کے باوجود خداوند اُن کے علم میں اضافہ کرتا رہا۔ جناب سلیمانؑ... سے اُن کا علم میراث میں پایا، اس کے باوجود خداوند ان کے علم... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ سے ان... اس کے باوجود خداوند آپؑ کے علم میں اضافہ کرتا رہا اور ہم... علم میراث میں پایا، خداوند نے ہمارے علم میں اضافہ کیا، جو... اس کے علاوہ ہمارے علم میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا۔

کیا آپؑ نے نہیں سنا ہے کہ میرے پدرِ بزرگوار حضر... فرمایا: بندوں کے تمام اعمال جمعرات کے دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...

کیے جاتے ہیں، وہ اِن اعمال کو دیکھتے ہیں اور جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اس سے آگاہ ہوتے ہیں؛ لہٰذا جو کچھ وہ جانتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے علم میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا ہے۔ (ارشاد المفید: ص۲۶۷؛ احتجاج الطبرسی: ص۲۰۳؛ بحارالانوار: ج۲۶، ص۱۸، ح۱)

② محمد بن سلیمان دیلمی اپنے پدر سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم نے متعدد بار سنا ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں: اگر ہمارے علم میں اضافہ نہ ہوتا تو ہمارا علم ختم ہو جاتا، اس سے آپؑ کی مراد کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، خداوند متعال نے حلال و حرام مکمل طور پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیے ہیں، لہٰذا حلال و حرام کے بارے میں علم میں اضافہ نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا: کس بارے میں اضافہ ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حلال و حرام کے علاوہ تمام اشیاء کے بارے میں ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا آپ کو کوئی ایسی چیز دی جاتی ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخفی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، جو مطلب خداوند متعال کی طرف سے صادر ہوتا ہے، فرشتہ اُسے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر کرتا ہے اور عرض کرتا ہے: اے محمدؐ! آپؐ کا پروردگار آپؐ کو اِس کا اور اُس کا حکم دیتا ہے۔

رسولؐ خدا فرماتے ہیں: انھیں حضرت علی علیہ السلام کے پاس لے جاؤ، فرشتہ اُسے حضرت علیؑ کے پاس لے جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اسے حسنؑ کے پاس لے جاؤ۔

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں: اسے حسینؑ کے پاس لے جاؤ، اسی طرح یہ ہم تک پہنچتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا آپؑ کے علم میں کسی ایسی چیز کا اضافہ ہوتا ہے کہ جسے رسولؐ خدا نہ جانتے ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم برباد ہو جاؤ، یہ کس طرح سے ممکن ہے کہ امامؑ کو کسی چیز کا علم ہو کہ جسے پہلے والے امامؑ یا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ جانتے ہوں؟ (بحارالانوار: ج ۲۶، ص ۹۰، ح ۳۷)

(۳) علی، ابو بصیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ اُنھوں نے فرمایا: شب و روز ہمارے علم میں اضافہ ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے۔

ابو بصیرؓ نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ کے ہاں کون آتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے بعض آنکھ سے دیکھتے ہیں، بعض کے دل میں الہام ہوتا ہے اور ہم میں سے بعض کان سے سنتے ہیں اس میں یوں آواز آتی ہے جیسے طشت پر زنجیر مارنے سے آتی ہے۔

ابو بصیرؓ نے کہا: خدا مجھے آپؑ پر قربان کرے؛ آپؑ کے پاس کون آتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایسی مخلوق ہے کہ جبریلؑ و میکائیلؑ سے بزرگ تر ہے۔

(بصائر الدرجات: ص ۱۱۶؛ الاختصاص: ص ۳۱۳؛ بحارالانوار: ج ۲۲، ص ۱۵۵، ح ۸)

علمِ امامؑ کے حدود کیا ہیں؟

علی سائیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آئمہ معصومینؑ کے علم کی حدود کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا:

"ہمارے علم و دانش کے حدود و اَبعاد تین طرح سے ہیں۔ کچھ گذشتہ سے مربوط، کچھ آئندہ کے بارے میں اور کچھ متجدد سے متعلق ہے؛ جو کچھ گذشتہ سے مربوط ہیں۔ رسولؐ خدا نے اُس کی ہمارے لیے وضاحت فرمائی ہے اور جو کچھ مستقبل سے مربوط و مختوم ہیں وہ کسی چیز میں مکتوب اور مدوّن ہیں اور جو کچھ متجدد ہے، وہ دل میں الہام ہوتا ہے یا کان میں اَلقا ہوتا ہے، علم کی اَقسام میں سے بہترین قسم یہی ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے"۔ (بصائر الدرجات: ص ۶۳؛ بحارالانوار: ج ۲۶، ص ۵۲، ح ۱۱۰)

اَئمہؑ کے علم کا منبع کیا ہے؟

عبداللہؒ بن طلحہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپؑ جو علم ہمارے لیے بیان کرتے ہیں، اُس کے بارے میں بتائیں۔ کیا آپؑ کے پاس کتابیں ہیں؟ یا ایک دوسرے سے روایت کرنے کے ذریعے سے ہیں یا کسی اور وسیلہ سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عبداللہ! امر اس سے کہیں عظیم تر ہے، کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہاں، (پڑھتا ہوں)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا یہ نہیں پڑھتے ہو؟

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ اَفَتَرَوْنَ اَنَّهٗ كَانَ فِيْ حَالٍ لَا يَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

"اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی

کی ہے آپ کو معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے کیا تم یوں تصور کرتے ہو کہ وہ ایک زمانے میں کوئی چیز نہیں جانتے تھے نہ کتاب نہ ایمان"۔ (بصائر الدرجات: ص ۹۲؛ بحار الانوار: ج ۲۲، ص ۱۵۵، ح ۱۳۲)

میں نے عرض کیا: جی (ہاں) ہم اس آیت کو اسی طرح ہی پڑھتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی (ہاں) اسی طرح سے ہی ہے کہ رسولؐ خدا ایک زمانے میں نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا ہے، یہاں تک کہ خداوند متعال نے ان کے لیے اس روح کو بھیجا اور اس روح کے وسیلہ سے انھیں علم وفہم عطا کیا ہے اور یہ روح اسی طرح جاری وساری ہے، خداوند جب بھی اسے کسی بندے پر نازل کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے اسے علم وفہم بھی عطا کرتا ہے۔ (سورۂ شوریٰ: آیہ ۵۲)

علمِ امامؑ کی نہایت کیا ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نزدیک تھا کہ مفضلؒ بن عمر آئے اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ! ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضلؒ! پوچھیں۔

مفضلؒ نے عرض کیا: علمِ امامؑ کی انتہا کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو نے بہت سخت سوال کیا ہے اور انتہائی اہم چیز کے بارے میں پوچھا ہے۔ دنیا کا آسمان دوسرے آسمان کے مقابلے میں ذرہ کی ایسی کڑی ہے جو صحرا میں گری ہوئی ہو۔ اسی طرح تمام آسمان دوسرے آسمانوں کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں۔ آسمانِ ہفتم ظلمت وتاریکی کے مقابلے میں اسی طرح ہے اور ظلمت کا نور سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اسی طرح یہ سب کچھ فضا کے مقابل ہے، نہ ہی زمین کا

ہر طبقہ ایک دوسرے کی مانند ہے۔ یہ سب کا سب علم امامؑ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے اس کہ ایک مد (دس چھٹانک) رائی ہو کہ جسے آپ نے اچھی طرح سے رگڑا ہو اور اُسے پانی میں ڈال کر اچھی طرح سے مخلوط کر دیا ہو تا کہ جس کی جھاگ بن جائے، اس کے بعد اس جھاگ میں انگلی ڈالی ہو (یعنی علم امامؑ کے مقابلے میں یہ تمام عوالم اس جھاگ کی مقدار کے برابر ہے جو آپ کی انگلی پر لگی ہے)۔ اسی طرح علم خدا کے مقابلے میں امامؑ کا علم نہیں ہے سوائے رائی کی اس مد (دس چھٹانک) کی مانند کے، جسے تم نے اچھی طرح سے رگڑ کر سفوف بنایا ہو، پھر اس میں پانی ڈال کر اُسے اچھی طرح سے مخلوط کیا ہو کہ وہ جھاگ بن جائے اور سوئی کی نوک کے ذریعے تھوڑی سی وہ جھاگ اٹھائی ہو۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لیے اتنی مقدار میں وضاحت کافی ہے، تا کہ تم اس کے ذریعے اور آئمہ علیہم السلام کے حالات و اخبار میں نگاہ کرنے سے اپنے سوال کا جواب حاصل کرلو۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۳۵؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۵۹، ح ۳۰)

کیا آئمہ علیہم السلام علم غیب جانتے ہیں؟

① صفوان بن یحییٰ اپنے دوستوں میں سے کسی ایک سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے۔

آپؑ کے اصحاب میں سے کسی ایک شخص نے کہا: پس، آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کیا آپؑ کے پاس علم غیب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ میں تو اس سے بھی آگاہ ہوں جو کچھ

مردوں کی پشت (صلب) اور عورتوں کے رحم میں ہے۔ تم پر افسوس ہے! تمہارے سینے وسیع ہوں اور تمہاری آنکھیں اچھی طرح سے دیکھیں اور تمہارے دل اچھی طرح سے سمجھیں، ہم بندوں پر حجت خدا ہیں اور یہ ایسی چیز ہے کہ جسے ہر کسی کا سینہ سوائے اس مومن کے کہ جس کی قدرت و طاقت تمامہ پہاڑوں کے برابر ہو، برداشت کرنے کی قدرت نہیں رکھتا مگر یہ کہ جسے خدا اجازت عطا کردے۔

خدا کی قسم، اگر میں چاہوں تو تہامہ پہاڑ کی ریت کے تمام ذرات کو شمار کرسکتا ہوں، شب و روز نہیں گزرتے مگر یہ کہ ریت بھی ان انسانوں (مخلوق) کی مانند ریت کو پیدا کرتی ہے۔ اس طرح سے ریت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خدا کی قسم، میرے بعد آپ لوگ ایک دوسرے کے یوں دشمن بن جاؤ گے کہ ایک دوسرے کو کھا جاؤ گے۔ (بحارالانوار: ج ۲۵، ص ۳۸۵، ح ۴۳)

(۲) عمار ساباطی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا امامؑ علمِ غیب رکھتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ البتہ جب وہ کچھ جاننا چاہیں تو خداوند متعال وہ اُسے عطا کردیتا ہے۔ (مناقب آل ابی طالب: ج ۳، ص ۳۷۴؛ بحارالانوار: ج ۲۶، ص ۲۷، ح ۲۸)

توضیح: یہاں پر جس علمِ غیب کا سوال ہوا ہے اس سے مراد ذاتی علمِ غیب ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔

امامؑ جو کچھ سنتے ہیں انھیں کیسے پتا چلتا ہے کہ وہ فرشتے کی طرف سے ہے نہ کہ شیطان کی جانب سے؟

زرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

عرض کیا: مولاؑ! امامؑ جو کچھ سنتے ہیں انھیں کیسے پتا چلتا ہے کہ وہ فرشتۂ خدا کی طرف سے ہے نہ کہ شیطان کی جانب سے؛ درحالاں کہ وہ بولنے والے کو نہیں دیکھتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے دل میں اطمینان وسکون القا ہوتا ہے کہ وہ مطمئن ہو جائے کہ یہ بات فرشتے کی جانب سے ہے۔ اگر شیطان کی طرف سے ہو تو خوف و ہراس عارض ہوتا ہے۔

اے زرارہؒ! اگرچہ شیطان ہرگز اس اَمر (امامت) کے صاحب و مالک کو حرام نہیں ہوتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۳۸۱، ح۳)

کیا بعض آئمہؑ بعض سے داناتر ہیں؟

ایوب بن الحر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا بعض آئمہ دوسرے آئمہ سے داناتر ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، لیکن حلال و حرام اور تفسیر قرآن کے علم میں مساوی ہیں۔ (بصائر الدرجات: ص ۹۲؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۶۰، ح ۱۳۴)

امامؑ کیوں بعض دفعہ جلدی اور بعض دفعہ دیر سے جواب دیتے ہیں؟

عیسیٰ بن حمزہ ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم جب آپؑ سے سوال کرتے ہیں تو آپؑ بعض اوقات ہمیں جلدی سے جواب دیتے ہیں اور بعض اوقات سرزمین کی جانب جھکا دیتے ہیں اور اس کے بعد جواب دیتے ہیں؟ (ایسا کیوں ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، ہمارے کانوں اور دلوں میں القا ہوتا ہے، پس جب القا ہو جائے تو ہم بات کرتے ہیں اور جب القا نہ ہو ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ (تفسیر عیاشی: ج ۲، ص ۱۵؛ بحار الانوار: ج ۸۹، ص ۹۵، ح ۵۲)

کیا امامؑ اپنا علم، اصحابِ علم و دانش سے حاصل کرتے ہیں؟

ابوحمزہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے علمِ امامؑ کے بارے میں پوچھا کہ کیا امامؑ اُسے اصحابِ علم و دانش کی زبان سے حاصل کرتے ہیں یا آپؑ کے پاس کوئی کتاب ہے کہ جسے پڑھ کر حاصل کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپؑ نے جو کچھ کہا ہے، اس سے مطلب کہیں عظیم تر اور محکم تر ہے۔ کیا آپ نے خداوند کا یہ فرمان نہیں سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے:

"اور اسی طرح ہم نے تمھاری طرف اپنے حکم سے روح کی وحی ہے، تمھیں نہیں معلوم تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے"۔

(بصائر الدرجات: ص۹۱؛ بحار الانوار: ج ۲، ص ۵۷، ح ۱۲۳)

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: آپؑ کے ساتھی اس آیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتاب اور ایمان سے آگاہ نہیں تھے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، وہ اس حال میں تھے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا ہے، یہاں تک کہ خداوند متعال نے اس روح کو مبعوث کیا کہ جس کا ذکر وہ اپنی کتاب میں کرتا ہے اور چونکہ اُسے اُن کی طرف وحی کی، اُنھوں نے اس کے سبب علم سیکھا، وہ وہی روح ہے کہ خداوند جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور چوں کہ جب وہ اُسے کسی بندے کو عطا کرتا ہے تو وہ اُسے علم و فہم سکھاتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۵۳، ح ۵)

ائمہ علیہم السلام کے اس فرمان کہ "کوئی شب جمعہ ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ اس میں اولیائے خدا کے لیے سرور ہے" کا معنی کیا ہے؟

① یونس بن ابوالفضل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: کوئی بھی شب جمعہ ایسی نہیں ہے کہ جس میں اولیائے خدا کے لیے خوش حالی و سرور نہ ہو۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، یہ کس طرح ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی شب جمعہ آتی ہے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش پر تشریف لے جاتے ہیں اور میں بھی ان کے ہمراہ ہوتا ہوں، وہاں سے واپس نہیں آتا، مگر جدید علم لے کر: اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارا علم ختم ہو جاتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ص ۳۶: بحار الانوار: ج ۲۲، ص ۵۵۲، ح ۹)

② مفضل کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے اباعبداللہ! (مفضل کی کنیت) اُس دن سے پہلے امام علیہ السلام نے مجھے کبھی کنیت کے ساتھ نہیں بلایا تھا: میں نے عرض کیا: لبیک یا امامؑ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر شب جمعہ ہمارے لیے ایک خوشی و سرور ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا: آپؑ کا خدا اس میں اضافہ کرے، وہ خوشی اور سرور کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب شب جمعہ ہوتی ہے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرش پر ظاہر ہوتے ہیں، ائمہ بھی ظاہر ہوتے ہیں اور میں بھی ساتھ ہوتا ہوں۔ پس اَرواح ہمارے بدن میں نہیں لوٹتی ہیں مگر اس علم کے ہمراہ کہ جس سے استفادہ ہوا ہو، اگر ایسا نہ ہو تو ہمارا علم و دانش ختم ہو جائے۔ (اُصول کافی: ج ۱، ص ۲۷۳، ح ۳)

توضیح: یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ائمہ علیہم السلام اس جہاں میں بشر ہیں اور یہاں پر ان کا علم بھی محدود ہے، لہٰذا مسلسل خداوند کی طرف سے موردِ عنایت

قرار پاتے ہیں اور غیبی امداد کے ذریعہ مسلسل تازہ علوم سے بہرہ مند ہوتے رہتے ہیں۔

شب جمعہ آئمہؑ کی شان وشوکت کیا ہوتی ہے؟

ابو یحییٰ صنعانی کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابا یحییٰ! شب جمعہ ہماری ایک خاص حالت اور شان وشوکت ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا: مولا! آپؑ پر قربان ہو جاؤں، وہ شان وشوکت اور حالت کیسی ہوتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: دنیا سے رخصت کر جانے والے انبیاء و اوصیاء کی ارواح اور تمہارے درمیان موجود وصی کی روح کو آسمان کی طرف پرواز کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کہ وہ عرش پر جائیں۔ سات مرتبہ اس کا طواف کریں اور ہر ستون کے پاس دو رکعت نماز پڑھیں۔ اس کے بعد پھر وہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹائی جاتی ہیں۔ لہٰذا اوصیاء و انبیاء جب صبح کرتے ہیں تو وہ سرور وخوشی سے مسرور ہوتے ہیں۔ پیغمبرؐ کا وصی و جانشین کہ جو موجود ہوتا ہے وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے علم میں اضافہ ہو چکا ہوتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ص ۳۶؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۸۹، ح ۸)

علمِ آئمہؑ کی حقیقت کیا ہے؟

ابو بصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: فرزند رسولؐ! وہ علم جو آپؑ کے پاس ہے، کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ شب و روز میں حادث اور واقع ہوتا ہے، امر کے بعد امر اور شے کے بعد شے، تا روزِ قیامت (ہم پر الہام والقا ہوتا ہے)۔ (بصائر الدرجات: ص ۹۴؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۶۰، ح ۱۳۷)

توضیح: امام علیہ السلام اس حدیث میں ظاہراً یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام سے

علم غیب ذاتی کی نفی کریں کہ جو ذات خداوند سے مخصوص ہے اور یہ فرمائیں کہ اگر پے در پے الٰہی مدد نہ پہنچے تو وہ کچھ نہیں جانتے۔

امامؑ دنیا کے مختلف مناطق سے کس طرح سے آگاہ ہوتے ہیں؟

مفضلؓ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ امامؑ خود تو ایک کمرے میں رہتے ہیں، پھر وہ دنیا کے اطراف و اکناف سے کیسے آگاہ ہوتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضلؓ! خداوند متعال نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پانچ روحیں رکھی ہیں:

① روح زندگی کہ جس کے ذریعے وہ چلتے پھرتے ہیں۔

② روح قوہ کہ جس کے ذریعہ وہ قیام اور کوشش کرتے ہیں۔

③ روح شہوت کہ جس کے وہ ذریعے کھاتے اور پیتے ہیں اور حلال عورتوں کے ساتھ تعلق شب بسری قائم کرتے ہیں۔

④ روح ایمان کہ جس کے وسیلے سے ایمان لائیں اور عدالت کریں۔

⑤ روح قدسی کہ جس کے ذریعے سے نبوت کی ذمہ داری اٹھائیں۔

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی تو روح القدس آپؐ سے (اُن کے جانشین) امامؑ کی طرف منتقل ہو گئی۔ روح القدس میں غفلت، بے ہودہ گوئی اور تکبر نہیں ہے اور باقی چاروں میں غفلت، تکبر اور یاوہ گوئی نہیں ہے۔ روح القدس کے وسیلے سے تمام چیزوں کا ادراک ہوتا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۱۷)

ائمہؑ سے اگر سوال کیا جائے اور وہ نہ جانتے ہوں تو پھر وہ کیا کرتے ہیں؟

① حمران اپنے ساتھیوں میں سے ایک سے روایت کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے:

میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کیا ایسا ممکن ہے کہ آپؑ سے سوال کیا جائے اور آپؑ اس کا جواب نہ جانتے ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ایسا ہونا ممکن ہے۔

میں نے عرض کیا: اس صورت میں آپؑ کیا کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: روح القدس ہم تک اس کا جواب پہنچاتا ہے۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۳۳؛ بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۵۵، ح ۱۶)

② حارث نظری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر امامؑ سے کوئی سوال کیا جائے کہ جس کا جواب ان کے پاس نہ ہو تو پھر وہ کیسے جانتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے دل میں الہام یا کان میں القا ہوتا ہے (اس طرح وہ جواب سے آگاہ ہوتے ہیں) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ آپؑ کیسے اور کہاں سے جواب دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: الہام یا کان میں القا ہونے سے اور بعض اوقات دونوں کے ذریعے سے وہ جواب سے آگاہ ہوتے ہیں۔ (امالی ابنِ الشیخ: ص ۲۶۰؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۱۸، ح ۳)

''جامعہ'' کیا ہے؟

ابو بصیرؒ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: مولا! آپؑ پر قربان ہو جاؤں ''جامعہ'' کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ستر ہاتھ لمبا ایک طومار ہے جو رسول

خدا ﷺ نے املا کروایا اور حضرت علی علیہ السلام نے اسے لکھا۔ اس میں لوگوں کی ضرورت کی تمام چیزیں حلال و حرام یہاں تک کہ خراش تک کی دیت بھی زکور ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنا دستِ مبارک مجھے مارا اور فرمایا: اے ابا محمد! کیا مجھے اجازت ہے؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ کی ملکیت ہوں، آپؑ جو چاہیں، کریں۔

آپؑ نے اس کے بعد اپنے دستِ مبارک سے مجھے چٹکی کاٹی اور پھر فرمایا: یہاں تک کہ اس چٹکی کی دیت بھی "جامعہ" میں مذکور ہے اور امام علیہ السلام غصے میں دکھائی دینے لگے (ایسی حالت جو عام طور پر چٹکی کاٹنے والے کی ہوتی ہے)

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم، علمِ کامل یہی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ علم ہے لیکن کامل نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؑ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا: بے شک "جفر" ہمارے پاس ہے، لوگوں کو معلوم ہے کہ جفر کیا ہے؟

جفر کیا ہے؟

ابو بصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: جفر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ چمڑے کا بنا ہوا ایسا مخزن ہے کہ جس میں پیغمبروں، ان کے اوصیا اور بنی اسرائیل کے گذشتہ دانشوروں کا علم موجود ہے۔

میں نے عرض کیا: بے شک یہی علم کامل ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ علم ہے لیکن کامل نہیں ہے، پھر آپؑ نے تھوڑی دیر کے لیے سکوت اختیار کیا اور اس کے بعد فرمایا: بے شک مصحفؑ فاطمہ ہمارے پاس ہے۔

وہ کیا جانتے ہیں کہ مصحفِ فاطمہؑ کیا ہے؟ (امالی الصدوق: ص ۳۶۰؛ بحار الانوار: ج ۲۶،

ص ۱۸، ح ۳)

مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

① ابو بصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایسی کتاب ہے جو قرآن کے تین برابر ہے، درحالاں کہ اس میں قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم، یہ علمِ کامل ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایک علم ہے لیکن وہ نہیں ہے، اس کے بعد آپؑ نے تھوڑی دیر خاموش ہونے کے بعد فرمایا: بے شک ہمارے پاس ہر اس کا علم ہے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ روزِ قیامت تک ہوگا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، خدا کی قسم، یہ علمِ کامل ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایک علم ہے لیکن نہ وہ علم۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں: کون سی چیز علمِ کامل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ شب و روز میں واقع ہوتا ہے ایک اَمر کے بعد ایک اَمر اور ایک واقعہ کے بعد ایک واقعہ و حادثہ تا قیامِ قیامت۔ (امالی الصدوق: ص ۲۶۰؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۱۸، ح ۳)

② حماد بن عثمان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: زندیقی ۱۲۸ھ میں ظاہر ہوں گے۔ میں نے یہ مطلب مصحفِ فاطمہؑ میں دیکھا ہے۔

میں نے عرض کیا: مصحفِ فاطمہؑ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب خداوند نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی تو

آں حضرتؐ کی وفات سے حضرت فاطمہ علیہا اس قدر غمگین ہوئیں کہ جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، لہٰذا خداوند متعال نے ان کی خدمت میں ایک فرشتے کو بھیجا تھا تاکہ ان کی دل جوئی کرے اور ان سے محو گفتگو ہو۔

حضرت فاطمہ علیہا نے یہ داستان امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں بیان فرمائی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جب آپؑ کو فرشتے کے آنے کا احساس ہو، اور آپؑ اس کی آواز سنیں تو مجھے بتائیں۔

حضرت فاطمہ علیہا نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو آگاہ کیا اور اس کے بعد فرمایا۔ حضرت زہرا جو کچھ سنتی تھیں اُسے لکھ لیتی تھیں۔ اس ساری گفتگو کو ایک کتابی شکل دے دی، لیکن اس مصحف میں حلال وحرام کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے بلکہ اس میں واقعات وحادثات کا علم ہے۔ (بصارالدرجات: ص ۱۷۲)

جفرِ سفید میں کیا چیز ہے؟

حسین بن ابوالعلا کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بے شک جفر سفید ہمارے پاس ہے۔

میں نے عرض کیا: اس میں کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں زبورِ داؤدؑ، توراتؑ، انجیلِ عیسیٰؑ، صحفِ ابراہیمؑ، حلال وحرام اور مصحف فاطمہؑ ہے۔ میں معتقد نہیں ہوں کہ اس میں قرآن کا کوئی حکم نہیں ہے، جو کچھ اس میں ہے میرا اعتقاد ہے کہ لوگ ہمارے محتاج ہیں، اور ہم کسی کے محتاج نہیں ہیں، یہاں تک کہ اس میں ایک کوڑے، آدھے کوڑے، چوتھائی کوڑے اور خراش لگانے کی دیت بھی مذکور ہے۔ جفر سرخ بھی ہمارے پاس ہے۔ (اُصولِ کافی:

ج ۱، ص ۲۳۶، ح ۲)

جفر سرخ میں کیا ہے؟

ابنِ ابوالعلا کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: فرزند رسولؐ! جفر سرخ میں کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں اسلحہ ہے، جو صرف خون کا بدلہ لینے کے لیے کھولا جائے گا اور صاحب شمشیر (حضرت قائم علیہ السلام) قتل کرنے کے لیے اُسے نکالیں گے۔

ابنِ ابی یعفور نے پوچھا: اصلحك الله! کیا اولادِ حسنؑ (حسنیؑ) اسے پہچانتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، خدا کی قسم، وہ اسے یوں پہچانتے ہیں جیسے شب و روز کو پہچانتے ہیں اور تشخیص دیتے ہیں کہ یہ دن ہے اور یہ رات۔ لیکن حسد اور دنیا طلبی انھیں سرپیچی اور انکار پر اُبھارے گی، اگر وہ حق کو راہِ حق سے تلاش کریں تو ان کے لیے بہتر ہے۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ص ۲۴۷، ح ۳)

امامؑ کہاں سے فتویٰ دیتا ہے؟

سورہؒ بن کلیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: امامؑ کس چیز کے مطابق فتویٰ دیتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کتابِ خدا کے مطابق۔

میں نے عرض کیا: اگر کتابِ خدا نہ ہو تو پھر؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سنت کے مطابق۔

میں نے عرض کیا: اگر کتاب وسنت نہ ہو تو پھر کہاں سے فتویٰ دیتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کتاب وسنت میں نہ ہو۔

میں نے اس سوال کا تکرار کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تائید ہوتی ہے، لیکن جو تم گمان کر رہے ہو، وہ نہیں ہے۔
(اُصولِ کافی: ج۱، ص۲۲۷، ح۳)

ائمہؑ کس حکم کی بنا پر حکم کرتے ہیں؟

① عمار یا کوئی دوسرے کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ جب کوئی حکم صادر کرنا چاہیں تو آپؑ کس کے مطابق حکم کرتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حکمِ خدا، حکمِ داؤدؑ اور حکمِ محمدؐ کے مطابق۔ پس جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جو کتابِ علیؑ میں نہ ہو وہ تو روح القدس ہمارے اختیار میں دیتا ہے اور خداوند ہمیں الہام کرتا ہے۔ (بحار الانوار: ج۲، ص۱۷۵، ح۱۵)

② عمار ساباطی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ جب کوئی حکم صادر کرتے ہیں تو کس چیز کے مطابق اور کس طرح حکم کریں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حکمِ خدا اور حکمِ داؤدؑ کے مطابق۔ جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش آئے کہ جو ہمیں معلوم نہ ہو تو وہ روح القدس ہمیں القا کرتا ہے۔ (مختصر بصائر الدرجات: ص۱۳۴؛ بحار الانوار: ج۲۵، ص۵۶، ح۲۱)

اہلِ ذکر سے مراد کون ہیں؟

عمار ساباطی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ "اگر تم نہیں جانتے ہو تو پھر اہلِ ذکر سے پوچھو" کا معنی و تفسیر کے بارے میں سوال پوچھا کہ اہلِ ذکر کون ہیں؟
(اُصولِ کافی: ج۲، ص۲۴۸، ح۳)

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ آلِ محمد علیہم السلام ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (بصائر الدرجات: ص ۱۲؛ بحار الانوار: ج ۲۹، ص ۱۸۰، ح ۳۲)

زبور اور ذکر سے کیا مراد ہے؟

ابنِ سنان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ "ہم نے کتاب زبور میں ذکر کے بعد لکھا" کے معنی وتفسیر کے متعلق سوال کیا کہ زبور کیا ہے اور ذکر سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ذکر (لوحِ محفوظ) خدا کے پاس ہے اور زبور وہ ہے جو حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی ہے۔ جو کتاب بھی نازل ہوئی وہ اہلِ علم کے پاس ہے اور وہ اہلِ علم ہم ہیں۔ (سورہ انبیاء: آیہ ۱۰۵)

maablib.org

شناختِ امامؑ کے ذرائع

maablib.org

شناختِ امامؑ کی نشانیاں کیا ہیں؟

حارث بن مغیرہ نضری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا! وہ کون سی علامات ہیں کہ جن کی وجہ سے اس اُمر کے صاحب (امام) کو پہچانا جا سکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سکون، وقار و متانت، علم اور وصیت کرنے سے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۲۰، ح۶)

کیا تم میں کوئی واجب الاطاعت امامؑ ہے؟

سعید بن سمان کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اَقدس میں حاضر تھا کہ دو زیدی مذہب کے افراد امامؑ کی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے کہا: کیا تم میں کوئی ایسا امامؑ ہے جس کی اطاعت واجب ہو؟ (اُن کی مراد زید بن علی بن حسین علیہما السلام کی امامت کو ثابت کرنا تھا)

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، جس امامؑ سے تمہاری مراد ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ان دونوں نے کہا: قابلِ اعتماد افراد نے ہمیں بتایا ہے کہ آپؑ نے اُسے تولّی دیا ہے اور اِقرار کیا ہے اور آپؑ کا عقیدہ بھی ہے۔ ایسی خبر دینے والے فلاں فلاں افراد ہیں کہ ہم اُن کے نام بتاتے ہیں، یہ صاحبانِ تقویٰ ہیں اور عبادت میں کوشش کرتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے غضبناک ہو کر فرمایا: میں نے انھیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ ان دونوں نے جب امام علیہ السلام کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے تو وہ

باہر چلے گئے۔

امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا: کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی (ہاں) یہ ہمارے بازار میں رہتے ہیں اور ان کا زیدی مذہب سے تعلق ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار عبداللہ بن حسنؑ کے پاس ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا ان پر لعنت کرے، یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ خدا کی قسم! عبداللہ بن حسنؑ نے انھیں دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے نہ ایک آنکھ سے، اور ان کے باپ نے بھی عبداللہ بن حسنؑ کو نہیں دیکھا ہے، البتہ ممکن ہے کہ انھیں علی بن حسین علیہما السلام کے پاس دیکھا ہو۔ اگر یہ سچ کہتے ہیں تو ان کے پاس کون سی علامت ہے؟ اور ان کی تلوار کی دھار کی کیا نشانی ہے؟

بے شک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ہمارے پاس ہے۔ آنحضرتؐ کا پرچم، جنگی لباس اور زرہ ہمارے پاس ہے، بے شک رسولِ خدا کا ظفر بخش پرچم ہمارے پاس ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا اور الواح ہمارے پاس ہیں۔ حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کی انگوٹھی ہمارے پاس ہے۔ وہ طشت ہمارے پاس ہے کہ جس میں حضرت موسیٰؑ نے قربانی کی تھی۔ بے شک وہ اسم ہمارے پاس ہے کہ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں اور کفار کے درمیان رکھتے تو کفار کے تیروں کی لکڑیاں مسلمانوں تک نہیں پہنچتی تھیں، فرشتے جو کچھ (گذشتہ انبیا سے اسلحہ) لائے وہ ہمارے پاس ہے۔ ہمارے خاندان میں اسلحہ کی داستان کی مثال بنی اسرائیل میں تابوت کی مثال ہے کہ جس خاندان سے تابوت ملتا تھا، اُس میں نبوت عطا ہوئی کی علامت تھی۔ ہمارے خاندان میں سے جسے اسلحہ ملے امامت اسے دی جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے رسولِ خدا کی زرہ پہنی

ہے، اس کا تھوڑا سا دامن زمین پر لگتا تھا، میں نے بھی اسے پہنا تو اسی طرح سے ہی تھا اور ہمارے قائمؑ وہ ہیں کہ جب وہ اسے پہنیں تو انھیں بالکل پوری ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ (بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۱۳۸، ح ۹ وص ۹۳)

امامت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے کی شناخت کیا ہے؟

عبدالاعلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جس کسی نے منصب امامت کو غصب کیا اور ناحق امامؑ ہونے کا دعویٰ کرے، اس کو رد کرنے پر کیا دلیل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے حلال وحرام کے بارے میں سوال کریں (وہ صحیح جواب نہ دے سکے گا) اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تین دلیلیں ایسی ہیں کہ جو صاحب اُمر امامت کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں ہیں:

۱ اپنے سے پہلے والے امامؑ کے بعد لوگوں میں سب سے مناسب ہو (اخلاق، رفتار، کمالی صفات اور رشتہ داری کے اعتبار سے)

۲ اسلحہ اُس کے پاس ہو (روایت میں ہے کہ رسولؐ خدا کا اسلحہ اس کے پاس ہو)۔ اس کے بارے میں سابقہ امامؑ کی وصیت مشہود وموجود ہو، یوں کہ جب تم امامؑ کے شہر میں داخل ہو کر عام لوگوں اور بچوں سے پوچھو کہ فلاں امامؑ نے کس کے نام پر وصیت کی ہے؟ تو وہ کہیں: فلاں بیٹے کے نام۔

آئمہ معصومینؑ کی حقیقی منزلت

maablib.org

اہلِ بیتؑ کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے؟

داؤد بن کثیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا وہ نماز، زکوٰۃ اور حج آپؑ ہیں جس کا ذکر کتابِ خدا میں موجود ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے داؤد! کتابِ خدا عزوجل میں نماز ہم ہیں، روزہ ہم ہیں، حج ہم ہیں، زکوٰۃ ہم ہیں، ماہِ حرام ہم ہیں، شہرِ حرام ہم ہیں، کعبۂ خدا ہم ہیں، قبلۂ خدا ہم ہیں، وجہ اللہ کہ جس کے بارے میں خداوند نے فرمایا:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ہم ہیں، آیات ہم ہیں اور بینات ہم ہیں۔

کتابِ خدا عزوجل میں ہمارے دشمن فحشا، منکر، ظلم، عدوان (دشمن) شراب، قمار، بت، جادوگر، طاغوت، مردار، خون اور سور کا گوشت ہیں۔ (اصولِ کافی: ج ۱، ح ۱)

اے داؤد! خداوند متعال نے ہمیں خلق کیا ہے، ہماری خلقت میں احترام بخشا ہے، ہمیں دوسروں پر برتری دی ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اس پر اپنا امانت دار، محافظ اور خزانہ دار بنایا ہے۔ ہمارے ناموں کو اپنے نزدیک بہترین اور محبوب ترین ناموں کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اپنی کتاب میں ہمارے مخالفوں اور دشمنوں کے نام بطور کنایہ ذکر کیے ہیں۔ اپنی کتاب میں اُن کا نام ذکر کرنے کے بجائے مثال دی اور انھیں اپنے متقی بندوں کے نزدیک مبغوض ترین لفظوں اور ناموں سے یاد کیا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۱۵)

آپؑ کون ہیں؟

سدیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں! آپؑ کیا ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم علمِ الٰہی کے خزانہ دار ہیں، ہم وحی خدا کے مفسر ہیں اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر جو کچھ ہے اس پر خدا کی حجت ہیں۔ (کنز الفوائد: ص ۲و۳؛ بحار الانوار: ج ۲۴، ص ۳۰۳)

آسمان وزمین کو خلق کرنے سے قبل آپ کیا تھے؟

مفضل نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قبل اس کے کہ خداوند متعال نے آسمانوں اور زمینوں کو خلق کیا، آپ کیا تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم عرش کے اردگرد نورانی موجودات تھے کہ جو خدا کی تسبیح کرتے تھے اور اس کی تقدیس بیان کرتے تھے، یہاں تک کہ خداوند نے فرشتوں کو خلق کیا اور اُن سے ارشاد فرمایا: اے فرشتو! تسبیح بیان کرو۔ انھوں نے عرض کیا: ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ہم تیری کس طرح سے تسبیح بیان کریں؟ خداوند نے ہمیں فرمایا: تسبیح بیان کریں، ہم نے تسبیح بیان کی۔ فرشتوں نے بھی ہماری تسبیح کے مطابق تسبیح بیان کی۔ ہم نُورِ خدا سے خلق ہوئے ہیں اور ہمارے شیعہ اس نور سے کم تر چیز سے خلق ہوئے ہیں۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو نچلا طبقہ اوپر والے طبقے کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔ اس کے بعد انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کو اکٹھا کرتے ہوئے فرمایا: ان دو کی طرح۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضلؒ! تم کچھ جانتے ہو کہ شیعوں کو کیوں شیعہ کہتے ہیں؟ اے مفضلؒ! ہمارے شیعہ ہم میں اور ہم شیعوں میں سے ہیں، کیا تمھیں معلوم ہے کہ یہ سورج کس طرف سے طلوع کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا: مشرق کی جانب سے۔

فرمایا: لوٹ کر کہاں جاتا ہے؟

میں نے عرض کیا: مغرب کی جانب۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعہ ایسے ہی ہیں، وہ ہم سے ہیں اور وہ ہماری طرف لوٹتے ہیں۔ (بصائر الدرجات: ص ۳۰؛ بحار الانوار: ج ۲۶، ص ۱۰۵، ح ۴)

عالمِ مثال میں آئمہؑ کی کیا کیفیت تھی؟

مفضلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ جب عالمِ اظلہ (عالمِ ارواح، عالمِ مثال یا عالمِ ذر) میں تھے تو کس کیفیت میں تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم اپنے پروردگار کے ہاں تھے۔ ہمارے علاوہ اور کوئی اس کے پاس نہیں تھا۔ ہم سبز سائے میں تھے۔ ہم خداوند کی تسبیح، تقدیس، تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا) اور تمجید کرتے تھے۔ ہمارے علاوہ کوئی ملک، مقرب اور جان دار نہ تھا، یہاں تک کہ خدا نے اشیاء کو خلق کرنے کا ارادہ کیا، پس ملائکہ اور غیر ملائکہ میں جسے چاہا اُسے خلق کیا اور اس کے بعد اس کا علم ہمیں عطا کیا۔ (بحار الانوار: ج ۲۵، ص ۲۱، ح ۳۴)

آسمانوں اور زمین کو خلق کرنے سے پہلے اہلِ بیتؑ کہاں پر تھے؟

قبیصہ بن یزید جعفی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ ان کے ہاں دوس بن ابی دوس، ابنِ ظبیان اور قاسم صیرفی موجود تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھنے کے بعد عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میں استفادہ کرنے کی غرض سے آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا کہنا چاہتے ہو مختصر کہو۔

میں نے عرض کیا: خداوند نے جب آسمان کو بلند، زمین کو بیضوی، تاریکی اور

نور کو خلق کیا، اس سے پہلے آپ کہاں پر تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے قبیصہ! تم نے مجھ سے یہ سوال اس وقت اور ان حالات میں کیوں کیا ہے؟ کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ ہماری محبت کو (خوف سے) چھپایا جاتا ہے۔ ہمارے ساتھ بغض اور دشمنی پھیل چکی ہے، ایسے جن ہمارے دشمن ہیں کہ جو ہماری حدیث کو ہمارے دشمنوں تک منتقل کرتے ہیں اور دیواروں کے بھی انسانوں کے کانوں کی مانند کان ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! کوئی دوسری رُوداد بیان فرمائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے قبیصہ! ہم اشباح (نورانی موجودات) تھے اور جب خداوند نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا اس سے پندرہ ہزار سال پہلے ہم عرش کے اردگرد خدا کی تسبیح کرتے تھے، جس وقت خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا تو ہمارے انوار ان کی صلب میں رکھے، اسی طرح انھیں پاک و پاکیزہ صلبوں سے پاک و پاکیزہ رحموں میں منتقل کیا یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا۔ پس ہم عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسّی) خدا ہیں، جو کوئی ہم سے تمسک کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو کوئی ہماری مخالفت کرے گا وہ نابود ہوگا۔ جو کوئی ہماری پیروی کرے گا، ہم اسے گمراہی کی طرف نہیں کھینچیں گے اور اُسے راہِ ہدایت سے خارج نہیں کریں گے۔ ہم آفتاب (دین) خدا کے محافظ ہیں۔ ہم رسولؐ خدا کی عترت، اہل بیتؑ اور رشتہ دار ہیں۔ ہم (اسلام) کا ایسا خیمہ ہیں کہ جس کی فضا بہت وسیع اور طنابیں بہت مضبوط اور طولانی ہیں۔ جو کوئی ہمارے پرچم کے سائے میں آئے گا، ہم اُسے بہشت میں لے جائیں گے اور جو کوئی ہم سے رُوگردان ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

میں نے عرض کیا: میں اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ (اُصولِ کافی: ج ۲، ص ۳۲۷، ح ۷)

جنھیں قرآن دیا ان سے کون مراد ہیں؟

ابولاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے قول ”جن لوگوں کو ہم نے قرآن دیا ہے وہ اس کی باقاعدہ تلاوت کرتے ہیں، انھی کا اس پر ایمان بھی ہے......“ کے متعلق پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ آئمہ علیہم السلام ہیں۔

متوسمین (اہلِ فراست) سے مراد کون ہیں؟

اسباط کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص نے امامؑ سے خداوند کے فرمان: اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِیۡنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِیۡلٍ مُّقِیۡمٍ ﴿۷۶﴾ ”ان باتوں میں صاحبان ہوش کے لیے بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں اور یہ بستی ایک مستقل چلنے والے راستے پر ہے“ (سورۂ حجر: آیہ ۷۵-۷۶) کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: باریک بین اور عقل مند ہم ہیں اور وہ راستہ ہمارے خاندان میں محکم ہے۔ (تفسیر فرات: ص ۲۰۷؛ بحارالانوار: ج ۲۵، ص ۲، ح ۴)

وہ گھر کون سے ہیں جن کے بلند ہونے کا خداوند نے اِذن دیا ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول ”(یہ چراغ) اُن گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے (تا کہ شیاطین اور ہوس بازوں کی غارت گری سے محفوظ ہوں)“ (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۲۱) کا معنی و تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ رسولؐ خدا کے گھر مراد ہیں۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ح ۲)

خدا کے فرمان میں "آیات اور ڈرانے والوں" سے مراد کون ہیں؟

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول "...... جو ایمان لانے والے نہیں ان کے حق میں نشانیاں اور ڈرانے والے کچھ کام آنے والے نہیں ہیں" (سورۂ یونس: آیہ ۱۰۱) کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: نشانیوں سے مراد آئمہ اور ڈرانے والوں سے مراد انبیا ہیں۔ (روضۃ الکافی: ص ۴۲۳؛ بحار الانوار: ج ۲۳، ص ۲۰۷، ح ۱۸)

فرمان خدا وَ عَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ سے کیا مراد ہے؟

داؤد بن جصاص کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول "اور علامات معین کردیں اور لوگ ستاروں سے بھی راستے دریافت کر لیتے ہیں" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ستارہ سے مراد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علامات سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں۔

خداوند کے فرمان: وَقُلِ اعْمَلُوا... وَ الْمُؤْمِنُوْنَ میں مومنین سے مراد کون ہیں؟

① یعقوب بن شعیب کہتے ہیں کہ میں نے خداوند کے قول "اور پیغمبر کہہ دیجیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسولؐ اور مومنین سب دیکھتے ہیں" (سورۂ توبہ: آیہ ۱۰۵) کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: مومنین آئمہ علیہم السلام ہیں۔ (اُصولِ کافی: ج ۱، ح ۲)

② عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول "اور پیغمبر کہہ دیجیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو کہ تمہارے عمل کو اللہ، رسولؐ اور مومنین سب دیکھتے ہیں" (سورۂ نحل: آیہ ۱۶) کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے

فرمایا: خداوند نے ہمارا ارادہ فرمایا ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۲۹۶، ح۱)

فرمانِ خدا وَلَقَدْ اٰتَیْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ...... کی تاویل کیا ہے؟

سماعہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے فرمان وَلَقَدْ اٰتَیْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ "اور ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے" (سورۂ توبہ: آیہ ۱۰۵) کی تاویل کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! سبع مثانی ہم ہیں، ہم خدا کا راستہ ہیں کہ تمہارے درمیان رفت و آمد رکھتے ہیں۔ جس کسی نے ہمیں پہچانا، پہچانا اور جس کسی نے نہیں پہچانا وہ اس موت پر یقین کرے جو آنے والی ہے۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ح۲)

فرمانِ خدا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ... عَلَى النَّاسِ کی تاویل کیا ہے؟

برید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ... عَلَى النَّاسِ "اور تاویل قبلہ کی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا تا کہ تم لوگوں کے اعمال کے گواہ رہو......" (سورہ توبہ: آیہ ۱۰۵) کی تاویل کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم درمیانی امت ہیں، ہم خدا کے گواہ ہیں، اُس کی مخلوق پر اور اس کی زمین پر اُس کی حجتیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: خدا کے فرمان "اپنے بابا ابراہیمؑ کے دین کی پیروی کرو"۔ (مناقب آل ابی طالب: ج۳، ص۵۰۳؛ بحار الانوار: ج۲۳، ص۳۴۷، ح۶) کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: صرف ہمارا ارادہ کیا ہے، "اس نے تمہارا نام پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی مسلم اور اطاعت گزار رکھا ہے، تا کہ رسولؐ تمہارے اوپر گواہ رہے"۔ (سورۂ حجر: آیہ ۸۷)

پس رسولِ خدا ہم پر شاہد ہیں اور شہادت دیں گے کہ ہم نے خدا کی طرف سے پہنچا دیا ہے (کہ جو کچھ ہم نے پہنچانا تھا) اور ہم لوگوں پر شاہد ہیں، پس جو کوئی ہماری تصدیق کرے گا ہم روزِ قیامت اُس کی تصدیق کریں گے اور جو ہمیں جھٹلائے گا ہم بھی قیامت کے دن اُسے جھٹلائیں گے۔ (تفسیر فرات: ص۸۱؛ بحارالانوار: ج ۲۴، ص ۱۵، ح ۲)

فرمانِ خدا اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا کی تفسیر کیا ہے؟

محمد بن دیلمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (سورۂ بقرہ: آیہ ۱۴۳) "جب اُس نے تم میں سے انبیا قرار دیے (اور فرعونی اسارت و بندگی کی زنجیر کو توڑا) اور تمھیں بادشاہ بنایا" کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی ذرّیت انبیا اور آئمہؑ بادشاہ مراد ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کو کون سی بادشاہی دی گئی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہشت کی بادشاہی اور دورانِ بازگشت (رجعت کی بادشاہی)۔ (سورۂ حج: ۷۸)

فرمانِ خدا اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ کا کیا معنی ہے؟

قبیصہ بن یزید جعفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ "پھر ہماری ہی طرف ان سب کی بازگشت ہے اور ہمارے ذمہ ان سب کا حساب ہے" (سورۂ حج: ۷۸) کا معنی پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تنزیل ہمارے بارے میں ہے۔

میں نے عرض کیا: میں اس کی تفسیر کے متعلق سوال کر رہا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے قبیصہ! جب روزِ قیامت ہوگا تو خداوند ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے اُوپر چھوڑ دے گا۔ پس جو کچھ اُن کے اور خدا کے درمیان ہے اس کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند کی بارگاہ میں دعا کریں گے کہ وہ اسے بخش دے، جو کچھ ان (شیعوں) اور لوگوں کے درمیان مظالم ہوں گے، تو رسولِ خدا ادا کریں گے اور جو کچھ ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ ہم معاف کردیں گے، تا کہ وہ حساب کتاب کے بغیر بہشت میں داخل ہوں۔ (اُصولِ کافی: ج۱، ص۱۹؛ بحارالانوار: ج ۲۳، ص ۳۳۶، ح ۲)

توضیح: اس حدیث کو شفاعت سے متعلق دوسری آیات واحادیث کی روشنی میں سمجھنا ہوگا تا کہ یہ تصور نہ ہو کہ اس کے لیے کسی قسم کی کوئی قید و شرط نہیں ہے۔

آیہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کن کے بارے میں ہے؟

عیسٰی بن داؤد نجار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: میں نے اپنے والدِ بزرگوار (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) سے خداوند کے فرمان: ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کی پذیرائی کے لیے جنت الفردوس ہے، وہ ہمیشہ اس جنت میں رہیں گے اور اس کی تبدیلی کی خواہش بھی نہیں کریں گے'' (سورہ مائدہ: آیہ ۲۰) کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: یہ آلِ محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ہے۔ (بحارالانوار: ج ۲۶، ص ۲۵، ح ۱۸)

خداوند کے فرمان اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ'' کا معنی کیا ہے؟

معاویہؓ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

خداوند متعال کے فرمان "اور کوئی بات بھی نہ کر سکے گا علاوہ اس کے جسے رحمٰن اجازت دے اور ٹھیک ٹھیک بات کرے" (سورۂ غاشیہ: آیہ ۲۵ و ۲۶) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، وہ ہم ہیں کہ جنھیں روزِ قیامت اذن دیا گیا ہے اور وہ جو درست کہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ جب بھی بات کریں تو کیا کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم پروردگار کی حمد کرتے ہیں، پیغمبروںؑ پر درود بھیجتے ہیں اور اپنے شیعوں کے لیے شفاعت کرتے ہیں کہ جسے ہمارا پروردگار رد نہیں کرتا۔ (تفسیر فرات: ص ۲۰۷؛ بحارالانوار: ج ۲۴، ص ۲۷۲، ح ۵۲)

فرمانِ خدا يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا کی تفسیر کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے اس فرمان: يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا (سورۂ کہف: آیہ ۱۰۷ و ۱۰۸) "اس دن ہم ہر اُمت میں سے ایک گروہ کو محشور کریں گے" کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن میں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا خداوند روزِ قیامت ایک گروہ کو زندہ کرے گا اور باقی لوگوں کو چھوڑ دے گا؟ یہ آیت تو رجعت کے بارے میں ہے، البتہ قیامت کے بارے میں یہ آیت ہے: "ہم سب کو محشور کریں گے اور کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (کنز الفوائد: ص ۱۳۶؛ بحارالانوار: ج ۲۴، ص ۲۶۰، ح ۴۰)

اسی آیت کے آخر میں ہے "لیکن تمھارا خیال تھا کہ ہم تمھارے لیے کوئی وعدہ گاہ قرار نہیں دیں گے"۔ (سورہ نبأ: آیہ ۳۸)

فرمانِ خدا ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ کی تاویل؟

ذریح؄ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں ایک حکم دیا ہے۔ میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: خداوند کا فرمان ہے: "پھر لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بدن کی کثافت کو دُور کریں اور اپنی نذروں کو پورا کریں۔ (الفوائد: ص ۳۵۹؛ بحار الانوار: ج ۲۴، ص ۳۶۲، ح ۱۷)

امام علیہ السلام نے فرمایا: پھر ضروری ہے کہ اپنی کثافتوں کو برطرف کریں، یعنی "امام کے ساتھ ملاقات کریں، اور اپنی نذروں کو پورا کریں" یعنی اعمالِ حج بجالائیں۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے مذکورہ بالا آیت کے معنی کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مونچھیں چھوٹی کرنا، ناخن کاٹنا اور اُس کے مشابہ۔

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں؛ ذریح محاربی نے میرے سامنے آپؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "اس کے بعد ضروری ہے کہ اپنی کثافتوں کو دُور کریں" یعنی امامؑ سے ملاقات کریں اور "اپنی نذروں کو پورا کریں" یعنی مناسکِ حج۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ذریح نے سچ کہا ہے اور تم نے بھی سچ کہا ہے، قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، لیکن کون ہے کہ جو ذریح کی مانند (باطنِ قرآن) کو تحمل کرسکے۔ (سورۂ نمل: آیہ ۸۳)

خداوند کے اس فرمان میں اُولُوْا النُّہٰی کون ہیں؟

ابنِ محبوب، ابنِ رئاب سے اور وہ عمار سے روایت کرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدائے عزوجل کے اس فرمان: "بے شک اس میں صاحبانِ عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں" کی تفسیر کیا ہے؟ (سورۂ کہف: آیہ ۷ ۴) کی تفسیر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم، اُولی النُّہٰی (صاحبانِ خرد) ہم ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہوجاؤں، حقیقت میں اُولی النُّہٰی کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے اپنے پیغمبرؐ کو اُس کے بارے میں آگاہ کیا جو کچھ اُن کے بعد واقع ہونا تھا جیسے ابوفلان کا دعویٔ خلافت اور اس پر قائم رہنا اور وہ دوسرا جو اس کے بعد آیا اور وہ تیسرا جو اِن دونوں کے بعد آیا اور اس کے بعد بنی اُمیہ کا آنا۔ پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر علی علیہ السلام کو دے دی تھی۔ اسی طرح سے ہوا کہ جس طرح سے خدا نے اپنے پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو خبر دی تھی اور جو کچھ بنی اُمیہ وغیرہ کی حکومت کے بارے میں ہم تک حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے پہنچی تھی۔ یہ ہے اس آیت کی تفسیر کہ جسے خداوند متعال نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:

"یقیناً اُولی النُّہٰی" خردمندوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں، ہم ہیں اُولی النُّہٰی اور ان سب کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ختم ہوا ہے اور ہم نے خدا کے لیے صبر کیا ہے۔ پس ہم خدا کے بندوں پر اُس کے خلفا ہیں، ہم اُس کے دین کے خزانہ دار ہیں، اُس کی حفاظت کرتے ہیں، اَغیار کی غارت گری سے مخفی رکھتے ہیں اور اُسے اپنے دشمنوں سے اسی طرح چھپاتے ہیں کہ جس طرح سے رسولِ خدا نے اپنے اَمر کو چھپایا، یہاں تک کہ خداوند متعال نے انھیں اجازت دی کہ وہ ہجرت کریں اور مشرکین کے ساتھ جنگ کریں۔

ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروگرام کے مطابق عمل کرتے ہیں، اس وقت تک کہ خداوند ہمیں اجازت دے کہ ہم اُس کے دین کا تلوار کے ساتھ اظہار کریں، لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں اور اس کے مخالفین کو تلوار کے ساتھ اسی طرح ماریں گے کہ جس طرح اس اُمر کے آغاز میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ (بحارالانوار: ج ۵۳، ص ۵۱، ح ۲۷)

قرآن میں مذکور مُلْكٌ عَظِيمٌ سے کیا مراد ہے؟

ہشام بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت "یا وہ ان لوگوں سے حسد کرتے ہیں جنھیں خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ عطا کیا تو پھر ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت اور ملکِ عظیم سب کچھ عطا کیا ہے" (سورۂ حج: آیہ ۲۹) کے بارے میں سوال کیا کہ ملک عظیم سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! ان کی اطاعت واجب کرنا اور من جملہ روزِ قیامت جہنم کا ان کی اطاعت کرنا واجب ہے۔ (فروع کافی: ج ۱، ص ۳۱۵؛ بحارالانوار: ج ۲۴، ص ۳۶۰، ح ۸۴)

اُمت محمد سے مراد کون ہیں؟

ابوعمرو زبیری کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ محمدؐ کے اُمتی کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: محمدؐ رسول اللہ کے اُمتی صرف بنی ہاشم ہیں۔

میں نے عرض کیا: کس دلیل کی بنا پر محمدؐ کی اُمت صرف اُن کے اہل بیتؑ ہیں کہ جن کا آپؑ نے ذکر کیا اور اُن کے علاوہ باقی اور نہیں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس پر دلیل خداوند کا یہ فرمان ہے:

"اور اُس وقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ و اسماعیلؑ خانہ کعبہ کی دیواریں بلند کر رہے تھے اور دل میں یہ دعا تھی کہ پروردگار ہماری محنتوں کو قبول کر کہ تو بہترین سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پروردگارا! ہم دونوں کو اپنا مسلمان اور فرمان بردار قرار دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرماں بردار اُمت پیدا کر اور ہمیں ہمارے مناسک دکھلا دے اور ہماری توبہ قبول فرما کہ تو بہترین توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔" (سورۂ طٰہٰ: آیہ ۵۴)

جس وقت خدا نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی درخواست پوری کر دی، ان کی نسل اور ذریت کو ایک مسلمان اُمت قرار دیا، انھی میں سے ایک پیغمبرؐ بھیجا کہ جو ان کے سامنے آیاتِ خدا کی تلاوت کرے، ان کا تزکیہ کرے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔

امام علیہ السلام نے اپنی پہلی دعا کے ساتھ ایک اور دعا ملحق کی: اس وقت کہ جب ان کے لیے خدا سے چاہا کہ انھیں شرک کی آلودگی اور بندوں کی عبادت سے پاک کرے، تاکہ اُس کا اَمر ان کے درمیان محکم ہو اور اُن کے غیر کی پیروی نہ کریں۔

امام علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی:

"مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا۔ پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو اب جو میری اتباع کرے گا وہ مجھ سے ہوگا اور جو معصیت کرے گا اُس کے لیے تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے"۔ (تفسیر قمی: ص ۳۱۹؛ بحارالانوار: ج ۲۳، ص ۱۱۸، ح ۱)

پس یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ آئمہ علیہم السلام اور مسلم اُمہ کہ جس میں سے

حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمائش کہ "مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائے رکھنا" کے مطابق صرف ان کی ذریت اور نسل سے ہے۔ (سورہ نساء: آیہ ۵۴)

اگر علی جنت وجہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں تو پھر مالک اور رضوان کا کیا کام ہے؟

مفضلؒ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر حضرت علی علیہ السلام اپنے دوستوں کو جنت اور دشمنوں کو جہنم میں ڈالیں گے تو پھر مالک و رضوان (جنت وجہنم کے دو فرشتوں) کا کیا کردار ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضلؒ! کیا روز قیامت تمام مخلوق رسولِ خدا ﷺ کے امر پر عمل نہیں کرے گی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں (کرے گی)۔

حضرت علی علیہ السلام روزِ قیامت امر رسولؐ خدا کے مطابق مقسّم جنت وجہنم ہیں اور مالک و رضوان بھی امر رسولؐ خدا کے مطابق ہیں۔ اے مفضلؒ! اس مطلب کو اچھی طرح سے سمجھو کہ جو اسرار میں سے ہے اور علم مکنون (مخفی) میں سے ہے۔

(بصائر الدرجات: ص ۴۱۱؛ بحار الانوار: ج ۳۲، ص ۲۸۷، ح ۹)

کیا ابوذرؓ برتر ہیں یا آپؑ اہلِ بیتؑ؟

۱ عثمان بن عمران، عباد بن صہیب سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ ابوذرؓ افضل و برتر ہیں یا آپؑ اہلِ بیتؑ؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابنِ صہیب! سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: بارہ مہینے۔

امام علیہ السلام نے پوچھا: ان میں کتنے حرام مہینے ہیں؟

میں نے عرض کیا: چار۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان اُن میں سے ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان افضل ہے یا حرام مہینے؟

میں نے عرض کیا: ماہِ رمضان۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ بھی اسی طرح ہیں۔ کوئی بھی ہمارے ساتھ قابلِ مقائسہ نہیں ہے۔

ایک دن حضرت ابوذرؓ رسولِ خدا کے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور وہ افراد کے فضائل و مناقب شمار کر رہے تھے۔ جنابِ ابوذرؓ نے فرمایا: اس اُمت میں علیؑ بن ابی طالبؑ سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ وہ مقسم جنّت و جہنم ہیں، وہ اس اُمت کے صدیق اور فاروق ہیں اور اُمت پر حجتِ خدا ہیں۔

وہاں پر موجود لوگوں کو ان کی گفتگو اچھی نہ لگی۔ سب نے اُن کی طرف سے اپنا رُخ پھیر لیا اور اُن کی بات کو جھٹلایا۔

ابو امامہ باہلی بھی وہاں پر موجود تھا، وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت ابوذرؓ کی گفتگو اُن کے گوش گزار کی اور بتایا کہ اس محفل میں موجود سب افراد نے ان سے منہ پھیر لیے اور انھیں جھٹلایا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو امامہ! آپ لوگوں میں سے کسی پر نیلے آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور تاریک زمین نے کسی کو نہیں اُٹھایا کہ جو ابوذرؓ سے زیادہ راست گو ہو۔ (علل الشرائع، ص ۰۷؛ بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۴۰۶، ح ۲۱)

توضیح: صدیق، یعنی ایسا تصدیق کنندہ کہ جس کے اعتقاد و یقین میں ذرہ برابر شک نہ ہو اور اس کا ایمان سب سے راسخ تر اور ایمان سب سے کامل تر ہو۔

فاروق، یعنی جس کی محبت و مودّت صفوں میں جدائی کا موجب ہو۔

⑦ اسماعیل فزا ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا رسولِ خدا نے حضرت ابوذرؓ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ آسمان نے کسی شخص پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کو نہیں اُٹھایا جو ابوذرؓ سے زیادہ راست گو ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر ایسا ہے تو پھر رسولِ خدا، امیر المومنین حضرت علیؑ اور امام حسن و حسین علیہما السلام کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: بارہ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان میں سے کتنے حرمت والے ہیں؟

میں نے عرض کیا: چار مہینے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان اُن میں سے ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان میں ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل و برتر ہے۔ ہم اہلِ بیتؑ کسی کے ساتھ قابلِ قیاس نہیں ہیں۔ (معانی الاخبار، ص ۵۶؛ بحارالانوار، ج ۲۲، ص ۴۰۶، ح ۲۶)

فرمانِ پیغمبرؐ "سلمانؓ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے" کا معنیٰ کیا ہے؟

فضل بن عیسیٰ ہاشمی کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد بزرگوار حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کی خدمت میں عرض کیا: کیا یہ رسولؐ خدا کے فرامین میں سے ہے کہ سلمانؓ وہ شخص ہے جو میرے اہلِ بیتؑ میں سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

اُس نے عرض کیا: یعنی عبدالمطلبؑ کی اولاد میں سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے۔

اُس نے عرض کیا: یعنی اولادِ ابوطالبؑ میں سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے۔

اُس نے عرض کیا: میں انھیں نہیں پہچانتا ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے عیسیٰ! انھیں پہچانو، وہ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہے۔ پھر اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ نہیں ہے جو تم خیال کر رہے ہو۔

خداوند نے ہماری طینت کو علیین سے خلق کیا ہے اور ہمارے شیعوں کی طینت کو اس سے کم تر سے پیدا کیا ہے، پس وہ ہم میں سے ہیں، لیکن ہماری دشمنوں کی طینت کو سجین (جہنم) سے خلق کیا ہے اور اُن کے پیروکاروں کو اس سے گھٹیا تر پیدا کیا ہے اور وہ ان میں سے ہے۔ سلمانؓ، لقمانؑ سے بہتر ہیں۔ (بصائر الدرجات، ص ۶؛ بحارالانوار، ج ۲۲، ص ۳۳۱، ح ۴۳)

آئمہ معصومینؑ کے سامنے مسلمانوں کی ذمہ داری

انسانوں کے لیے کن چیزوں کا جاننا جائز نہیں ہے؟

عیسیٰ بن سری ابوالیسع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے ان ارکان (دعائم) اسلام سے آگاہ کریں کہ جن کی شناخت

حاصل کرنے میں کوتاہی کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے اور ان کی شناخت حاصل کرنے میں کوتاہی شخص کے دین کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی۔ اس کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوگا۔ جو کوئی اُن کی شناخت حاصل کر کے ان پر عمل پیرا ہو اس کا دین محکم و استوار ہوگا اور عمل قابلِ قبول ہوگا۔ نیز انھیں جاننے کی صورت میں دوسری چیزوں کو نہ جاننے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی وحدانیت و یکتائی کی شہادت و اقرار، اس پر ایمان لانا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پیغمبرؐ ہیں، اس کا اقرار کہ وہ جو کچھ لائے ہیں وہ خدا کی جانب سے ہے، اس حق کو ادا کرنا جو اس کے اموال میں ہے (یعنی زکوٰۃ) اور وہ ولایت کہ جس کا خداوند نے حکم دیا یعنی ولایت (محبت و دوستی) آلِ محمد علیہم السلام۔

میں نے عرض کیا: کیا ولایت کے حوالے سے کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کی برکت اور وسیلہ سے انسان امام کو پہچان سکے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں خداوند عزوجل نے فرمایا ہے: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور صاحبانِ اَمر کی اطاعت کرو، جو تمھی میں سے ہیں'' (سورۂ نساء، آیت ۶۸)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی اس حالت میں مر جائے کہ اپنے وقت کے امامؑ کو نہ پہچانے تو وہ جہالت کی موت مرا''۔

وہ امامؑ، رسولؐ خدا اور علیؑ تھے۔ دوسرے کہتے ہیں: معاویہ بھی تھا۔ اس کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ۔ دوسرے کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ تھا اور امام حسینؑ تھے، درحالانکہ یہ دونوں برابر نہیں تھے۔ اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھارے لیے مزید بیان کروں؟

حکم الاعور کہتے ہیں: جی ہاں، آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: (من جملہ آئمہؑ میں سے) علی بن حسین علیہ السلام تھے۔ اُن کے بعد محمد بن علی ابوجعفر علیہ السلام تھے، ابوجعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) سے پہلے شیعہ مناسکِ حج اور اُس کے حلال وحرام سے آگاہ نہیں تھے یہاں تک کہ ابوجعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) کا زمانہ آیا تو اُنھوں نے اُن پر علم اور اَحکام کا دروازہ کھول دیا، ان کے لیے مناسکِ حج اور اُس کے حلال وحرام کو بیان کیا، یوں کہ اس کے بعد لوگ آئمہ کے محتاج ہوتے۔ بعد اس کے کہ لوگ (یعنی غیر شیعہ) کے محتاج ہوتے۔ یوں ہے اَمرِ امامت، زمین ہرگز امامؑ کے بغیر نہیں ہوگی، جو کوئی شخص اپنے امامؑ کو نہ پہچانے وہ جہالت کی موت مرتا ہے۔

جس چیز پر اب تم ہو اس کی تمھیں اس سخت ترین لمحہ میں ضرورت ہوگی۔ جب تمھاری جان اُدھر تک پہنچ جائے گی (اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا) اور دنیا تجھ سے جدا ہوجائے گی، اس وقت تم کہو گے: ''وہ کتنا نیک اَمر (اور مذہب) تھا کہ مَیں جس پر تھا''۔ (اُصولِ کافی، ج ۲، ص ۱۹؛ بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۳۳۸، ح ۱۱)

فرمانِ خداوندی قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ...... کی تفسیر کیا ہے؟

یعقوب بن بُرید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان: قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (سورۂ سبا: آیت ۴۶) ''اے پیغمبرؐ! کہہ دیجیے کہ میں تمھیں صرف اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کرکے اُٹھو......'' کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب رسولِ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کی رہبری کے لیے منصوب کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''جس جس کا مَیں مولا ہوں، پس علیؑ اُس اُس کے مولا ہیں''۔

ایک شخص نے ان کی غیبت کرتے ہوئے کہا: محمدؐ ہر روز کسی جدید چیز کی دعوت دیتا ہے اور اپنے اہل بیتؑ سے ابتدا کرتے ہوئے انھیں ہمارے اُوپر مسلط کرتا ہے۔ خداوند متعال نے اسی بارے میں اپنے حبیبؐ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ "میں تمھیں صرف ایک چیز کی نصیحت کرتا ہوں" میں نے تم لوگوں تک وہ کچھ پہنچا دیا ہے جو خداوند متعال نے تم پر واجب قرار دیا ہے۔

میں نے عرض کیا: خداوند عزوجل کے فرمان کہ "دو دو اور ایک ایک خدا کے لیے قیام کرو" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: "دو، دو" یعنی رسولؐ خدا اور امیر المومنین علیہ السلام کی اطاعت اور "ایک ایک" یعنی آئمہ کی اطاعت کہ جو رسولؐ خدا اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں، ان کے بعد ہے۔

اے یعقوب! خدا کی قسم! اس کے سوا کوئی اور ارادہ نہیں فرمایا ہے۔

(بحار الانوار، ج ۲۳، ص ۳۹۱، ح ۲)

خداوند کے فرمان اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ...... کی تفسیر کیا ہے؟

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان کہ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ خدا اور اُولی الامر پیغمبرؐ کے اوصیا کی" (سورۂ نساء آیت ۶۸) اور یہ کہ کیا علیؑ کی اطاعت مستقل طور پر واجب ہے؟ کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت مستقل اور جداگانہ طور پر واجب ہے۔ اس پر دلیل خداوند متعال کا فرمان ہے کہ جس نے پیغمبرؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی ہے، لیکن علیؑ کی اطاعت رسولؐ خدا کی اطاعت ہے (تفسیر

فرات، ص ۲۸؛ بحارالانوار، ج ۲۲، ص ۲۹۹، ح ۳۹)

احتمال ہے کہ استدلالِ امام علیہ السلام کے مناسب آیہ وہی پہلے والی آیت ہو۔

◇ ابوبصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان ''اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ اور صاحبانِ امر کی'' (سورۂ نساء، آیت ۵۹) کے بارے میں پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نُزِلَت فِي عَلِيِّ بنِ آبِي طَالِبٍ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ عَلِي بن آبِي طَالِب اور امام حسن و حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (اُصولِ کافی، ج ۲، ص ۴۰، ح ۱)

توضیح: اس زمانے میں صرف وہی تین امامؑ موجود تھے ورنہ آئمہ اثناعشر سب کو یہ آیت شامل ہوتی۔

فرمانِ خداوندی وَاُوفُوا بِعَهدِي اُوفِ بِعَهدِكُم کی تفسیر کیا ہے؟

سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے خداوند کے فرمان ''تم نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کرو، تاکہ میں بھی تمہارے ساتھ کیے ہوئے وعدے کو پورا کروں'' (سورۂ بقرہ: آیت ۳۹) کی تفسیر کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم ولایتِ علیؑ بن ابی طالبؑ کہ جو خدا کی طرف سے واجب ہوتی ہے، کا وعدہ پورا کرو، تاکہ میں اس کے مقابلے میں تمھیں اپنا بہشت کا دیا ہوا وعدہ وفا کروں۔ (بحارالانوار، ج ۳۶، ص ۹۷، ح ۳۵)

فرمانِ خداوندی بَل تُؤثِرُونَ الحَيٰوةَ الدُّنيَا...... کی تاویل کیا ہے؟

مفضل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان ''بلکہ آپ دنیاوی زندگی کو مقدم کرتے ہیں'' (سورۂ اعلیٰ: آیت ۱۶، ۱۷) کے

بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: حیاتِ دنیا سے مراد اُن کی ولایت ہے اور خدا کے فرمان "درحالاں کہ آخرت بہتر اور پائے دار تر ہے" سے مراد علیؑ بن ابی طالبؑ کی ولایت ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى صُحُفِ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى۔ یہ حکم پہلے والی آسمانی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ صحف ابراہیمؑ وموسیٰؑ میں بھی آیا ہے۔ (اصولِ کافی، ج۱، ص ۴۱۸، ح...... بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۳۷۴، ح ۵۳)

کیا تمام آئمہ کی شناخت کرنا واجب ہے؟

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کسی شخص نے مجھے کہا ہے کہ صرف آخری امامؑ کو پہچان لو تو کافی ہے۔ اگر امامِ اوّل کی شناخت نہیں ہے تو اس میں کوئی ضرر تو نہیں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا اُس پر لعنت کرے، میں اُسے جانتا نہیں ہوں لیکن اُسے دشمن سمجھتا ہوں، کیا آخری امامؑ کی شناخت امامِ اوّل کے بغیر ہو سکتی ہے۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۲۰۰، ح ۷)

اس کا حکم کیا ہے جو بعد والے امامؑ کو نہیں پہچانتا؟

ابان، حارث بن مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ ایسی حالت میں گرفتار ہوں کہ وہ امامؑ کو نہ پہچانتے ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ممکن ہے۔

میں نے عرض کیا: لوگ ایسی صورت میں کیا کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اُنھیں بعد والے امامؑ کے بارے میں شناخت نہ ہو

پہلے والے امامؑ کے (فرامین) پر عمل کریں۔ (اکمال الدین، ص ۲۰۱؛ بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۲۹۷، ح ۶)

اس کا حکم کیا ہے جو اپنی مدت سے قبل کسی امامؑ کا معتقد ہو جائے؟

ابوالصباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جسے اس اُمر (یعنی تشیع) کی دعوت دی گئی ہو اور اُس نے اِس مذہب کو پہچان لیا ہو، لیکن وہ کہیں دُور رہتا ہو اور اسی حالت میں اُسے امامؑ کے فوت ہونے کی اطلاع ملے اور وہ خود بھی بلا فاصلہ مر جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ اس شخص کی منزل پر ہے جس نے خدا کی طرف ہجرت کی ہو اور اُسی دوران وہ فوت ہو جائے۔ اس کا اجر و ثواب خدا پر ہے۔ (تفسیر عیاشی، ص ۲۷۰، بحارالانوار، ج ۲۷، ص ۲۹۷، ح ۷)

کیا تمام آئمہ پر اعتقاد رکھنا اسلام ہے؟

ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: اگر کوئی شخص آئمہ معصومین علیہم السلام کو پہچانتا ہو، لیکن وہ زمانے کے امامؑ کو نہ پہچانتا ہو، کیا ایسا شخص مومن ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: کیا وہ مسلمان ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔

مرحوم شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شہادتین کا اقرار کرنا اسلام ہے۔ اس کے ذریعے خون اور اَموال محترم ہو جاتے ہیں اور اُن کی حفاظت کرنا واجب ہے لیکن ثواب ایمان کی وجہ سے ہے۔

رسولؐ خدا ﷺ نے فرمایا: جو کوئی یہ گواہی دے کہ خداوند کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے اور محمد ﷺ خدا کے پیغمبرؐ ہیں، اُس کا خون اور مال محترم و محفوظ ہے مگر حق کے مقابلے میں (محترم نہیں ہے) اور اس کا حساب خدا پر ہے۔ (اکمال الدین، ص ۲۲۹؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۹۶، ح ۲)

کیا ہمارے گناہ گاروں اور دوسروں کے درمیان کوئی فرق ہے؟

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے پدرِ بزرگوارؑ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بابا جانؑ! ہمارے گناہ گاروں اور دوسروں کے گناہ گاروں کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے؟ (کیا ان کے درمیان کوئی فرق ہے؟)

امام علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ (سورۂ نساء: آیت ۱۲۳)

"کوئی کام نہ تمھاری اُمیدوں سے بنے گا نہ اہلِ کتاب کی اُمیدوں سے، جو بھی برا کام کرے گا اس کی سزا بہر حال ملے گی۔ (عیون الاخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۳۴؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۳۲۱، ح ۱۳)

خداوند کے فرمان مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ میں حسنہ سے کیا مراد ہے؟

ہشام بن سالم عمار ساباطی سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ عبداللہ بن ابی یعفور نے خدائے عزوجل کے فرمان "جو کوئی نیکی (حسنہ) کرے گا اُسے اُس کا بہتر اجر ملے گا اور وہ لوگ

روزِ قیامت کے خوف سے محفوظ بھی رہیں گے" (سورۂ نمل: آیت ۸۹) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

کیا تمھیں معلوم ہے کہ حسنہ کیا ہے؟ حسنہ شناختِ امامؑ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ گویا کہ امامؑ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ (کنز الفوائد، ص ۲۱۱؛ بحار الانوار، ج ۲۴، ص ۴۲، ح ۴)

شناخت آئمہ کے بعد بہترین عمل کون سا ہے؟

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آئمہ علیہم السلام کی شناخت اور معرفت حاصل کرنے کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شناخت اور معرفت کے بعد ثواب اور اہمیت میں کوئی بھی چیز نماز کے مساوی نہیں ہے۔ معرفت اور نماز کے بعد کوئی بھی چیز زکوٰۃ کے ہم پلہ نہیں ہے، اس کے بعد کوئی بھی چیز روزے کے برابر نہیں ہے اور اُس کے بعد کوئی بھی چیز حج کے ہم پلہ نہیں ہے۔ ان سب کا آغاز ہماری معرفت اور شناخت ہے اور اِن سب کا انجام بھی ہماری معرفت اور شناخت ہے۔ اِس کے بعد کوئی بھی چیز (دینی) بھائیوں سے نیکی کرنے، مدد کرنے اور درہم و دینار بخشنے جیسی نہیں ہے۔ بے شک یہ دونوں (درہم و دینار) مسخ شدہ دو سنگ (سکے) ہیں کہ خداوند نے اِن کے وسیلہ سے اپنے بندوں کا امتحان لیا ہے۔ میں نے ایسی کوئی شے نہیں دیکھی جو مسلسل حج کو بجالانے کی مانند تیزی سے ثروت مند ہوئے اور زوالِ فقر کا باعث ہو۔

خدا کے نزدیک ایک واجب نماز ایک ہزار مستحب و مقبول حج و عمرہ کے مساوی ہے۔ خانۂ خدا کا ایک حج سونے سے بھرے ہوئے ایک گھر بلکہ سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے ایسے گھر سے بہتر ہے کہ جسے کوئی انسان راہِ خدا میں انفاق کرے۔

اس کی قسم کہ جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور انھیں بشارت دینے اور ڈرانے والا قرار دیا۔ ایک مومن کی حاجت کو پورا کرنا اور اس کے دل سے غم کو دور کرنا بہتر ہے۔ حج وطواف سے، حج وطواف سے، حج طواف سے اور اسی طرح اپنی انگلیوں پر گنتے رہے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر فرمایا: خدا سے ڈریں اور نیک کام سے نہ تھکیں اور نہ غم زدہ ہوں۔ سُستی کو اپنے قریب مت آنے دو، کیوں کہ خدائے عز وجل اور اُس کا پیغمبرؐ تمھارے اور تمھارے اعمال سے بے نیاز ہے۔ آپ ہیں کہ جو خداوند متعال کے محتاج ہیں، خداوند متعال نے فقط یہ چاہا ہے کہ وہ اپنے لطف سے تمھارے سامنے کوئی سبب رکھے، تاکہ اس کے وسیلہ سے تمھیں بہشت میں داخل کرے۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۳۰۵؛ بحارالانوار، ج ۷۱، ص ۳۱۸، ح ۷۹)

کیا دوستی اور دشمنی ایمان سے ہیں؟

فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا حُب وبُغض ایمان سے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا ایمان حُب وبُغض کے علاوہ کوئی اور چیز بھی ہے؟

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''خدا نے ایمان کو تمھارے لیے محبوب بنا دیا اور اُسے تمھارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر، فسق اور معصیت کو تمھارے لیے ناپسندیدہ قرار دیا اور حقیقت یہی ہے کہ لوگ ہدایت یافتہ تھا''۔ (سورۂ حجرات: آیت ۷؛ اصولِ کافی، ج ۳، ص ۱۹۰، ح ۵)

کیا آئمہؑ حکم اور اطاعت کے اعتبار سے برابر ہیں؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا تمام آئمہؑ حکم اور اطاعت میں برابر ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں برابر ہیں۔ (اُصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۶۵، ح ۹)

خداوند کے اس فرمان وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ... کی تاویل کیا ہے؟

حضرت جابر جعفیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کلام خدا عزوجل کہ "زندہ درگور شدہ سے سوال ہوگا: تمھیں کس گناہ میں قتل کیا گیا ہے" (سورۂ تکویر: آیت ۸-۹) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

جو کوئی ہماری محبت و مودت کے راستے میں قتل ہوگا، اُس کے قاتل سے باز پرس کی جائے گی۔ (کنز جامع الفوائد، ص ۳۷۲؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۲۵۴، ح ۳)

فرمانِ خداوندی ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ...... کی تفسیر کیا ہے؟

ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیتِ شریفہ "پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اُن افراد کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے چُن لیا ہے"۔ (سورۂ فاطر: آیت ۳۲) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارا کیا کہنا ہے؟

میں نے عرض کیا: میں کہتا ہوں کہ یہ اولادِ فاطمہؑ کے ساتھ مخصوص ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی تلوار کھینچ لے اور لوگوں کو اپنی طرف (یعنی گمراہی کی طرف) دعوت دے، وہ خواہ اولادِ فاطمہؑ سے ہو یا نہ ہو، اس آیت میں داخل نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: اس آیت میں کون لوگ شامل ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اپنے اُوپر ظلم کیا ہے وہ وہ ہے کہ جو لوگوں کو نہ گمراہی کی اور نہ ہدایت کی دعوت دیتا ہے۔ ہم اہلِ بیتؑ میں سے میانہ رو وہ ہے جو حقِ امامؑ سے آگاہ ہو اور خیراتِ امامؑ کی جانب سبقت کرنے والا ہو۔ (الاحتجاج الطبرسی، ص ۲۰۴؛ بحارالانوار، ج ۳۶، ص ۱۸۰، ح ۱۷۱)

فرمانِ خداوندی ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ میں نعیم سے کیا مراد ہے؟

① عبداللہ بن نجیح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند کے فرمان "تم سے اُس دن نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا" (سورۂ تکاثر: آیت ۸) کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نعیم ایسی نعمت ہے کہ جو خداوند نے تمھیں ہماری ولایت اور محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کی محبت عطا کی ہے۔ (کنزالفوائد، ص ۳۰۵؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۵۶، ح ۲۷)

② حنانؒ بن سدیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ امامؑ میرے لیے کھانا لائے۔ میں نے اُس میں سے کھایا۔ وہ ایسا کھانا تھا کہ میں نے آج تک ایسا کھانا نہیں کھایا تھا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے سدیرؒ! تمھیں ہمارا کھانا کیسا لگا ہے؟

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔

میں نے اس جیسا کھانا آج تک نہیں کھایا ہے اور گمان بھی نہیں ہے کہ آئندہ ایسا کھاؤں گا۔ اس کے بعد میری آنکھیں اشکوں سے پُر ہو گئیں اور میں نے گریہ کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سدیرؒ! کس چیز نے تجھے رُلایا ہے؟

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! کتابِ خدا میں ایک آیت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کون سی ہے؟

میں نے عرض کیا: خداوند متعال کا اپنی کتاب میں فرمان ہے: "پھر اُس طرح تم سب سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔

امام علیہ السلام مسکرائے یہاں تک کہ ان کے مبارک دانت نمایاں ہو گئے۔ پھر

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سدیرؓ! پاکیزہ و مزیدار کھانے، نرم لباس اور اچھی خوشبو کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، بلکہ یہ اشیاء ہمارے لیے خلق ہوئی ہیں اور ہم اُن کے لیے خلق ہوئے ہیں اور ان سے اطاعت خدا کے ضوابط میں رہتے ہوئے استفادہ کریں۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، نعیم سے مراد کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ اور آپؑ کے خاندان سے محبت و مودت مراد ہے۔ خداوند متعال روز قیامت امامؑ کے بارے میں سوال کرے گا کہ تم نے اس نعمت کا کس طرح سے شکر ادا کیا ہے جو ہم نے تمھیں علیؑ اور آپؑ کے خاندان کی محبت کے وسیلے سے عطا کی ہے؟ (تفسیر فرات، ص ۲۳؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۵۸، ح ۳۲)

فرمانِ خدا فَمِنۡكُمۡ كَافِرٌ وَمِنۡكُمۡ مُّؤۡمِنٌ کا معنی کیا ہے؟

حسین بن نعیم صحاف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے فرمان: "پس تم میں سے ایک گروہ کافر اور ایک گروہ مومن ہے" (سورۂ تغابن، آیہ ۲) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عزوجل نے اُن کے ایمان کو ہم اہل بیتؑ کی ولایت و محبت سے پہچانا اور دوسروں کے کفر اختیار کرنے کو اس سے شناخت کیا۔ جس دن اُس نے عہد و پیمان اور میثاق لیا تھا۔ درحالانکہ تمام ذرات حضرت آدم صلوات اللہ علیہ کی صلب میں تھے۔

میں نے ان سے خداوند متعال کے فرمان "اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسولؐ کی پھر اگر انحراف کرو گے تو رسولؐ کی ذمہ داری واضح طور پر پیغام پہنچا دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہے" (سورۂ تغابن: آیت ۱۲) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے

فرمایا: خدا کی قسم! تم سے پہلے تھے وہ ہلاک نہیں ہوئے اور ہمارے قائمؑ کے قیام کرنے تک ہلاک نہیں ہوں گے مگر اس وجہ سے کہ انھوں نے ہماری ولایت کو ترک کیا اور ہمارے حق سے انکار کیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک اس اُمت کے تمام افراد پر ہمارے حق کو واجب نہیں کر چکے تھے وہ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے تھے اور خداوند جس کو چاہتا ہے راہِ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ (اُصولِ کافی، ج۱، ص ۴۲۶؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۲۸۰، ح ۶۸)

کلامِ امامؑ کہ "جب تم نے امامؑ کو پہچان لیا......" کا کیا معنی ہے؟

محمد بن مارد کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہمارے سامنے ایک حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "جب تم نے (ہماری امامت) کی معرفت حاصل کر لی ہے تو پھر جو چاہو انجام دو"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، میں نے یہ کہا ہے۔

میں نے عرض کیا: اگرچہ وہ زنا کرے یا چوری کرے اور یا شراب نوشی کرے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ خدا کی قسم! لوگوں نے ہمارے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا، ہمارے کردار کی وجہ سے ہماری بھی باز پرس ہوگی، مگر یہ کہ اس کی تکلیف اور ذمہ داری اُٹھالی گئی ہو۔ بے شک میں نے کہا ہے۔ جب تم نے (اپنے امامؑ کی) معرفت حاصل کر لی تو جو بھی کارِ خیر انجام دو گے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، وہ تم سے قبول کیا جائے گا۔ (اُصولِ کافی، ج ۲، ص ۴۰۷، ح ۵)

آئمہ معصومینؑ کے بارے میں غلو

maablib.org

کیا آئمہ علیہم السلام خدا یا پیغمبر ہیں؟

سدیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ خدا اور معبود ہیں اور مذکورہ عقیدے پر اس آیت کو دلیل قرار دیتے ہیں: "وہ آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے" (سورۂ زخرف: آیت ۸۶) یہ گمان کرتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام زمین پر معبود ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سدیرؒ! میرے کان، آنکھیں، جلد، گوشت، خون اور میرے بال اُن سے بے زار ہیں اور خدا اُن سے بے زار ہے، یہ میرے اور میرے آباؤاجداد کے دین پر نہیں ہیں۔ خداوند روزِ قیامت مجھے اُن کے ساتھ اکٹھا نہ کرے سوائے اس کے کہ ان پر غضب ناک ہو۔

میں نے پوچھا: ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ آپؑ پیغمبر ہیں اور اس آیت کو اپنی بات پر دلیل قرار دیتے ہیں: "اے رسولو! تم پاکیزہ غذائیں کھاؤ اور نیک کام کرو کہ میں تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہوں"۔ (سورۂ مومنون: آیت ۵۱)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے سدیرؒ! میری سماعت، بصارت، بال، جلد، گوشت اور خون ان سے بے زار ہے۔ خدا اور اُس کا رسولؐ ان سے بے زار ہے۔ یہ میرے اور میرے آباؤاجداد کے دین پر نہیں ہیں۔ خداوند روزِ قیامت مجھے ان کے ساتھ اکٹھا نہ کرے سوائے اس کے کہ وہ ان پر غضب ناک ہو۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم خدا کے علم کے خزانہ دار ہیں۔ ہم اُمرِ خدا کے مترجم

ہیں، ہم معصوم ہیں، خداوند متعال نے لوگوں کو ہماری فرماں برداری کا اَمر دیا اور ہماری نافرمانی سے منع کیا ہے، ہم اس پر حجت ہیں کہ جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اُوپر ہے۔ (اُصولِ کافی، جلد ۲، ص ۱۱، ح ۶)

تفویض کیا ہے؟

زرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: عبداللہ بن سبا کی اولاد میں سے ایک شخص تفویض کا قائل ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تفویض کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: خداوند متعال نے محمد و علی صلوات اللہ علیہما کو خلق کیا۔ اس کے بعد (اَمرِ خلق و تدبیر) ان کے سپرد کر دیا، لہٰذا وہی پیدا کرتے ہیں، وہی روزی دیتے ہیں، وہی مارتے ہیں اور وہی زندہ کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: دشمنِ خدا نے جھوٹ کہا ہے۔ اگر تم اس کے پاس گئے تو اُسے سورہ کی یہ آیت پڑھ کر سناؤ۔

"یا ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک بنائے ہیں، جنھوں نے اُسی کی طرح کی کائنات خلق کی ہے اور ان پر خلقت مشتبہ ہوگئی ہے۔ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی ہر شے کا خالق ہے اور وہی یکتا اور سب پر غالب ہے"۔ (سورۂ رعد، آیت ۱۶)

میں اس شخص کے پاس گیا، اُسے خبر دی اور اُس کے سامنے مذکورہ آیت کی تلاوت کی۔ گویا کہ میں نے اُس کے منہ پر پتھر مارا ہے۔ اس کے بعد وہ بول نہیں سکا۔ (راوی کہتا ہے:) یا وہ عملی طور پر گونگا ہو چکا ہو۔ (بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۳۴۳، ح ۲۵)

آئمہ علیہم السلام کے شیعہ اور اُن کا مقام و مرتبہ

اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے محب اور دوست کیسے ہیں؟

ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔
امام علیہ السلام نے اسے فرمایا: تمھارا کس گروہ سے تعلق ہے؟

اُس شخص نے کہا: میں آپؑ کے دوستوں اور حُب داروں میں سے ہوں۔

امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: خداوند کسی بندے کو دوست نہیں رکھتا، مگر یہ کہ اسے اپنی ولایت میں قرار دیتا ہے، اپنی ولایت میں کسی کو قرار نہیں دیتا مگر یہ کہ بہشت اُس کے لیے واجب قرار دیتا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: تم کون سے حُب داروں میں سے ہو؟ وہ شخص خاموش ہو گیا۔

سدیرؓ نے کہا: فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے حُب داروں کی کتنی قسمیں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے تین طبقے ہیں:

① ایسا طبقہ ہے کہ جو ہمیں آشکارا طور پر تو دوست رکھتا ہے، لیکن مخفی طور پر نہیں رکھتا۔

② ایسا طبقہ ہے کہ جو مخفی طور پر ہمیں دوست رکھتا ہے اور آشکارا طور پر دوست نہیں رکھتا ہے۔

③ ایسا طبقہ ہے کہ جو آشکارا اور مخفی دونوں اعتبار سے دوست رکھتا ہے۔

یہ محبت کے بلند ترین درجے پر فائز ہیں۔ انھوں نے خوش ذائقہ چشمے سے نوش کیا ہے اور اُنھوں نے کتابِ خدا اور فصل الخطاب (سخن خدا کی حقیقت) اور سبب الاسباب کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ یہ ہم سے محبت کرنے والوں کی عالی ترین قسم ہے۔

فقر، تنگ دستی اور انواع و اقسام کی مشکلات اُن کی طرف گھوڑوں کی دوڑ سے بھی تیز ہو کر آتی ہیں۔ یہ سختی اور مشکل میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ان کا امتحان ہوتا ہے، اُن میں سے بعض مجروح، بعض مقتول اور مختلف ملکوں میں متفرق ہو جاتے ہیں۔ خداوند اُن کی برکت سے مریض کو شفا دیتا ہے، اُن کی برکت سے فقیر کو غنی کر دیتا ہے، اُن کی برکت سے تمھاری مدد کی جاتی ہے، اُن کی برکت سے بارش سے فائدہ اُٹھاتے ہو، اُن کی برکت سے روزی دی جاتی ہے یہ اقلیت میں ہیں، لیکن قدر و منزلت کے اعتبار سے خدا کے نزدیک عظیم تر ہیں۔ پہلا طبقہ کم ترین اور ہلکی ترین قسم ہے، کیوں کہ وہ ہمیں ظاہری طور پر تو دوست رکھتے ہیں، لیکن بادشاہوں کی رفتار اور خواہش کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ دوسرا طبقہ متوسط قسم کے لوگوں کا ہے، وہ مخفی طور پر ہمیں دوست رکھتے اور آشکارا طور پر ہمیں دوست نہیں رکھتے ہیں۔

مجھے میری جان کی قسم، اگرچہ وہ ہمیں فقط مخفی طور پر دوست رکھتے ہیں، آشکارا نہیں رکھتے لیکن وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں، راتوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ تم اُن کے چہروں پر رہبانیت اور دنیا سے لاتعلقی کے آثار مشاہدہ کرتے ہیں، وہ اہلِ تسلیم و اطاعت ہیں۔

اُس شخص نے کہا: میں ان میں سے ہوں جو آپؑ سے آشکارا اور مخفی طور پر محبت کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو ہم سے آشکارا اور مخفی طور پر محبت کرتے ہیں اُن کی کچھ علامات ہیں:

اُس شخص نے کہا: وہ علامات کون سی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کی کچھ صفات ہیں۔ ان میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ اُنھوں نے توحید کو بہترین طریقے سے پہچانا ہے۔ علم توحید خدا کو محکم سمجھا ہے، اِس کے

بعد اُس اور اس کی صفات پر ایمان، پھر ایمان، اُس کی حقیقت، تاویل اور اس کے مسائل کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۶۵، ص ۲۷۵، ح ۳۱)

خداوند کے فرمان فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ کی تفسیر کیا ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان "پھر جس کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا" (سورۂ حاقہ: آیت ۱۹) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

وہ حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے شیعہ ہیں، کہ جن کا نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ (بحارالانوار، ج ۲۶، ص ۶۷، ح ۹)

خداوند کے فرمان أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ ...... کی تفسیر کیا ہے؟

حماد بن عیسٰی ایک مرفوع حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے امام علیہ السلام سے خداوند کے اس قول کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا: "شیطان ہرگز ان پر غلبہ نہیں پاسکتا جو صاحبانِ ایمان ہیں اور جن کا اللہ پر توکل اور اعتماد ہے۔ اس کا غلبہ صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اسے سرپرست بناتے ہیں اور اللہ کے بارے میں شرک کرنے والے ہیں"۔ (سورۂ نحل: آیت ۹۹-۱۰۰)

امام علیہ السلام نے فرمایا: شیطان ولایت کو اُن سے زائل نہیں کرسکتا لیکن ممکن ہے کہ تاثیر شیطان کے تحت گناہ وغیرہ انجام پا جائیں۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۷۰؛ بحارالانوار، ج ۷۰، ص ۲۰۰، ح ۱۳۳)

واقعی شیعہ کون ہے؟

سعدہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس بارے میں

سوال ہوا کہ شیعہ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارا شیعہ وہ ہے جو اچھا سمجھے، اسے مقدم کرے، اس سے پرہیز کرے جسے غلط اور قبیح سمجھتا ہو، اچھے اور نیک کاموں کو آشکارا کرے اور اہم اور مفید کام کو اس جذبے سے انجام دے کہ رحمت الٰہی تک پہنچنے میں جلدی کرے۔ اس قسم کا شخص ہم میں سے ہے۔ اس کا انجام ہمارے ساتھ ہے۔ ہم جہاں پر ہوں وہ ہمارے قریب ہے۔ (صفات الشیعہ، ص ۱۷؛ بحارالانوار، ج ۶۵، ص ۱۶۹، ح ۳۹)

ایمان کی حدود کیا ہیں؟

عجلان بن ابی صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے ایمان کی حدود سے آگاہ کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وحدانیت خدا کی گواہی، نبوت محمدؐ کا اقرار، اس کا اعتراف کرنا کہ جو خدا کی طرف سے آیا ہے، پنج گانہ نمازوں کی زکوٰۃ اور ماہِ مبارک رمضان کے روزوں کی ادائیگی، خانہ خدا کا حج بجالانا، ہمارے ولی کی ولایت، ہمارے دشمنوں سے دشمنی، سچوں کے زمرہ میں شامل اور اُن کے ہمراہ ہونا۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۱۸؛ بحارالانوار، ج ۶۰، ص ۲۳۰، ح ۴)

فرمانِ خداوندی وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا کا معنی کیا ہے؟

ابوسعید مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان "آپ طور کے کسی جانب نہیں تھے، جب ہم نے آواز دی" (سورۂ قصص، آیت ۴۶) کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک کتاب ہے کہ جو خداوند متعال نے مخلوقات کو خلق کرنے سے دو ہزار سال پہلے یاس کے پتوں پر لکھی، اس میں تحریر ہے:

اے آلِ محمدؐ کے شیعو! میں نے تمھیں سوال کرنے اور مانگنے سے پہلے عطا کیا اور میں نے تمھیں طلبِ مغفرت کرنے سے پہلے بخش دیا ہے۔ تم میں سے جو کوئی بھی ولایتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ آئے گا۔ میں اُسے اپنی رحمت سے اپنے بہشت میں جگہ دوں گا۔ (کنز جامع الفوائد، ص ۲۱۰؛ بحارالانوار: ج ۲۶، ص ۲۹۶، ح ۶۱)

کلامِ خدا اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے کیا مراد ہے؟

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے کلام "بے شک اللہ صاحبانِ ایمان کی طرف سے دفاع کرتا ہے" (سورۂ حج، آیہ ۳۸) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہم ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ جس وقت ہمارے شیعہ (بغیر سوچ سمجھے) ہمارے اَسرار ظاہر کرتے ہیں تو خدا ہمارا دفاع کرتا ہے۔ (کنز جامع الفوائد، آیہ ۱۳؛ بحارالانوار، ح ۲۳، ص ۳۸۲، ح ۵۷)

کلامِ خدا اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کی تاویل کیا ہے؟

عمرو بن یزید سابری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیہ کریمہ "جس کی اصل (زمین میں) ثابت اور شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے" (سورۂ ابراہیم، آیہ ۲۴) کی تاویل کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی اصل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اس کی شاخ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام، اس کے پھل امام حسن و حسین علیہما السلام، اس کی شاخیں امام حسین علیہ السلام کے نو بیٹے اور اس کے پتے شیعہ ہیں۔ خدا کی قسم! جب بھی ہمارے شیعوں میں سے کوئی ایک مرتا ہے تو اس درخت کا ایک پتہ گر جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: خداوند کے فرمان "یہ درخت ہر زمانے میں حکمِ پروردگار

سے پھل دیتا ہے" (سورۂ ابراہیم، آیہ ۲۵) کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد وہ چیز ہے جو ہر حج وعمرہ کے موقع پر تمھارے لیے علمِ امام سے صادر ہوتی ہے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۰۲؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۱۵۹، ح ۱)

فرمانِ خدا هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ...... سے کیا مراد ہے؟

یحییٰ بن ابوالقاسم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان: الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (سورۂ بقرہ: آیت ۱-۳) "الم، عظیم ہے وہ خدا کہ جس نے اس کتابِ بزرگ کو الف با سے وجود بخشا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ صاحبانِ تقویٰ کے لیے ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

متقین حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور غیب سے مراد حجتِ غائب ہے، اس پر شاہد خداوند کا یہ فرمان ہے: "یہ کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ان پر کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نازل نہیں ہوتی۔ تو آپ کہہ دیجیے (اور معجزات) کا اختیار پروردگار کا ہے اور تم انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں" (سورۂ یونس، آیت ۲۰)

آپ بہانہ بنانے والے معجزات کے منتظر رہیں اور میں آپ کے مجازات کا منتظر ہوں۔ (بحارالانوار، ج ۵۱، ص ۵۲، ح ۲۹)

کسی سبب کے بغیر خوش حال یا غمگین ہونا کیسا ہے؟

ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور آپؑ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! میں بعض دفعہ کسی سبب کے بغیر خوش حال یا غمگین ہوتا ہوں، اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ خوشی یا غمی ہماری طرف سے تمھیں پہنچتی ہے، کیوں کہ جب ہمیں کوئی حزن یا سرور حاصل ہوتا ہے تو وہ تمھیں بھی حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ہم اور تم خدائے عزوجل کے نور سے ہو، ہماری اور تمھاری طینت ایک ہی قرار دی گئی ہے۔ اگر تمھاری طینت اسی حالت میں رہتی جیسے ابتدا میں بنائی گئی تھی تو ہم اور تم مکمل طور پر یکساں ہوتے۔ لیکن تمھاری طینت تمھارے دشمنوں کی طینت سے مخلوط ہو گئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم ہرگز گناہ انجام نہ دیتے۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، کیا طینت بعد میں اپنی پہلی والی حالت میں لوٹ جائے گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اے عبداللہ! خدا کی قسم! مجھے اس شعاع کے بارے میں بتائیں جو سورج سے نکلتی ہے، جب سورج نکلتا ہے کیا وہ اُس کے ساتھ متصل ہوتی ہے یا اُس سے جدا؟

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، وہ اس سے جدا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا ایسا نہیں ہے کہ جب سورج غروب کرتا ہے اور اس کی ٹکیا غائب ہو جاتی ہے تو وہ شعاع اُس کے ساتھ اسی طرح متصل ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! ایسا ہے کہ ہمارے شیعہ نورِ خدا سے خلق ہوتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ خدا کی قسم! روزِ قیامت تم ہمارے ساتھ ملحق

ہوں گے، ہمیں شفاعت کرنے والوں کے طور پر خدا کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور ہماری شفاعت قبول ہوگی۔ خدا کی قسم! آپ کو بھی خدا کی بارگاہ میں شفاعت کرنے والوں کے عنوان سے حاضر کیا جائے گا اور آپ کی شفاعت بھی قبول ہوگی۔ آپ میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوگا کہ جس کی دائیں طرف آتش اور بائیں طرف بہشت نہ ہوگا۔ پس وہ اپنے دوستوں کو بہشت اور دشمنوں کو جہنم میں ڈالے گا۔ (علل الشرائع، ج ۱، ص ۷۸؛ بحارالانوار، ج ۵۸، ص ۱۳۵، ح ۲۲)

بچہ تعجب کے بغیر کیوں مسکراتا اور تکلیف کے بغیر کیوں گریہ کرتا ہے؟

مفضل کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ بچہ تعجب کے بغیر کیوں مسکراتا اور درد کے بغیر کیوں گریہ کرتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے مفضل! ہر بچہ امام کو دیکھتا اور اس کے ساتھ راز و نیاز کرتا ہے، لہٰذا جب امام اس کے سامنے سے غائب اور پنہاں ہو جاتا ہے تو وہ گریہ کرتا ہے اور ہنستا اس وقت ہے جب امامؑ اس کے سامنے آتا ہے۔ یہ حالت اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک وہ بولنا شروع نہیں کر دیتا۔ اس حالت میں یہ دروازہ اس پر بند ہو جاتا ہے اور فراموشی اس کے دل کو گھیر لیتی ہے (یوں کہ اسے یاد نہیں آتا ہے کہ اس نے کیا دیکھا اور کیا سنا ہے کہ جسے وہ بیان کرے)۔ (علل الشرائع، ص ۱۹۵؛ بحارالانوار، ج ۲، ص ۳۸۲، ح ۳۶)

ائمہ معصومینؑ سے مخالفت اور دشمنی کا حکم

maablib.org

کیا امام عادل کی پیروی اور ولایت کے بغیر عمل مفید ہے؟

ابن ابویعفورؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں ہمیشہ لوگوں کے پاس آتا جاتا اور ان کے ہم نشین ہوتا ہوں۔ مجھے ان لوگوں پر بے حد حیرت ہوتی ہے کہ جنھوں نے آپ کی ولایت کو قبول نہیں کیا بلکہ فلاں فلاں کی ولایت کے قائل ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ امانت دار، راست گو اور وفادار ہیں جب کہ جنھوں نے آپ کی ولایت کو قبول کیا ہے وہ امین ہے، نہ وفادار نہ سچے۔

راوی کہتا ہے: امام علیہ السلام سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور غضب ناک حالت میں میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جس نے ظالم و جابر امام کو قبول کیا کہ جو خدا کی طرف سے نہیں ہے، اس کا کوئی دین نہیں ہے اور جس نے خدا کی طرف سے عادل امام کی ولایت کو قبول کیا ہے اس سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ دین دار نہیں ہیں، ان سے کوئی گلہ نہیں ہے؟!

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، وہ دین دار ہیں اور ان سے شکوہ ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے خدا کا فرمان نہیں سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے: "اللہ صاحبانِ ایمان کا ولی ہے وہ اُنھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے" یعنی گناہوں کی تاریکیوں سے توبہ کے نُور کی طرف اور یا معافی کی طرف، ہر اس امام عادل کی ولایت و پیروی کی وجہ سے کہ جو خدا کی طرف سے ہے، اس آیت کا اگلا حصّہ یوں ہے: "اور کفّار کے ولی طاغوت ہیں جو اُنھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں"۔ پس کافر کے پاس کون سا نُور ہے کہ جو اس سے نکلتا ہے؟

اس کلام کا معنی یہ ہے کہ وہ نُورِ اسلام پر تھے، لیکن جب وہ ہر اُس جائر و ظالم

امام کی اطاعت کریں گے جو خدا کی طرف سے نہیں ہے تو وہ فوراً اسلام سے نکل کر کفر کی تاریکیوں میں چلے جائیں گے، لہٰذا خداوند نے جہنم کو اُن کے لیے واجب کرتے ہوئے فرمایا: ''اور یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہاں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۷)۔ (یعنی وہ اہلِ جہنم ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔ (غیبۃ النعمانی، ص ۶۵؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۳۲۲، ح ۲۹)

فرمانِ خدا فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ کا معنی کیا ہے؟

حضرت ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان ''پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (سورۂ رحمٰن، آیت ۱۳) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: تم خدا کی نعمتوں میں سے کس کا انکار کرو گے: محمدؐ یا علی صلوات اللہ علیہما۔

فرمانِ خدا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ...... کا کیا معنی ہے؟

عبدالرحمٰنؒ بن کثیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفرانِ نعمت سے تبدیل کر دیا'' (سورۂ ابراہیم: آیت ۲۷) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کا مقصود وہ تمام قریش ہیں جنھوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کرتے ہوئے آپؐ سے جنگ کی ہے اور آپؐ کے جانشین حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں اُس کی وصیت کا انکار کیا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۱۶، ص ۳۵۹، ح ۵۶)

فرمانِ خدا فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـئَتْ کا کیا معنی ہے؟

داؤدؒ بن سرحان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

خدا کے فرمان "پھر جب اس کو نزدیک سے دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ عذاب ہے جس کے تم خواستگار تھے" (سورۂ ملک، آیت ۲۷) کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ جب وہ روزِ قیامت خدا کے نزدیک ان کا مقام و مرتبہ دیکھیں گے تو ولایت کے بارے میں اپنی غلطی پر ندامت کی وجہ سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے۔

امام علیہ السلام نے مزید فرمایا: جس وقت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا عکس (چہرہ) روزِ قیامت کو دیکھیں گے تو کفار کے چہرے سیاہ اور قبیح ہو جائیں گے۔ پھر فرمایا: جس وقت پرچمِ حمد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں دیا جائے گا، درحالاں کہ اُس کے نیچے تمام مقرب فرشتے اور مرسلین ہوں گے، تا کہ وہ اسے امیر المومنین علی علیہ السلام کو دیں، تو اُس وقت کفار کے چہرے سیاہ اور قبیح ہو جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا: یہ وہی چیز ہے کہ جس کا تم لوگوں نے تقاضا کیا تھا۔

مغیرہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا:

جس وقت کفار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو حوضِ کوثر پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دیکھیں گے تو اُن کے چہرے سیاہ اور بدنما ہو جائیں گے۔ (تفسیر فرات، ص ۱۷۶، ۱۸۷؛ بحار الانوار، ج ۳۶، ص ۶۷، ح ۱۱)

فرمانِ خدا اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ کا کیا معنی ہے؟

محمدؒ بن حمران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے اس قول کا معنی پوچھا: "حکم ہوگا کہ تم دونوں ہر ناشکرے سرکش کو جہنم میں ڈال دو" (سورۂ ق: آیت ۲۶)

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب روزِ قیامت ہوگا تو محمدؐ و علیؑ صراط کے پاس کھڑے ہوں گے۔ اُس سے وہی گزرے گا جس کے پاس ان دونوں کی برأت ہوگی۔

میں نے عرض کیا: برأت کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی اور ان کی اولاد میں سے آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی منادی ندا دے گا: ''اے محمدؐ! اے علیؑ بن ابی طالبؑ کے دشمن ہر کافر کو جہنم میں ڈال دیں''۔ (بحارالانوار، ج۳۶، ص ۷۲، ح ۲۳)

فرمانِ خداوَمَا هُمۡ بِخَارِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ سے کیا مراد ہے؟

منصورؒ بن حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند کے فرمان: ''اور اُن میں سے کوئی جہنم سے نکلنے والا نہیں ہے'' (سورۂ بقرہ: آیت ۱۶۷) سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ دشمنانِ علیؑ ہیں کہ جو ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ (تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۷۳؛ بحارالانوار: ج۶۹، ص ۱۳۷، ح ۱۷)

کیا میں مرجئہ یا خوارج سے شادی کرسکتا ہوں؟

زُرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا میں مرجئہ یا خوارج یا قدریہ کی کسی عورت سے شادی کرسکتا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، نا آگاہ (بے خبر) عورتوں سے شادی کرو۔

میں نے عرض کیا: عورتیں یا مومن ہیں یا کافر؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ کہاں ہیں جن کا خدا نے استثنا کیا ہے؟

اس جگہ جہاں پر خداوند فرماتا ہے: اور وہ تم سے راست گوتر ہے، علاوہ ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے''۔ (سورۂ نساء: آیت ۹۸)

یہاں تک کہ وہ فرماتا ہے: (اس آلودہ محیط سے نجات پانے کے لیے) کوئی راستہ نہیں نکال سکتے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۶۹؛ بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۱۹۳، ح ۲۳)

توضیح: یہ ممنوعیت شاید اس وجہ سے ہو، چوں کہ عورت تربیتی نقش ادا کرتی ہے، لہٰذا اگر وہ مذکورہ عقائد میں سے کسی ایک کی پیروکار ہو تو یہ خطرہ ہے کہ وہ اولاد کی تربیت میں منفی اثر چھوڑے۔

کیا مجہول العقیدہ سائل کو کھانا کھلائیں؟

حریز مرادی سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا میں اس شخص کو کھانا کھلا سکتا ہوں کہ جس کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تک اُس کے بارے میں معلوم نہ ہو جائے کہ وہ دوست ہے یا دشمن، اُسے کھانا دیں۔ کیوں کہ خداوند فرماتا ہے: "لوگوں سے اچھی طرح سے بات کریں" (سورۂ بقرہ، آیت ۸۳) لیکن جو کسی چیز کے ذریعے حق سے دشمنی کرنے یا باطل کو دعوت دے اُسے کھانا مت کھلاؤ۔ (بحارالانوار، ج ۷۱، ص ۳۶۷، ح ۵۳)

آیہ شریفہ وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ میں ظلم وستم سے کیا مراد ہے؟

حضرت ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیہ "وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہ کیا" (سورۂ انعام: آیت ۸۲) کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ظلم سے مراد شک ہے یعنی اپنے ایمان کو شک سے آلودہ نہیں کیا۔ (اصول کافی، ج ۳، ص ۱۱۸، ح ۴)

فرمانِ خدا اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا ...... سے کیا مراد ہے؟

عمرؓ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان ”جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفرانِ نعمت سے تبدیل کر دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کی منزل تک پہنچا دیا“ (سورۂ ابراہیم، آیت ۲۸) کے بارے میں سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: ہم کہتے ہیں: وہ قریش کے دو فاجر و ظالم قبیلے ہیں، یعنی بنواُمیہ اور بنی مغیرہ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، وہ قریش ہی ہیں۔ خداوند نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا اور فرمایا: میں نے قریش کو عربوں پر فضیلت دی، ان میں اپنی نعمت مکمل کی اور اُن کے لیے پیغمبرؐ کو بھیجا، لیکن انھوں نے میری نعمت کو تبدیل کر دیا اور میرے رسولوںؑ کی تکذیب کی۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۲۹؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۵۵، ح ۲۱۶)

آیہ شریفہ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ ......کا کیا معنی ہے؟

شعیبؓ عقرقوفی کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت ”اور اس نے کتاب میں یہ بات نازل کر دی کہ جب آیاتِ الٰہی کے بارے میں یہ سنو کہ ان کا انکار اور استہزا ہو رہا ہے تو خبردار ان کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا جب تک وہ دوسری باتوں میں مصروف نہ ہو جائیں“ (سورۂ نساء: آیت ۱۴۰) کے معانی اور تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی تم سنو کہ کوئی حق کا انکار کر رہا ہے اور اسے

جھوٹ سمجھتا ہے اور آئمہ علیہم السلام کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے۔ اس کے قریب سے اُٹھ جاؤ، اس کی ہم نشینی مت اختیار کرو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (اُصولِ کافی، ج ۴، ص ۶۸۵، ح ۴)

آیۂ شریفہ یاحسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ..... میں "جنبُ اللہ" سے کیا مراد ہے؟

سدیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان "ہائے افسوس کہ میں نے خدا کے حق میں بڑی کوتاہی کی" (سورۂ زمر: آیت ۵۶) کی تفسیر اور معنی کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم خدا کے قریبی نور سے ہیں۔ یہ اس کافر کا کلام ہے کہ جو روزِ قیامت کہے گا: ہائے افسوس ان کوتاہیوں پر کہ جس میں فرمانِ خدا کی اطاعت میں کیں۔ یعنی ولایت محمدؐ وآلِ محمد صلوات اللہ علیہم۔ (کنزالفوائد، ص ۲۷۲؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۱۹۲، ح ۹)

وضاحت: کلامِ خدا میں خدا کے قریبی سے مراد وہ نور ہے کہ جس پر خدا کی بہت زیادہ عنایت ہو۔

فرمانِ خدا اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ کی کیا تاویل ہے؟

داؤدؒ رقی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان "سورج اور چاند سب اسی کے مقرر کردہ حساب کے ساتھ چل رہے ہیں" (سورۂ رحمٰن، آیہ ۵) کی کیا تاویل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے داؤدؒ! تو نے ایک خاص مطلب کے متعلق سوال کیا ہے، پس تو اس جواب پر قناعت کر جو تجھے دیا جائے گا۔ سورج اور چاند خدا کی دو نشانیاں

اور آیتیں ہیں کہ جو اُمرِ خدا سے جاری ہیں۔ پھر خداوند متعال نے ان دونوں سے اس کے لیے مثال دی کہ جس نے ہمارے خلاف انقلاب برپا کیا، ہماری حرمت پر حملہ کیا اور ہمارے حق میں ظلم وستم ڈھایا۔

داؤدؓ نے کہا: هُمَا بِحُسْبَانٍ "وہ دونوں اپنے مقرر کردہ حساب سے چل رہے ہیں" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دونوں میرے عذاب میں ہیں۔

داؤدؓ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ "ستارہ اور درخت سجدہ کرتے ہیں" کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستارہ اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام درخت ہیں کہ جنھوں نے پلک جھپکنے کی مقدار تک خداوند متعال کی نافرمانی نہیں کی ہے۔

داؤدؓ کہتے ہیں: والسماء رفعها ووضع المیزان "اُس نے آسمان کو بلند کیا ہے اور انصاف کی ترازو قائم کی ہے" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آسمان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ خداوند متعال نے انھیں اُٹھایا اور اپنے پاس اُوپر لے گیا۔ وَوَضَعَ الْمِيزَانَ اور اس میں ترازو اور قانون قائم کیا۔ میزان "ترازو" امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں کہ انھیں منصوب کیا تاکہ وہ رسولؐ خدا کے بعد خلیفہ ہوں۔

میں نے عرض کیا: أَنْ لَا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ "تاکہ تم لوگ وزن میں حد سے تجاوز نہ کرو اور راہِ عدالت سے منحرف نہ ہو جاؤ" کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی امامت کے بارے میں کوئی تجاوز نہ کریں او پھر امامؑ کی مخالفت نہ کریں۔

میں نے عرض کیا: وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ

"اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم کرو اور تولنے میں کم نہ تولو" کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی عادل امامؑ کی اطاعت کرو اور اُن کے حق میں کسی چیز کو کم نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا: خداوند متعال کے فرمان فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (اے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے) کا کیا مطلب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم میری نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے محمدؐ یا علیؑ کو؟ میں ان دو (بزرگ ہستیوں) کے وسیلہ سے بندوں کو نعمت عطا کرتا ہوں۔ (کنز الفوائد، ص ۳۱۹؛ بحار الانوار، ج ۲۴، ص ۳۰۹، ح ۱۲)

فرمانِ خدا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ کا کیا مطلب ہے؟

داؤدؒ رقی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے خداوند متعال کے اس قول کا معنی پوچھا: "پس عنقریب خدا اپنی طرف سے فتح یا کوئی دوسرا امر لے آئے گا" تو یہ اپنے دل کے چھپائے ہوئے راز پر پریشان ہوجائیں گے"۔ (سورۂ مائدہ: آیہ ۵۲)

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے (امام سجادؑ کے بیٹے) زید کو جلانے کے سات روز بعد بنی اُمیہ کو نابود اور ہلاک کرنے کی اجازت دی۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۲۵؛ بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۱۹۶)

اگر کوئی مخالف تمام دلیلوں کا انکار کردے تو کیا کرنا چاہیے؟

ابنِ ابی عمیرؒ محمد بن حکیم سے اور وہ ابو مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم لوگوں کے ساتھ (آپؑ کی امامت کے بارے میں) گفتگو کرتے ہیں اور خداوند متعال کے اس فرمان

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورۂ نساء: آیت ۵۹) "اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو" کے ذریعے احتجاج کرتے ہیں۔ وہ (لوگ) کہتے ہیں کہ یہ سریہ (جس جنگ میں رسولِؐ خدا خود شرکت نہ کریں) کے جرنیلوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہم خداوند کے اس فرمان قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳) "آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو" سے استدلال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: "یہ مسلمانوں کے رشتہ داروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(راوی کہتا ہے:) میرے ذہن میں کوئی بھی آیت اور دلیل ایسی نہیں تھی کہ جو میں نے امامؑ کے حضور نہ کی ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایسا ہو تو انھیں مباہلہ کی دعوت دو۔

میں نے عرض کیا: کیا کام کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنے آپ کو تین دن تک تیار کرو۔ میں گمان کرتا ہوں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے: "روزہ رکھو، غسل کرو اور بیابان کی طرف نکل جاؤ اور اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں اُس کی انگلیوں میں ڈالو اور اپنے آپ سے آغاز کرتے ہوئے کہو: اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْأَرَضِيْنَ السَّبْعِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

فرمانِ خدا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ سے کیا مراد ہے؟

محمد بن السائب کلبیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام عراق میں داخل ہوئے تو آپؑ (شہر) حیرہ میں تشریف فرما ہوئے، وہاں پر حضرت ابوحنیفہ آپؑ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور امام علیہ السلام سے کئی ایک سوالات پوچھے۔ ان سوالات میں سے ایک یہ تھا: اُس نے کہا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں امر بالمعروف کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوحنیفہ! اہلِ آسمان کے درمیان وہی معروف ہے جو اہلِ زمین کے درمیان ہے اور وہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

ابوحنیفہ نے کہا: آپؑ پر فدا ہو جاؤں منکر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: منکر وہ دو شخص ہیں جنھوں نے اُن (علی علیہ السلام) پر ظلم و ستم کیا، اُن کا حق غصب کیا اور لوگوں کو ان کے خلاف جرأت دی۔

میں نے عرض کیا: کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کے علاوہ کچھ اور ہے کہ کسی شخص کو گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھو تو اُسے منع کرو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ امر بالمعروف نہیں ہے اور نہ ہی نہی عن المنکر ہے بلکہ یہ ایک اچھا کام ہے جو انجام دیا ہے۔

ابوحنیفہ نے کہا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ میرے لیے خداوند کے قول ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (سورۂ تکاثر: آیہ ۸) ''پھر اُس دن تم سے نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' کا معنی اور تفسیر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے نزدیک اس کی تفسیر کیا ہے؟

اُنھوں نے کہا: راستے کا پُرامن، بدن کا سالم اور قوتِ حاضر کا ہونا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوحنیفہ! اگر خداوند روزِ قیامت تمھیں روک لے، تاکہ تم سے ہر اُس چیز کے بارے میں پوچھے جو تم نے کھائی اور پی ہے تو یقیناً تمھارا رُکنا کافی لمبا ہو جائے گا۔

ابوحنیفہ نے کہا: میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں، نعیم کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نعیم۔ ہم ہیں کہ خداوند نے ہمارے وسیلہ سے لوگوں کو

نجات عطا کی ہے اور ہمارے وسیلہ سے اُن کی جہالت و نادانی کو علم و دانش میں تبدیل کیا۔

ابوحنیفہ کہتے ہیں: آپؑ پر فدا ہو جاؤں قرآن ہمیشہ نیا اور تازہ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ قرآن کو کسی خاص زمانے کے لیے نازل نہیں کیا گیا ہے تاکہ گذشتہ ایام اُسے پرانا کر دیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً قرآن دنیا و جہان کے فنا ہونے سے پہلے فنا ہو جاتا۔ (کنز الفوائد، ص ۳۹۱؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۵۸، ح ۴۳)

فرمانِ خدا وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا...... سے کیا مراد ہے؟

حضرت ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (آفتاب اور اس کی روشنی کی قسم) کی تاویل کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: آفتاب سے مراد رسولؐ خدا ہیں کہ خداوند متعال نے جن کے وسیلہ سے اپنے دین کی وضاحت فرمائی۔

میں نے عرض کیا: وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے چلے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں۔

میں نے عرض کیا: وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا (اور دن کی قسم، جب وہ روشنی بخشے)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذرّیت سے امام ہیں کہ جو رسولؐ خدا سے پوچھتے ہیں اور آپؐ اُسے بیان کرتے ہیں، خداوند متعال سے اس کی حکایت کی اور فرمایا: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا (اور رات کی قسم جب وہ اُسے ڈھانک لے)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد ظالم وستم گر حکام اور آئمہ ہیں کہ جنھوں نے خاندانِ رسولؐ کی بجائے منصبِ خلافت پر قبضہ کیا، اور ایسی جگہ پر بیٹھے کہ جس کے لائق اہلِ بیتِ پیغمبرؐ تھے اور دینِ رسولؐ کو ظلم وستم کے ساتھ ملا دیا۔ خدا کے فرمان "اور رات کی قسم! جب وہ ڈھانک لے" کا یہی معنی ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا "اور نفس کی قسم اور جس نے اُسے خلق کیا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی اُسے پیدا کیا اور شکل وصورت عطا کی۔

فرمانِ خدا: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا "پھر بدی اور تقویٰ کی ہدایت دی ہے"۔ یعنی اُسے شناخت کروائی اور الہام کیا۔ پھر اُسے اختیار دیا (اور راستہ اختیار کرنے میں آزاد چھوڑا)۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا "بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنالیا"۔ یعنی اپنے نفس کو برائیوں سے پاک وپاکیزہ کیا۔

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا "اور بے شک وہ نامراد و ناامید ہو گیا جس نے اُسے آلودہ کر دیا ہے"۔ یعنی دھوکہ کھایا اور شیطان کے اختیار میں قرار دے دیا۔ (تفسیر قمی، ص ۷۲۶؛ بحارالانوار، ج ۲۴، ص ۷۰، ح ۴)

ظالم سلطان کی حکومتی مشینری میں داخل ہونے کا کیا حکم ہے؟

اسحاقؒ بن عمار کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ستم گر وظالم حکمران کی حکومت میں نوکری کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ تمھارے پاس آتے ہیں یا تم اُن کے پاس جاتے ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

وضاحت: امام علیہ السلام کا یہ جملہ اس طرح سے ہے کہ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

۱ کیا انھوں نے تمھیں مجبور کیا ہے کہ ان کی حکومتی مشینری میں شامل ہو جاؤ یا تم اپنے اختیار سے اس کے ساتھ مربوط ہوتے ہو؟ پہلی صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

۲ کیا وہ زبردستی تمھارے ذمے کچھ کام لگاتے ہیں یا تم اپنے اختیار سے انجام دیتے ہو؟ پہلی صورت میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ اس کا کوئی اور معنی بھی ہو۔ البتہ اس روایت کو دوسری روایات کے پہلو میں قرار دیں اور اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق کریں۔ (الاختصاص، ص۲۶۱؛ بحارالانوار، ج ۷۲، ص ۳۷۸، ح ۳۵)

آئمہ اہلِ بیتؑ پر صلوات، اُن کی زیارات اور اُن سے توسّل کرنا

maablib.org

پیغمبر اکرمؐ پر کیسے درود وسلام بھیجیں؟

① زیادؒ بن مروان، حریز سے روایت کرتا ہے کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہوجاؤں، ہم پیغمبر اکرمؐ پر کیسے درود بھیجیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یوں کہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآهلِ بَيْتِهٖ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا، یعنی خداوندا! محمدؐ وآلِ محمدؐ پر درود بھیج کہ تُو نے جن سے پلیدی کو دُور کیا اور مکمل طور پر پاکیزہ کیا ہے"۔

راوی کہتا ہے: میں نے اپنے دل میں کہا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآهلِ بَيْتِهٖ (اور باقی حصہ نہیں پڑھا)۔ امام علیہ السلام نے (کہ جو میرے باطن سے باخبر ہوئے) فرمایا: اس طرح سے نہیں ہے، میں نے تمھیں کہا ہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآهلِ بَيْتِهٖ۔

امام علیہ السلام نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو آپؑ نے فرمایا: اے حریز! تم خوبصورت انداز سے یاد کرلو گے اور فراموش نہیں کرو گے، صبر کرو تاکہ میں مکمل کرلوں۔ اور جس طرح سے مَیں تمھیں یاد کرواؤں، اسی طرح سے پڑھو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآهلِ بَيْتِهٖ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا۔

(راوی کہتا ہے:) میں نے اسی طرح سے پڑھا جس طرح سے امامؑ نے فرمایا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآهلِ بَيْتِهٖ الَّذِيْنَ اَلْهَمْتَهُمْ

عِلْمَكَ وَاسْتَحْفَظْتَهُمْ كِتَابَكَ وَاسْتَرْعَيْتَهُمْ عِبَادَكَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِيْنَ اَمَرْتَ بِطَاعَتِهِمْ وَاَوْجَبْتَ حَقَّهُمْ وَمُوَدَّتَهُمْ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِيْنَ جَعَلْتَهُمْ وِلَاةَ اَمْرِكَ بَعْدَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ

"یعنی اے معبود! محمدؐ اور آپؐ کے اہلِ بیتؑ کہ تُو نے جنھیں اپنا علم الہام کیا، انھیں اپنی کتاب کا محافظ بنایا، اپنے بندوں کو اُن کی رہبری کے زیرِ سایہ قرار دیا، پر درود بھیج۔

اے معبود! محمدؐ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کہ تو نے جن کی اطاعت کرنے کا حکم دیا، ان سے محبت و دوستی کرنے کو ہمارے اُوپر لازم قرار دیا، پر درود بھیج۔

اے معبود! محمدؐ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کہ جنھیں تُو نے پیغمبر اکرمؐ کے بعد (اپنے دین کا) متولی بنایا، پر درود بھیج"۔ (جمال الاسبوع، ص ۲۴۰؛ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۶۷، ح ۵۵)

⟨۲⟩ عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ ہم اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھے کہ امام علیہ السلام نے ابتداء میں ہمیں فرمایا: آپ لوگ کس طرح سے رسولِ خداؐ پر درود و صلوات بھیجتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: ہم یوں بھیجتے ہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ مُحَمَّدٍ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: گویا کہ آپ لوگ صرف خدا کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ اُن پر درود بھیجے۔

میں نے عرض کیا: پھر کس طرح سے صلوات بھیجیں؟

پھر امام علیہ السلام نے دُعا تعلیم کرتے ہوئے فرمایا: اس طرح سے کہیں (اس دُعا کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ قارئین کے سپرد کرتا ہوں):

"اے میرے معبود! اے ستاروں کو بلندی پر لے جانے والے! اے پھیلنے والوں کو پھیلانے والے (یعنی ذرات اور بیضوی شکل میں اجرام کو پیدا کرنے والے) اے زمین اور آسمانوں کے موجد! تُو نے ہم سے وعدہ لیا اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و پیغمبری کا اقرار کیا، ولایتِ علیؑ کا اعتراف کیا، ہم نے سنا اور اطاعت کی اور ہمیں ان پر درود بھیجنے کا حکم دیا، لہٰذا ہمیں معلوم ہوا کہ یہ حق ہے اور ہم نے اس دستور کی پیروی کی۔

اے میرے معبود! میں تجھے محمدؐ، علیؑ، عرش کو اُٹھانے والے آٹھ اور تیرے علم کے خزانہ دار چار فرشتوں کو شاہد بناتا ہوں کہ میں نے اپنی واجب نمازیں، نوافل، زکاتیں تیرے لیے انجام دیں اور تیرے نزدیک میرے قول و عمل میں سے جو کچھ پاکیزہ ہے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر ہے۔

اے میرے معبود! میں تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ تو ہمیں ان سے مربوط کر، ان کے وسیلہ سے اپنے نزدیک کر، جیسا کہ تُو نے ہمیں ان پر صلوات بھیجنے کا امر کیا۔

میں تجھے شاہد بناتا ہوں کہ میں اور اُن کے اہلِ بیتؑ کے سامنے سرِ تسلیم خم ہوں، میں نہ متکبر ہوں اور نہ رُوگردان ہوں۔ پس اپنے درود اور اپنے فرشتوں کے درود کے صدقہ میں ہمیں پاکیزہ کر، کیوں کہ یہ تیرا وعدہ اور حکم ہے کہ تُو نے فرمایا:

هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا۝ (سورۂ احزاب، آیت ۴۳-۴۴)

"وہی وہ ہے جو تم پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی منزل تک لے آئے اور وہ صاحبِ ایمان پر زیادہ مہربان ہے۔ ان کی مدارات جس دن پروردگار سے ملاقات کریں گے، سلامتی ہوگی اور ان کے لیے اس نے بہترین اجر مہیا کر رکھا ہے"۔

پس ہمیں سلام و مدارات کے ذریعے نزدیک کر اور ہمیں اپنی رحمت کا بہترین اَجر عطا کر کہ ہمارے اُوپر احسان کر اور محمدؐ سے بہترین درود کو ہمارے ساتھ مخصوص فرما اور ان پر درود بھیج کیوں کہ تیرا درود و سلام اُن کے لیے پایۂ تسکین ہے۔ ہمیں ان اور اُن کے اہلِ بیتؑ پر صلوات کے ذریعے سے پاکیزہ فرما اور اُن کی معرفت و شناخت کے حوالے سے جو کچھ تُو نے ہمیں عطا کیا ہے اُسے اپنے ہاں مستقل طور پر قائم و دائم رکھ نہ کہ عارضی طور پر، اے مہربانوں کے مہربان ترین! (جمال الاسبوع، ص ۲۳۸؛ بحارالانوار، ج ۹۱، ص ۶۶، ح ۵۴)

رسولِؐ خدا پر درود بھیجنے کا فائدہ کیا ہے اور ہم کیسے درود بھیجیں؟

ابنِ ابوحمزہؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے اس فرمان اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (سورۂ احزاب: آیت ۵۶) "بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ رسولؐ پر صلوات بھیجتے ہیں تو اے

صاحبانِ ایمان! تم بھی ان پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو" کے معنی وتفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی طرف سے صلوات و درود، رحمت، ملائکہ کی جانب سے تزکیہ (اور پاکیزگی کا اعتراف) اور لوگوں کی جانب سے دُعا ہے۔

خدا کے فرمان "مکمل طور پر اس کے حضور سر تسلیم خم ہوں" سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے وارد ہوا، کے سامنے تسلیم و خاضع ہوں۔

میں نے عرض کیا: ہم کس طرح سے پیغمبرؐ اور آپؐ کی آل پر صلوات و درود بھیجیں؟ فرمایا، یوں کہو:

> صَلَوَاتُ اللهِ وَصَلَوَاتُ مَلَائِكَتِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ
>
> "یعنی اللہ، اُس کے ملائکہ، انبیاء و رُسل اور اُس کی تمام مخلوق کا محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود ہو، اُن پر اور اُن کی آل پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں"۔

میں نے عرض کیا: جو محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اس طرح سے درود بھیجے، اس کے لیے کیا ثواب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! اس کا تمام گناہوں سے یوں پاک ہوتا ہے جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (معنی الاخبار، ص ۳۶۸؛ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۵۵، ح ۲۷)

فرمانِ خدا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی تفسیر کیا ہے؟

حضرت ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند

متعال کے اس فرمان "اور تم بھی اُن پر صلوات بھیجتے رہو اور سلام کرتے رہو" کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان پر درود اور جو کچھ وہ خدا کی جانب سے لائے ہیں اُس کے سامنے تسلیم ہونا ہے۔ (المحاسن، ص ۲۷۱، بحارالانوار، ج ۹۱، ص ۶۰، ح ۳۶)

پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجنے کی فضیلت

ابان احمرؒ، عبدالسلام بن نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں خانہ کعبہ میں داخل ہوا تو مجھے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوات بھیجنے کے علاوہ کوئی دُعا یاد نہ آئی (اس کا کیا حکم ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا کوئی بھی شخص کعبہ سے باہر نہیں ہے کہ جس کا عمل آپ کے عمل سے بہتر ہو۔ (ثواب الاعمال، ص ۱۴۰؛ بحارالانوار، ج ۹۱، ص ۵۷، ح ۳۴)

آلِ محمدؐ کون ہیں؟

حضرت ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آلِ محمدؐ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپؐ کی ذُریت اور نسل۔

میں نے عرض کیا: آپؐ کے اہلِ بیتؑ کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپؐ کے جانشین آئمہ۔

میں نے عرض کیا: آپؐ کی عترت کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اصحابِ عبا۔

میں نے عرض کیا: آپؐ کی اُمت کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مومنین ہیں کہ جنھوں نے اس کی تصدیق کی جو خداوند

عزوجل کی طرف سے آیا ہے اور ثقلین سے تمسک کیا کہ اُن سے تمسک (اور ان کی پیروی) کا حکم دیا ہے۔ کتاب خدا، عترت اور ان کے خاندان نے کہ جنھیں خداوند نے مکمل طور پر پلیدی سے پاک قرار دیا اور وہ دونوں رسولؐ خدا کے بعد اُمت میں آپؐ کے جانشین ہیں۔ (امالی شیخ صدوق، ص ۲۴۰، ح ۱۰)

محمد بن سلیمانؒ دیلمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آل سے مراد کون ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آئمہ علیہم السلام۔

میں نے عرض کیا: خداوند عزوجل کے فرمان اَدْخِلُوٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (غافر: ۴۶) "آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں نازل کرو" کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! خدا کی مراد اس کی بیٹی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ (بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۲۱۶، ح ۱۲)

۞ عبداللہ بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم کہتے ہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَهْلِ بَيْتِهٖ اور بعض کہتے ہیں: ہم آلِ محمدؐ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آلِ محمد صرف اور صرف وہی ہیں کہ خداوند نے جن کے ساتھ رسولِ اکرمؐ کے اَزدواج اور نکاح کرنے کو حرام کیا ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۹۳؛ بحارالانوار، ج ۸۳، ص ۷۸، ح ۳)

روزِ جمعہ کے بہترین اعمال کیا ہیں؟

حمادؒ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت

میں عرض کیا: آپؑ ہمیں یہ بتائیں کہ روزِ جمعہ کون سا عمل بہتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: عصر کے بعد پیغمبرؐ خدا اور آپؐ کے اہلِ بیت علیہم السلام پر سو مرتبہ درود بھیجنا اور اگر زیادہ مقدار میں ہو تو بہتر ہے۔ (المحاسن، ص ۵۹۰؛ بحارالانوار، ج ۸۳، ص ۷۸، ح ۳)

آیہ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ...... کن کے بارے میں نازل ہوئی؟

① عمرؒ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیۂ شریفہ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (سورۂ رعد: آیت ۲۱) "اور جو ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں جنہیں خدا نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے" کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت خاندانِ آلِ محمدؐ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ممکن ہے کہ ان کے رشتہ داروں کے متعلق بھی ہو۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ان لوگوں کی طرح مت ہونا کہ جو آیت کی تفسیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ مراد صرف یہی ایک ہی ہے۔

مرحوم علامہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں: قَدۡ۔ بعض اوقات مجازاً تاکید اور تحقیق اور بعض دفعہ تقلیل کے لیے آتا ہے۔ اس حدیث میں امامؑ کا لفظ قَدۡ سے تعبیر کرنا اس سے کنایہ ہے کہ مذکورہ آیت میں اصل پہلا ہے اور امام علیہ السلام کا یہ جملہ فرمانا کہ ان میں سے مت ہو...... الخ۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی آیت کسی خاص مورد میں نازل ہو تو آپ لوگ اس کے حکم کو اسی کے ساتھ خاص مت کریں گے بلکہ اس کی مانند دوسرے معانی کو بھی شامل کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی ہم کسی آیت کا معنی ذکر کریں اور پھر کوئی

دوسرا معنی ذکر کریں تو آپ اس کا انکار مت کریں، کیوں کہ آیت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے اور ہم اسی معنی کو بیان کرتے ہیں جو اس کے مناسب ہو، یہ سب حق ہے اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے۔ اس راستے سے ممکن ہے کہ وہ اخبار جو ظاہری طور پر معنی کا اعتبار سے باہم مختلف ہیں اور وہ اخبار جو آیات کی تفسیر یا تاویل کے متعلق ہیں، کے درمیان جمع کریں۔ (الکافی، ج ۲، ص ۱۵۶؛ بحارالانوار، ج ۷۱، ص ۱۳۰، ح ۹۵)

۲ عمرؓ بن مریم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس کے مصادیق میں ایک صلہ رحم ہے اور اس کی بہترین تاویل یہ ہے کہ ہمارے ساتھ اپنے تعلق کو محفوظ (محکم) کرو۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۰۸؛ بحارالانوار، ج ۲۳، ص ۲۶۸، ح ۱۳)

خداوند متعال نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلمات سے آزمایا؟

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۲۴) "اور اُس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیمؑ کا امتحان لیا" کے متعلق سوال کیا کہ وہ کلمات کون سے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہی کلمات ہیں جو آدم علیہ السلام نے خدا کی جانب سے دریافت کیے (اور ان کے توسل سے خداوند متعال نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی) وہ کلمات یہ ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:

يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ

"اے پروردگار! میں آپ کی بارگاہ میں بحق محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ

اور حسینؑ سے سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ قبول فرما۔ خداوند نے اُن کی توبہ قبول کی، کیوں کہ خداوند بہت توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے"۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! خدا کے فرمان اَتَمَّهُنَّ کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی وہ حضرت قائم علیہ السلام کے نام تک مکمل کریں کہ جو بارہ ہیں کہ ان میں نُو افراد اولادِ حسینؑ میں سے ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۱۷۷، ح ۲۴)

کیا اولاد کے نام آئمہ طاہرینؑ کے نام پر رکھنا مفید ہے؟

ربعی بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت عرض کیا گیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، ہم اپنی اولاد کے نام آپؑ اور آپؑ کے اجداد کے نام پر رکھتے ہیں، کیا یہ ہمارے لیے مفید ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! کیا دینِ محبت کے علاوہ بھی کچھ ہے؟

خداوند متعال فرماتا ہے:

إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران: آیت ۳۱)

"اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو، خدا بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا"۔

(تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۱۶۷؛ بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۹۵، ح ۵۷)

شہادتِ امام حسینؑ کے بعد بعض فرشتوں پر کیا گزری؟

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت

میں عرض کیا: میں شب عرفہ کربلا میں تھا اور میں نے وہاں پر نماز پڑھی کہ اچانک پچاس ہزار کے قریب لوگ آئے، جن کے چہرے خوب صورت اور وہ بہترین خوشبو سے معطر تھے۔ اس مقام پر سب نماز تہجد بجا لائے اور فجر طلوع ہوئی تو میں نے سجدہ کیا۔ جب میں نے سجدے سے سر اُٹھایا تو میں نے وہاں پر کسی کو نہیں دیکھا۔ (وہ کون تھے)

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب حسین بن علی علیہما السلام کی شہادت واقع ہوئی تو وہاں سے پچاس ہزار فرشتوں کا گزر ہوا اور وہاں سے آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔ خداوند نے اُن سے خطاب کیا کہ تم میرے حبیب کے فرزند کے پاس سے گزرے ہو، درحالانکہ اُن کی شہادت ہو رہی تھی اور تم نے ان کی مدد نہیں کی ہے؟

پھر انھیں زمین پر نازل کیا اور تا قیامت انھیں پریشان و گرد آلود سر اور چہرے کے ساتھ قبر حسینؑ کے پاس ٹھکانہ دیا گیا۔ (کامل الزیارات، ص ۹۲؛ بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۲۲۶، ح ۲۰)

نامِ حسینؑ کا ورد کرتے وقت کیا کہنا چاہیے؟

ابنِ ابو عمیرؒ، حسین بن ابو فاختہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کئی بار ایسا ہوا ہے کہ مجھے امام حسین علیہ السلام کا نام یاد آتا ہے۔ آپؑ یہ فرمائیں کہ مجھے جب بھی اُن کا نام یاد آئے تو میں کیا پڑھوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کہو:

صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ "اے ابا عبداللہ! آپؑ پر درود ہو"۔ ان کلمات کو تین بار پڑھو۔ (بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۰۱، ح ۷)

کتنی مدت تک امام حسین علیہ السلام کی زیارت ترک کرنا جائز ہے؟

صفوانؒ بن جمال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کتنی مدت تک کے لیے امام حسین علیہ السلام کی زیارت ترک کرنا جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک ماہ سے زیادہ جائز ہے۔ (بحار الانوار، ج ۹۸، ص ۱۴۴)

maablib.org

امامؑ و امامت سے متعلق گوناگوں مسائل

maablib.org

کیوں کر پیغمبر اکرمؐ کا کوئی بیٹا زندہ نہ رہا؟

عبداللہؓ بن سنان کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا زندہ نہ رہا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ خداوند نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کیا اور پیغمبری عطا کی اور علیؑ کو آپؐ کا وصی اور جانشین قرار دیا۔ پس اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اُن کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ یقیناً حضرت علی علیہ السلام پر فضیلت رکھتا اور اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی کا کوئی موقع باقی نہ بچتا۔ (بحارالانوار، ج۱۶، ص۱۴۱، ح۳)

حضرت علی علیہ السلام نے کیوں اپنے حق کا مطالبہ نہ کیا؟

سلیمانؓ بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: لوگوں کی اس بات کے بارے میں آپؑ کا کیا نظریہ ہے کہ جو کہتے ہیں: اگر حضرت علی علیہ السلام کا خلافت پر حق تھا تو آپؑ نے اُسے حاصل کرنے کے لیے کیوں زور نہیں دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے صرف ایک فرد کہ جو رسولؐ خدا ہیں، کے ذمہ ایسا کام سپرد کیا ہے اور فرمایا ہے:

فَقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۚ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَکَ وَحَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (سورۂ نساء: آیت ۸۴)

"پس آپؐ راہِ خدا میں جہاد کریں اور آپؐ اپنے نفس کے علاوہ کسی دوسرے کے مکلّف نہیں ہیں اور مومنین کو جہاد پر آمادہ کریں"۔

پس ایسی ذمہ داری (یعنی جنگ کے ذریعے حق حاصل کرنا) صرف رسولؐ خدا کے لیے ہے، دوسروں سے یہ کہا گیا ہے:

اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ (سورۃ انفال: آیت ۱۶)

(ٹھکانا جہنم ہوگا جو بدترین انجام ہے) علاوہ ان لوگوں کے جو جنگ سے پیچھے ہٹ جائیں یا کسی دوسرے گروہ کی پناہ لینے کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دیں"۔

پس امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ ایسی جماعت نہ تھی کہ جو ان کی مدد کرتی۔ (بحارالانوار، ج۱۶، ص ۳۴۰، ح ۲۹)

حضرت امام حسنؑ افضل ہیں یا حضرت امام حسینؑ؟

(۱) زیدؒ بن شحام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام میں سے کون افضل تر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے پہلے کی فضیلت ہمارے آخری کی فضیلت کے مساوی ہے اور ہمارے آخری کی فضیلت پہلے کے برابر ہے اور ہر کسی کی فضیلت اپنے ساتھ خاص ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، میرے لیے جواب کو کھول کر بیان فرمائیں۔ خدا کی قسم! میں نے صرف اس لیے سوال کیا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کی زیادہ معرفت حاصل کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم ایک ہی شجرۂ طیبہ سے ہیں (یعنی ہماری بنیاد اور ریشہ ایک ہی ہے)۔ خداوند نے ہمیں ایک ہی عنصر سے پیدا کیا ہے۔ ہماری فضیلت و برتری

خدا کی جانب سے ہے اور ہمارا علم و دانش خدا کی جانب سے ہے۔ ہم اس کے بندوں پر اُس کے امین ہیں، ہم اُس کے دین و آئین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہم اس اور اس کے بندوں کے درمیان حاجب (وسیلہ) ہیں۔ اے زید! کیا تم چاہتا ہو کہ میں تمھارے لیے اضافہ کروں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہماری خلقت ایک ہے، ہمارا علم ایک ہے، ہماری فضیلت ایک ہے اور ہم سب خداوند کے نزدیک ایک ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ مجھے اپنی تعداد کے بارے میں بتائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم بارہ ہیں اور اسی طرح اپنی خلقت کی ابتدا ہی سے عرش کے اردگرد تھے۔ ہمارا پہلا بھی محمدؐ ہے، ہمارا درمیانہ بھی محمدؐ ہے اور ہمارا آخری بھی محمدؐ ہے۔ (المختصر للشیخ حسن سلیمان، ص ۱۵۹؛ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۶۳، ح ۲۳)

۲ ہشامؓ بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت امام حسن علیہ السلام افضل ہیں یا حضرت امام حسین علیہ السلام؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام سے افضل ہیں۔

میں نے عرض کیا: کیوں امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہے اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد کو اس سے کوئی حصّہ نہیں ملا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے (کسی حکمت کی خاطر) چاہا کہ جو سنت ہارون و موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں جاری کی ہے وہی امام حسن و حسین علیہما السلام کے بارے میں جاری کرے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ دونوں (ہارونؑ و موسیٰؑ) نبوت میں شریک تھے۔ اسی طرح سے امام حسن و حسین علیہما السلام بھی امامت میں شریک ہیں۔ اس کے باوجود خداوند نے نبوت کو حضرت ہارونؑ کی اولاد میں قرار دیا اور اولادِ موسیٰؑ میں نہ رکھی۔

اگرچہ حضرت موسیٰ، حضرت ہارونؑ سے افضل تر تھے۔

میں نے عرض کیا: کیا ایک زمانے میں دو امام ہو سکتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، مگر یہ کہ اُن میں سے ایک خاموش رہے اور دوسرے کے لیے ماموم ہو اور دوسرا ناطق اور اُس کے لیے امام و پیشوا ہو، البتہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ دونوں ایک ہی زمانے میں ناطق ہوں (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا ہے)۔

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (سورۂ زخرف: آیت ۲۸)

"اور انھوں نے اس کو اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دے دیا"۔

میں نے عرض کیا: حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بعد دو بھائیوں میں امامت کا واقع ہونا ممکن ہے؟ (یعنی حسنین علیہما السلام کی طرح دو بھائی امام ہوں؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، یہ امامت صرف امام حسین علیہ السلام میں واقع ہے۔

پھر تا روزِ قیامت ایک کے بعد دوسرے کی نسل میں ہے (یعنی باقی نَو (۹) امامؑ ایک کے بعد دوسرے کی اولاد میں سے ہوں گے اور امام مہدی علیہ السلام تک کیونکہ اُن کے بعد کوئی اور امام معصوم نہیں ہے)۔ (اکمال الدین، ص ۲۳۲؛ بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۲۴۹، ح ۱)

حضرت امام حسنؑ کی اولاد میں امامت نہ ہونے پر کیا دلیل ہے؟

① ابوعمرو زبیریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے یہ بتائیں کہ امامت کیوں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے خارج ہے اور اولادِ امام حسینؑ کے ساتھ مختص ہوئی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی اَجل (موت) اور جو کچھ خداوند نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا، کا وقت آ گیا تو امام حسین علیہ السلام کے لیے جائز نہ تھا

کہ وہ امامت کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد کی طرف پلٹاتے اور انھیں اپنا وصی قرار دیتے، کیوں کہ خداوند نے فرمایا: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔

پس امام حسین علیہ السلام کی اولاد اپنے بھائی کی اولاد کی نسبت ان سے قریب ترتھی، لہٰذا دوسروں کی نسبت امامؑ کے لیے سزاوار تر تھے۔ اس آیت کی بنا پر امامت حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے خارج ہوتی ہے اور امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں قرار پاتی ہے۔ آیت کا یہ حکم کہ امامت ان کی نسل میں ہے، تا قیامِ قیامت باقی ہے۔

۲ عبدالرحمنؒ بن المثنی ہاشمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، کس دلیل کی بنا پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے برتر و افضل تر ہے۔ حالاں کہ دونوں ایک ہی راستے پر چلتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: گمان نہیں کرتا ہوں کہ تم اس مطلب کو قبول کرو گے۔ بے شک حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے، درحالاں کہ ابھی تک حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے۔ اُن سے کہا: آپؐ کا ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کو آپؐ کی اُمت شہید کر دے گی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں ہے۔ جبرئیلؑ نے اس بات کا تین مرتبہ تکرار کیا۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو طلب کیا اور فرمایا: جبرئیلؑ نے خداوند کی جانب سے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپؑ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ میرے بعد میری اُمت اُسے قتل کر دے گی۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مجھے ایسے بیٹے کی احتیاج نہیں ہے۔

پس پیغمبرؐ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اس بات کا تین دفعہ تکرار کیا اور فرمایا: امامت و وراثت اس اور اس کی اولاد میں واقع ہوگی اور علمِ الٰہی کے خزانہ دار ہوں گے۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا تک یہ خبر پہنچائی کہ خداوند متعال تمھیں ایسے بیٹے کی بشارت دے رہا ہے کہ اسے میرے بعد میری اُمت قتل کردے گی۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: بابا جانؐ! مجھے ایسے فرزند کی ضرورت نہیں ہے۔ رسولِ خدا نے اس بات کا حضرت فاطمہ علیہا السلام کے سامنے تین مرتبہ تکرار کیا۔ پھر انھیں یہ خبر دی کہ امامت و وراثت اور علمِ الٰہی کی خزانہ داری اُن اور اُن کی اولاد میں قرار پائے گی۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: میں خداوند کی یہ پیش نہاد قبول کرتی ہوں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کا نطفہ (نُور) حضرت فاطمہ علیہا السلام کے رحم میں منعقد ہوا۔ یہ حمل اور انعقاد چھے ماہ تک انجام پایا۔ پھر وہ دنیا پر تشریف لائے۔ حضرت امام حسینؑ اور عیسیٰ بن مریمؑ کے علاوہ کوئی بھی ششماہ بچہ زندہ نہیں رہا۔ حضرت اُمِ سلمہؓ اُن کی دیکھ بھال کرتیں، رسولِ خدا ہر روز تشریف لاتے، اپنی زبانِ مبارک امام حسین علیہ السلام کے دہن مبارک میں ڈالتے اور وہ آنحضرتؐ کی زبان کو چوستے، یہاں تک کہ وہ سیراب ہوجاتے۔ اس طرح سے امام حسین علیہ السلام کے گوشت نے رسولِ خدا کے گوشت سے نمو پائی اور ہرگز انھوں نے نہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا اور نہ کسی اور کا۔

جب خداوند متعال نے ان کے بارے میں یہ آیہ شریفہ نازل فرمائی:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰۗى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ (سورۂ احقاف: آیت ۱۵)

''اس کے حمل اور دودھ چھڑائی کا کُل زمانہ تیس مہینے کا ہے یہاں تک کہ جب وہ توانائی کو پہنچ گیا اور چالیس برس کا ہو گیا تو اُس نے دُعا کی: پروردگارا مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تُو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا نیک عمل کروں کہ تو راضی ہو جائے اور میری ذُرّیت میں بھی صلاح و تقویٰ قرار دے''۔ (علل الشرائع، ص ۷۹؛ بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۲۵۳، ح ۱۳)

◇ مفضلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے خداوند متعال کے اس فرمان: وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ (سورۂ زخرف: آیت ۲۸) ''اور انھوں نے اس کو اپنی نسل میں ایک کلمہ باقیہ قرار دے دیا'' کے بارے میں بتائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مقصود و مراد امامت ہے کہ خداوند نے اُسے تا روزِ قیامت اولادِ امام حسین علیہ السلام میں قرار دیا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! کیوں امامت کو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں قرار دیا ہے؟ امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں کیوں قرار نہیں دیا گیا؟ درحالانکہ دونوں رسولِؐ خدا کی اولاد ہیں، دونوں ان کے نواسے اور دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہارونؑ و موسیٰؑ دونوں پیغمبرؑ تھے اور بھائی تھے۔ اس کے باوجود خداوند متعال نے پیغمبری کو حضرت ہارونؑ کی اولاد میں قرار دیا نہ جنابِ موسیٰؑ کو۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کوئی یہ کہے کہ خداوند نے ایسا کیوں کیا ہے۔ امامت و خلافت اور جانشینی خداوند متعال کی جانب سے ہے۔

کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کہے: کیوں اُسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں رکھا ہے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی نسل میں نہیں رکھا، کیوں کہ خداوند اپنے کاموں میں حکیم ہے، اس کے کسی کام میں ہرگز سوال نہ کیا جائے بلکہ وہ لوگوں کے کام کے بارے میں سوال کرتا ہے اور اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ (اکمال الدین، ص ۲۰۳؛ معانی الاخبار، ص ۱۲۶؛ الخصال، ج۱،ص ۳۶؛ بحارالانوار، ج۲۵،ص ۲۶۰، ح ۲۵)

کیا امام حسن علیہ السلام نے پیادہ حج کیا ہے؟

ابنِ بکیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم تک یوں پہنچا ہے کہ امام حسن بن علی علیہما السلام بیس مرتبہ پیدل حج پر گئے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: امام حسن بن علی علیہما السلام یوں حج پر گئے درحالانکہ سامان سے لدی ہوئی سواریاں اور محمل آپؑ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے تھے۔

توضیح: مراد یہ ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا حج پر پیدل جانا وسیلہ یعنی سواری وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں خضوع وخشوع کی خاطر تھا۔ (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۳۲، ح ۳)

امام حسین علیہ السلام کی اُنگشتری کس کی طرف منتقل ہوئی؟

حضرت محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی انگوٹھی اُن کے بعد کس کی طرف منتقل ہوئی ہے؟ کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ وہ انگوٹھی ان کی انگلی سے اُتار لی گئی تھی اور ان چیزوں میں سے تھی جو کربلا میں لوٹی گئی تھیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جو کہا گیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند علی بن حسین علیہما السلام کو وصیت کی تھی اور اپنی انگوٹھی اُن کے ہاتھ کی اُنگلی میں ڈالی تھی اور اپنا امر (ذمہ داری) اُن کے سپرد کیا۔ اس طریقہ سے امامت اُن کی طرف منتقل ہوئی۔ اُنھوں نے بالکل اسی طرح سے کیا جس طرح سے رسولؐ خدا نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کیا اور امیر المومنینؑ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اور امام حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ پھر یہ انگوٹھی ہمارے جدّ کی طرف منتقل ہوئی۔ اُن کے بعد میرے پدر بزرگوار کی طرف اور اب وہ میرے پاس ہے اور میں ہر جمعہ کو اُسے پہن کر نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں روز جمعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے، اُن کی انگلی میں میں نے ایک خاتم (مہر) دیکھی کہ جس کے اُوپر لکھا ہوا تھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، خداوند کے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے ایک اسلحہ ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ انگوٹھی میرے جدّ بزرگوار امام حسین علیہ السلام کی ہے۔ (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۴۷، ح ۲۳)

توضیح: اس انگوٹھی سے مراد وہ انگوٹھی ہے جو میراثِ امامت کا حصّہ تھی۔

امامؑ کے اصحابِ باوفا کا شہادت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لینا؟

ابنِ عمارہؒ اپنے پدر بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے امام حسین علیہ السلام کے اصحاب اور موت کی طرف ان کے اقدام کے بارے میں بتائیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ان کے سامنے سے پردہ یوں اُٹھ چکا

تھا کہ انھوں نے بہشت میں اپنے مقامات و منازل دیکھے، لہٰذا ان میں سے ہر کسی نے موت کے لیے اقدام کیا، تا کہ وہ حورالعین، ان کے گلے ملنے اور بہشت میں اپنے مقام تک پہنچنے کے لیے پہل کریں۔ (علل الشرائع، ج۱، ص۲۸؛ بحارالانوار: ج۴۴، ص۲۹۷، ح۱)

کیوں اور کس طرح روزِ عاشور روزِ غم و اندوہ ہے؟

عبداللہ بن فضل ہاشمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کس دلیل کی بنا پر روزِ عاشوراء، روزِ غم و اندوہ اور سوگواری ہے، جب کہ جس دن رسولؐ خدا دنیا سے گزر گئے، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا دنیا سے چلی گئیں۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام شہید ہوئے اور امام حسن علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے، غم و عزا کا دن قرار نہ پائے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس کی عظمت و مصیبت تمام دنوں سے بیش تر ہے کیوں کہ آلِ عبا کہ جو خدا کے نزدیک گرامی ترین مخلوق ہے وہ پنجتن تھے۔ جس وقت رسولؐ خدا اُن کے درمیان سے رخصت ہوئے، امیرالمومنین علی علیہ السلام، حضرت فاطمہؑ، حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام موجود تھے۔ لوگ ان سے خوش تھے اور جب حضرت فاطمہ علیہا السلام دنیا سے اُٹھ گئیں تو لوگ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام اور امام حسن و حسین علیہما السلام کی موجودگی سے شادمان تھے اور جب حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو لوگ امام حسن و حسین علیہما السلام کے وجود سے خوش و خرم تھے۔

جب حضرت امام حسن علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہوئے تو لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی موجودگی سے خوش تھے اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع

ہوئی تو آپؑ کے بعد آلِ عبا میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا کہ جس سے لوگ خوش وخرم ہوتے۔ لہٰذا حضرت امام حسین علیہ السلام کا دنیا سے اُٹھ جانا تمام آلِ عبا کے اُٹھ جانے کی مانند تھا۔ چنانچہ اُن کی بقا تمام کی بقا کی مانند تھی، لہٰذا اُن کی شہادت کا دن تمام دنوں سے عظیم تر اور جان سوز تر تھا۔

عبداللہؓ بن فضل ہاشمی کہتے ہیں: میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ پیغمبرؐ! امام حسین علیہ السلام کے بعد علیؑ بن حسینؑ (امام سجادؑ) کا وجودِ مقدس اُن کے پدرِ بزرگوار کی مانند لوگوں کے لیے تسلی کا باعث نہ تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، سیّد الساجدین علی بن حسین علیہما السلام اپنے آباء و اجداد کے بعد لوگوں کے امامؑ اور اُن پر حجت تھے لیکن اُنھوں نے رسولِ خدا سے ملاقات نہیں کی تھی۔ اُن سے کوئی حدیث نہیں سنی تھی اور اُن کا علم اپنے پدرِ گرامی قدر کی میراث اور ان کا علم اپنے جد بزرگوار رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تھا، درحالانکہ لوگوں نے علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسین علیہما السلام کو مختلف حالات میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دیکھا تھا، لہٰذا لوگ جب اُن میں سے کسی ایک کو دیکھتے تو رسولِ خدا کے ساتھ اُن کے حال کو یاد کرتے اور اُن کے بارے میں رسولِ خدا کے فرمان کو یاد کرتے۔

جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو لوگ خدا کے مقرب ترین بندوں کی زیارت کرنے سے محروم ہو گئے۔ اُن میں سے ہر ایک کا فقدان تمام کے فقدان کا باعث نہ بنتا تھا سوائے امام حسین علیہ السلام کے، کیونکہ وہ اس گروہ کے آخری فرد تھے، لہٰذا اُن کا روزِ غم تمام سے عظیم تر تھا۔

عبداللہؓ بن فضل ہاشمی کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! اہلِ سنت کیوں اور کس طرح اس دن کو بابرکت دن کا نام دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا: جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو

لوگوں نے یزید کی قربت حاصل کرنے کے لیے حدیثیں گھڑنا شروع کر دیں۔ اس طرح سے اُنھوں نے انعامات اور دولت و ثروت حاصل کی۔ من جملہ اُن چیزوں کے جو اُس (یزید) کے فائدے میں گھڑی تھیں۔ اُنھوں نے روزِ عاشور کو بابرکت دن بنایا، تاکہ لوگ اس دن میں شہادتِ امام حسینؑ پر گریہ زاری کرنے کے بجائے خوش حال و مسرور ہوں اور اس دن سے تبرک حاصل کریں۔ خداوند متعال اُن کے اور ہمارے درمیان خود فیصلہ کرے گا۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: اے چچازاد! یہ لوگ ان لوگوں کی نسبت اسلام و اہلِ اسلام کے لیے کم تر نقصان دہ ہیں جو ہماری محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور مدعی ہیں کہ اپنے دین میں ہماری ولایت کے معتقد ہیں، لیکن یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام قتل نہیں ہوئے، بلکہ عیسیٰ بن مریم کی مانند اُن کے مشابہ کوئی اور شخص قتل ہوا ہے۔ پس بنی اُمیہ کو ان کے دعویٰ کی بنا پر ملامت نہیں کر سکتے۔

اے چچازاد! جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ امام حسین علیہ السلام قتل نہیں ہوئے، اُس نے رسولِ خدا، حضرت علیؑ اور اُن کے بعد والے آئمہؑ کی خبر کو جھٹلایا ہے۔ اور جو کوئی اُسے جھٹلائے اُس نے خدا کا انکار کیا ہے۔ اس کا خون بہانا اُس کے لیے مباح اور جائز ہے جو یہ سنے۔

عبداللہؒ بن فضل ہاشمی کہتے ہیں: اے فرزند رسولؐ! آپؑ اس گروہ کے بارے میں کیا کہیں گے جو آپؑ کے شیعہ ہیں اور ایسا دعویٰ کرتے ہیں اور ایسی بات کرتے ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہمارے شیعہ نہیں ہیں اور میں ان سے بے زار (متنفر) ہوں۔ (علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۲۵ - ۱۲۷؛ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۶۹، ح ۱)

اے فرزندِ رسولؐ! میں آپؑ کو محزون کیوں دیکھ رہا ہوں؟

صفوان جمال کہتے ہیں کہ ہم نے مکہ جاتے ہوئے مدینہ کے راستے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: اے فرزندِ رسولؐ! ہم کیوں آپ کو محزون و مغموم دیکھ رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کچھ میں سن رہا ہوں، اگر تم لوگ بھی سنتے تو ہرگز ایسا سوال نہ کرتے۔

میں نے عرض کیا: کیا آپؑ کچھ سن رہے ہیں؟

امام علیہ السلام نے میں خداوند متعال کی بارگاہ میں فرشتوں کی دُعا اور امیر المومنین علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر اُن کی لعنت، اُن کے پاس موجود ملائکہ اور جنوں کی گریہ وزاری، اُن کا شدید متاثر ہونا اور اُن کی آہ و بکا سن رہا ہوں (اس وجہ سے محزون و مغموم ہوں) پس ایسی صورت میں کسے کھانا پینا اچھا لگے گا؟ (بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۲۲۶، ح ۱۹)

آپؑ اہلِ بیتؑ کی زندگی کس قدر تھوڑی ہے، جبکہ لوگ آپؑ کے محتاج ہیں؟

حریزؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، آپؑ اہلِ بیت پیغمبرؐ کی زندگی کس قدر کم، موت نزدیک اور آپؑ کے درمیان فاصلہ بہت تھوڑا ہے، جبکہ لوگ آپؑ کے محتاج ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک صحیفہ ہے، اس میں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی اپنی مدت میں مقامِ عمل میں ضرورت ہے۔ پس جب اس میں مامور شدہ لکھے ہوئے مطالب کی مدت ختم ہو جائے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ اب اُس کی اَجل کا وقت آن پہنچا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اُسے

اس کی وفات کی خبر دیتے ہیں اور ان درجات سے آگاہ کرتے ہیں جو اس کے خدا کے نزدیک ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا صحیفہ پڑھا اور اس میں ماضی اور مستقبل کے بارے میں موجود مطالب کی وضاحت فرمائی اور اُن میں کچھ چیزیں ابھی باقی تھیں کہ جو واقع نہیں ہوئی تھیں۔ پس وہ جنگ کرتے گئے۔ منجملہ ان اُمور میں سے جو ابھی تک باقی تھے۔ ایک یہ تھا کہ فرشتوں نے خدا کی بارگاہ میں التجا کی کہ وہ ان (امام حسینؑ) کی مدد کریں۔ خداوند نے اُنھیں اجازت دی۔ جب مذکورہ ملائکہ امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوئے تو وہ قتل ہو چکے تھے اور مدت ختم ہو چکی تھی۔ ملائکہ نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی:

"پروردگارا! تُو نے ہمیں اُن کی مدد کرنے کے لیے نازل ہونے کی اجازت دی اور ہم نازل ہوئے، لیکن تُو نے اُنھیں اپنے پاس بلا لیا اور ہم ان کی مدد نہیں کر سکے"۔

خداوند متعال نے اُنھیں خطاب فرمایا: تم ان کو دیکھنے کے لیے اُن کی قبر اور بارگاہ کے پاس رہیں۔ جب وہ قیام کریں گے تو اس وقت ان کی مدد کرنا اور اُن کی مدد نہ کر سکنے کی وجہ سے اُن پر گریہ کرتے ہیں: آپ اُن کی مدد کرنے اور اُن پر گریہ و زاری کرنے کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ وہ ملائکہ قربت خدا حاصل کرنے اور اُن کی مدد نہ کر سکنے کی وجہ سے گریہ کرتے ہیں اور جس وقت امامؑ قیام کریں گے وہ اُن کی مدد کریں گے۔

توضیح: ظاہراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے بعد اُن کی مدد کرنے سے مراد آئمہ علیہم السلام کی رجعت کا زمانہ ہے۔ (اُصول کافی، ج۱، ص ۲۸۳؛ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۲۵، ح ۱۸)

فرمانِ خدا اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ...... کی تفسیر کیا ہے؟

ابوالصباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ شریفہ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۂ نساء: آیت ۵۴) "یا وہ لوگ اُن سے حسد کرتے ہیں جنہیں خداوند نے اپنے فضل سے بہت کچھ عطا کیا ہے" کے بارے میں پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوالصباح! خدا کی قسم! وہ لوگ ہم ہیں جن سے حسد کیا جاتا ہے۔ (اُصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۹۵، ح ۴)

کیا بعض ائمہؑ بعض سے افضل تر ہیں؟

مالک بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا بعض ائمہ بعض سے افضل تر ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حلال و حرام میں اُن سب کا علم برابر ہے۔ اس مورد کے علاوہ باقی علوم میں ایک دوسرے پر برتری رکھتے ہیں۔ (بصائر الدرجات، ص ۴۶۸؛ بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۳۶۰، ح ۱۵)

حضرت علی علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے لباس میں فرق کیوں؟

حماد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اَصْلَحَكَ اللّٰهُ۔

آپؑ نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام سخت قسم کا لباس زیب تن کرتے تھے جس کی قیمت چار درہم وغیرہ ہوتی تھی درحالانکہ میں آپؑ کے تن پر نیا لباس دیکھ رہا ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بے شک حضرت علی علیہ السلام نے وہ لباس اس زمانے میں زیب تن کیا جب وہ برا نہیں لگتا تھا اور وہی لباس اگر اس زمانے میں پہنتے تو برا لگتا۔

پس ہر زمانے کا بہترین لباس وہی ہے جو اُس وقت کے لوگ پہنتے ہوں، لیکن ہم اہلِ بیتؑ کے قائمؑ جب قیام کریں گے تو وہی حضرت علی علیہ السلام کا لباس زیب تن کریں گے اور حضرت علی علیہ السلام کا طرزِ زندگی اپنائیں گے (کیونکہ آپ بھی حکومت کریں گے اور امامِ زمان علیہ السلام کا اپنی حکومت میں وظیفہ یہ ہے کہ وہ فقیر لوگوں جیسی زندگی بسر کریں)۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۴۷۲، ح ۴)

کون سی عید افضل تر ہے؟

فرات بن احنف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، کیا مسلمانوں کے لیے کوئی ایسی عید ہے جو عیدِ فطر، عیدِ قربان، جمعہ اور عرفہ سے افضل تر ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، ایک ایسی عید ہے جو تمام عیدوں سے افضل تر اور خدا کے نزدیک شریف تر ہے اور وہ ایسا دن ہے جس دن میں خداوند متعال نے دین کو مکمل کیا اور اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۂ مائدہ: آیت ۳)

"آج آپ کا دین مکمل کر دیا اور آپؐ پر اپنی نعمت تمام کر دی اور آپؐ کے لیے دین اسلام پسند کیا"۔

میں نے عرض کیا: وہ کون سا دن ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی انبیائے بنی اسرائیل میں کوئی ایک نبی اپنا جانشین معین کرنا چاہتا تو اُس دن کو روزِ عید قرار دے دیتے۔ اور وہ دن ایسا دن ہے کہ جس میں پیغمبرِ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کے لیے راہنما منصوب کیا۔ اس وقت

آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی اور وہ دین مکمل ہو گیا اور مومنین کے لیے نعمت تمام ہو گئی"۔

میں نے عرض کیا: وہ سال کا کون سا دن ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ دن بدلتے رہتے ہیں، ممکن ہے ایک ہفتہ، اتوار یا پیر ہو، اسی طرح ہفتے کا کوئی اور دن ہو۔

میں نے عرض کیا: اُس دن کون سا کام اچھا ہے کہ جسے ہم اُس دن میں انجام دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس دن میں عبادت، نماز، شکر، مدح پروردگار کریں، خوش حال ہوں کہ خداوند نے اس وسیلہ سے ہماری ولایت کا تم پر احسان کیا ہے۔ میں تمھارے لیے پسند کرتا ہوں کہ تم اُس دن روزہ رکھو۔ (تفسیر فرات، ص ۱۲؛ بحارالانوار، ج ۳۷، ص ۱۶۹، ح ۴۶)

فرمانِ خدا فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ کا کیا معنی ہے؟

زہیرؒ بن ابان روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (سورۂ بلد: آیت ۱۱) "پس تم کیا جانو یہ گھاٹی کیا ہے" کا مطلب پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابان! کیا آپ نے اس کے بارے میں کسی سے کوئی چیز سنی ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عقبہ ہم ہیں۔ پس ہماری طرف اُوپر نہیں آتا مگر وہ جو ہم سے ہو۔ امام علیہ السلام نے مزید فرمایا: اے ابان! کیا تم مائل ہو کہ اس آیت کے بارے میں کچھ مطلب بیان کروں جو تمھارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہو۔

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: فَكُّ رَقَبَةٍ، یعنی تمام لوگ آتش کے اسیر اور غلام ہیں (یعنی جہنمی ہیں) مگر تم اور تمھارے ہم مذہب دوست کہ خداوند نے آپ کو آتش کی قید سے آزاد کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، کس چیز کی وجہ سے ہمیں آتش سے آزاد کیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے تمھاری ولایت و محبت کے وسیلہ سے۔ (کنز الفوائد، ص ۳۸۸؛ بحار الانوار، ج ۲۴، ص ۲۸۱، ح ۲)

آیہ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ...... کی تاویل کیا ہے؟

حفصؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے فرمان: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (التوبہ: آیت ۳) "اور اللہ و رسولؐ کی طرف سے حج اکبر کے دن انسانوں کے لیے اعلانِ عام ہے" کا معنی پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اذانؑ میں تھا (میں لوگوں کے درمیان اعلان کرنے والا تھا)۔ (یہ حدیث حج اکبر میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے توسط سے سورۂ برأت کی آیات پڑھنے کی داستان سے مربوط ہے)۔

میں نے عرض کیا: حج اکبر کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس وجہ سے حج اکبر کہا گیا ہے کہ ایک سال ایسا تھا کہ جس میں مسلمانوں اور مشرکین نے حج میں شرکت کی تھی۔ اس سال کے بعد مشرکین نے حج میں شرکت نہیں کی ہے۔ (علل الشرائع، ص ۱۵۲؛ بحار الانوار، ج ۳۰، ص ۲۹۳، ح ۹)

لوگ حضرت ابوطالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

① علیؒ بن حسان اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ آتشِ جہنم میں ہیں۔ اس بارے میں آپؑ کا نظریہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ جبرئیلؑ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی کوئی چیز نازل نہیں کی ہے۔

میں نے عرض کیا: اس بارے میں کیا چیز نازل کی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُن کے بعض حالات کے بارے میں جبرئیلؑ رسولِؐ خدا کے پاس آئے اور کہا: اے محمدؐ! آپؐ کے پروردگار نے آپؐ پر سلام بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے: اصحابِ کہف نے (تقیہ کی وجہ سے) ایمان کو چھپایا اور شرک کو آشکار کیا، لہٰذا خداوند متعال نے اُنھیں دو اُجر عطا کیے اور حضرت ابوطالبؑ نے بھی ایمان کو مخفی رکھا، لہٰذا خداوند نے اُنھیں دو اُجر عطا کیے۔ وہ دنیا سے نہیں گئے مگر یہ کہ خدا کی جانب سے اُن کے لیے بہشت کی بشارت آئی۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: کس طرح سے لوگ حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں ایسی بات کرتے ہیں درحالانکہ جس رات میں حضرت ابوطالبؑ دنیا سے رخصت ہوئے اُس دن میں جبرئیل رسولِؐ خدا پر نازل ہوئے اور اُن کی خدمت میں عرض کیا: اے محمدؐ! مکہ کو چھوڑ دیں (یعنی ہجرت کر جائیں) کیوں کہ ابوطالبؑ کے بعد اب مکہ میں آپؐ کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ (بحارالانوار، ج ۳۵، ص ۱۱۱، ح ۴۳)

② محمدؒ بن یونس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے یونس! لوگ حضرت ابوطالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: آپؐ پر قربان ہو جاؤں وہ کہتے ہیں کہ وہ آتشِ جہنم میں ہیں

اور اُن کے پاؤں میں آتشی جوتا ہے کہ جس کی وجہ سے اُن کے سر کا مغز اُبلتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ لوگ جھوٹ بکتے ہیں۔ حضرت ابوطالبؑ پیغمبروں، شہدا اور صالحین کے ہم نشین اور رفقاء میں سے ہیں اور وہ کتنے اچھے دوست اور رفقاء ہیں۔ (کنز الفوائد، ص ۸۰؛ بحار الانوار، ج ۳۵، ص ۱۱۱، ح ۴۲)

اسمِ اعظم کیا ہے؟

عمارؒ ساباطی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، میں پسند کرتا ہوں کہ آپؑ مجھے خداوند متعال کے اسمِ اعظم کے بارے میں آگاہ کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے اندر اتنی قدرت نہیں ہے۔

راوی کہتے ہیں: چونکہ میں نے اصرار کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں۔ آپؑ اُٹھے اور گھر میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز دی: اندر آؤ، میں اندر داخل ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا: وہ کیا چیز ہے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں مجھے اس سے آگاہ کریں۔

راوی کہتے ہیں: امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا۔ میں نے گھر کی طرف دیکھا تو احساس کیا کہ گھر میرے سر کے اردگرد چکر کاٹ رہا ہے اور ایک عظیم اَمر عارض ہو گیا۔ نزدیک تھا کہ میں ہلاک ہو جاتا۔ امام علیہ السلام مسکرائے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، میرے لیے یہی کافی ہے اور میں کچھ نہیں چاہتا۔ (رجال کشی، ص ۱۶۳؛ بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۲۷، ح ۸)

یہودیوں کی مذمت کیوں؟

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: فرزند رسولؐ! جب قوم

یہود نے کتاب کو اپنے علماء سے سن کر شناخت کیا ہے اور اُن کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، تو وہ کیوں تقلید کرنے اور اپنے علماء سے مطالب کو قبول کرنے کی وجہ سے ان کی مذمت کی جاتی ہے؟ (کیا یہودی لوگ ہمارے عوام کی طرح نہیں ہیں کہ جو علما کی تقلید کرتے ہیں؟)

جب اُن کے لیے تقلید جائز نہیں تو پھر ان کے لیے بھی اِن کے علماء و بزرگان کا قول ماننا جائز نہیں ہونا چاہیے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہمارے عوام، علماء اور اُن کے عوام اور علماء کے درمیان ایک جہت سے فرق ہے اور ایک جہت سے برابری ہے۔ ان میں برابری کی جہت یہ ہے کہ خداوند نے ہمارے عوام کی ویسے ہی مذمت کی ہے جیسے اُن کے عوام کی اپنے علماء کی تقلید کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن فرق اور تفاوت کی جہت سے مساوی نہیں ہیں۔
اُس شخص نے کہا: اے فرزند رسولؐ! آپؑ ان دونوں کے درمیان فرق اور تفاوت کی جہت کو بیان فرمائیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہودی عوام اپنے علماء کو پہچانتے تھے کہ وہ صاف جھوٹ بولتے ہیں، وہ مالِ حرام کھاتے تھے اور رشوت لیتے ہیں، نیز یہ بھی جانتے تھے اُن کے علماء اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے مطابق احکام میں تبدیلی کرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کے علماء شدید قسم کے متعصب ہیں۔ ایسا تعصب کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے سے دستبردار ہو جاتے، نیز وہ جس سے تعصب کرتے، اُس کے حقوق کو پامال کر دیتے، نیز دوسرے اموال سے اُنھیں زیادہ دے دیتے جو مستحق نہ ہوتے لہٰذا اس وجہ سے وہ عوام پر ظلم کرتے۔

یہودی لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن کے علماء محرماتِ الٰہی میں تبدیلی کرتے ہیں اور اُنھیں اپنے وجدان کے ذریعے معلوم ہے کہ جو کوئی ایسا کام کرتا ہے، وہ فاسق

ہے اور جائز نہیں ہے کہ کسی چیز کے بارے میں اُس کی خدا سے اخبار یا خلق اور خدا کے درمیان واسطوں کی تصدیق کریں۔ اسی وجہ سے خداوند متعال نے ایسے افراد کی تقلید کرنے کی مذمت کی ہے، جن کی اس طرح سے شناخت ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ جائز نہیں ہے، اس کی خبر کی تصدیق کی اور اس کی خبروں پر یقین کیا اور جس کو اُنھوں نے نہیں دیکھا ہے ان سے نقل کرتے ہوئے ان کے احکام پر عمل کرتے ہیں، درحالانکہ ضروری تھا کہ وہ خود اُمرِ رسولؐ پر نگاہ کریں، کیوں کہ اُن کے دلائل و براہین اس سے واضح تر ہیں کہ جو کسی پر مخفی ہو اور اس سے کہیں مشہور تر ہے کہ جو کسی پر آشکارا نہ ہو۔ اسی طرح اگر ہماری اُمت کے عوام اگر اپنے ایسے فقہاء کی پیروی کریں جو فاسق ہوں، شدید تعصب کا شکار ہوں، دنیا اور حرام کا استقبال کریں، ایسے لوگوں کو ہلاک کریں جو اُس کے تعصب کی ضد ہو، اگرچہ وہ افراد، اس کے اَمر کی اصلاح کے لیے مفید ہو، ایسے لوگوں کے ساتھ احسان اور نیکی کہ جو اُس کے نفع میں تعصب کرتے ہیں، وہ قابلِ مذمت اور قابلِ تحقیر ہیں، اس وجہ سے وہ یہودیوں کی مانند ہیں کہ خداوند نے فاسق فقہاء کی تقلید کرنے پر اُن کی مذمت کی ہے۔

لیکن ایسا فقیہہ کہ جس نے اپنے آپ کو (اِنحراف و فساد کے عوامل کے نفوذ سے) محفوظ رکھا ہو اور وہ اپنے دین کی حفاظت کرے، اپنی خواہشاتِ نفس کا مخالف ہو اور اپنے آقا و مولا کا مطیع و فرمانبردار ہو تو عوام پر واجب ہے کہ اُس کی تقلید کریں۔ البتہ تمام نہیں بلکہ بعض شیعہ فقہاء ایسی خصوصیات کے حامل ہیں۔ (بحارالانوار، ج ۲، ص ۸۷، ح ۱۲)

اس فرمائش "ہماری حدیث سخت ہے اور سختی موردِ قبول ہے" کا معنی کیا ہے؟

سدیرؒ صیرفی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہوا اور آپؑ کے حضور وہ سوالات ذکر کیے جو مجھے میرے دوستوں نے دیے تھے۔ اس دوران میرے ذہن میں ایک سوال آیا۔ میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہوجاؤں ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک مسئلہ آیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اُن مسائل میں سے نہیں ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ سوال کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے: "ہماری حدیث سخت ہے اور مشکل سے قابلِ قبول ہے اور اُسے مقرب فرشتے یا بھیجے ہوئے رسولؐ یا اس بندے کا خداوند نے جس کے قلب کا ایمان کے لیے امتحان لیا ہو" کے سوا کوئی نہیں پہچانتا"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، ملائکہ کے دو گروہ ہیں: مقرب اور غیر مقرب، انبیاء کے دو گروہ ہیں: مرسل اور غیر مرسل۔ مومنین کے دو گروہ ہیں جن کا امتحان لیا گیا ہے اور جن کا امتحان نہیں لیا گیا۔

یہ اَمر (یعنی ہماری امامت کا مسئلہ) فرشتوں کے سامنے رکھا گیا لیکن سوائے مقرب فرشتوں کے اُنھوں نے اقرار نہ کیا۔ انبیاءؑ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن سوائے مرسلین کے باقی نے اقرار نہ کیا اور مومنین کے سامنے رکھا گیا لیکن اُنھوں نے اقرار نہ کیا سوائے اُن کے جن کا امتحان لیا گیا۔

توضیح: شاید مراد یہ ہے کہ وہ گروہ جس کا رُتبہ بالاتر ہے اُس نے بالاتر شناخت کی بنا پر بغیر کسی مقدمہ کے اہلِ بیت علیہم السلام کا مقام و مرتبہ پہچان لیا ہے اور اس کا اقرار کیا ہے۔

علامہ مجلسیؒ اس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں: شاید اقرار سے مراد مکمل

اور تام وتمام اقرار ہو جو اُن کے عجائبات اور بلند مقام ومنزلت کی مکمل آگاہی وشناخت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس بنا پر بعض فرشتوں یا انبیاءؑ کا اقرار نہ کرنا اُن کی عصمت وطہارت کے منافی ہے۔

علامہ طباطبائیؒ فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں: بلکہ اقرار سے مراد جو اہلِ بیتؑ کے نزدیک ہے وہ حقیقتِ دین یا کمالِ توحید تک پہنچتا ہے اور چونکہ اس مطلب کے مراتب ہیں اور کامل مرتبہ سوائے اُن کے میسر نہیں ہے جن کا مذکورہ حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۶۵، ح ۲۰)

آئمہ علیہم السلام اور علمِ کلام

ہشامؒ بن حکم کہتے ہیں: میں نے منیٰ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے علمِ کلام کے پانچ سو مطالب پوچھے اور عرض کیا: وہ (یعنی اہلِ سنت متکلمین) ایسے ویسے کہتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم بھی ایسے ویسے بیان کرو۔

ہشامؒ (کہ جو امام علیہ السلام کی حاضر جوابی اور کلامی مسائل پر آپؑ کے تسلط پر تعجب کرتے ہوئے) کہتا ہے: میں نے عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! میں جانتا ہوں کہ حلال وحرام کے تمام مسائل آپؑ کے علم میں ہیں۔ اور آپؑ تمام لوگوں کی نسبت اُن سے آگاہ تر ہیں، لیکن یہ علمِ کلام ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشامؒ! آپ پر افسوس ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ اس کو لوگوں پر حجت قرار نہیں دیتا کہ جس کی لوگوں کو ضرورت نہ ہو (حجتِ خدا وہ ہے کہ اُس سے جو کچھ پوچھا جائے وہ اُس کا جواب دے)۔ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۳۹۱، ح ۵)

فرمانِ خدا یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا ...... کی تفسیر کیا ہے؟

ابو بصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیۂ شریفہ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (آلِ عمران:۲۰۰) "اے ایمان والو! (مشکلات کے مقابلے میں) صبر کرو اور صبر کی تعلیم دو اور جہاد کے لیے تیاری کرو اور اللہ سے ڈرو شاید تم فلاح یافتہ اور کامیاب ہو جاؤ" کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی مشکلات کے مقابلے میں صبر سے کام لو، تقیہ پر صبر کرو اور اس پر ثابت قدم رہو جس کے وسیلہ سے نجات حاصل کرو اور خدا سے ڈرو، شاید کامیاب ہو جاؤ۔ (معانی الاخبار، ص ۳۶۹؛ بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۹۶، ح ۱۹)

خُب کیا ہے؟

ہشامؒ بن سالم کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے نزدیک کوئی بھی محبوب ترین چیز خُب کی مانند عبادت نہیں ہے۔

میں نے پوچھا: خُب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تقیہ۔ (معانی الاخبار، ص ۱۶۲؛ بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۹۶، ح ۱۷)

مستضعف کون ہے؟

① ابراہیمؒ بن اسحاق (عمرو بن اسحاق سے) نقل کرتا ہے: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ مستضعف کہ جسے خداوند متعال نے قرآن میں ذکر کیا ہے، کی تعریف کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ہے جو قرآن کی کسی سورہ کو اچھی طرح نہ جانتا ہو،

درحالاں کہ خدا نے اُسے اس طرح سے خلق نہیں کیا ہے کہ وہ اچھی طرح سے جان نہ سکے۔ (معانی الاخبار، ص ۲۰۲؛ بحارالانوار، ج ۶۱، ص ۱۶۰، ح ۱۲)

۞ حمران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ (سورۂ نساء: آیت ۹۸) "علاوہ اُن کمزور لوگوں کے" کے بارے میں سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد اہلِ ولایت ہیں۔

میں نے عرض کیا: کون سی ولایت؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: البتہ دین میں ولایت نہیں ہے، لیکن مناکحہ (ازواج) میراث لینے اور مخالطت (معاشرت) میں ولایت ہے۔ یہ نہ مومن ہیں اور نہ کافر، لیکن رحمتِ خدا کے اُمیدوار ہیں (یا وہ لوگ ہیں کہ جن کا امر ارادہ خدا کی وجہ سے متروک ہے)۔ (معانی الاخبار، ص ۲۰۷؛ بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۱۶۱، ح ۱۳)

۞ سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے قول اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (سورۂ نساء: آیت ۹۸) "علاوہ اُن کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے (جو حقیقت میں مستضعف ہیں) کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

اے سلیمان! (یہ خیال مت کر کہ مستضعف یعنی بدنی طور پر کمزور وضعیف بلکہ) ان مستضعفین میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کی گردنیں تم سے موٹی ہیں۔

مستضعف وہ لوگ ہیں کہ جو روزہ رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اپنے پیٹ اور شہوت وخواہش کو حرام سے محفوظ رکھتے ہیں، یہ حق کو ہمارے غیر (یا اُن کاموں کے غیر) میں نہیں دیکھتے ہیں، اُنھوں نے درخت، شاخوں سے تمسک کیا ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ (پس شاید خدا انھیں معاف کردے) کیوں کہ انھیں

سے تمسک کیا تھا، اگرچہ وہ (یعنی آئمہ علیہم السلام کو) نہیں پہچانتے ہیں۔ اگر وہ انھیں معاف کر دے تو اُس نے اپنی رحمت سے ایسا کیا ہے اور اگر عذاب دے تو اُس کا سبب اُن کی اس چیز سے گمراہی ہے جس کی انھیں شناخت کروائی گئی ہے۔

توضیح: گویا مستضعفین ایسے لوگ ہیں جو اہلِ بیت علیہم السلام کی طرف مائل ہیں، لیکن اُن کے متعلق کوئی زیادہ شناخت نہیں رکھتے ہیں، لہٰذا انھیں قیامت کے دن معاف کرنا یا عذاب دینا ارادۂ خدا سے وابستہ ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۲۰۲؛ بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۱۶۱، ح ۱۳)

④ سماعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے "مستضعفین اور وہ کون ہیں" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اہلِ ولایت ہیں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ کی مراد کون سی ولایت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ دین میں ولایت نہیں ہے لیکن ازدواج، میراث اور معاشرت میں ولایت ہے، یہ نہ مومن ہیں اور نہ کافر۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کی سرنوشت کا امر ارادۂ خدا سے متروک ہے، لیکن خدا کا فرمان وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا ...... الی قولہ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (سورۂ نساء: آیت ۷۵) "اور وہ کمزور مرد، عورتیں اور بچے جنھیں کمزور بنا کر رکھا گیا ہے اور جو برابر دُعا کرتے ہیں کہ خدایا! ہمیں نجات دے اور اپنی جانب سے ہمارا کوئی مددگار معین فرما، پس وہ ہم ہیں"۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۷؛ بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۱۶۳، ح ۲۱)

⑤ سفیانؒ بن سمط کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مستضعفین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے اُس شخص کی مانند جو کسی کو ر۔ انا چاہتا ہے، مجھے فرمایا: کیا تو نے

کسی کو چھوڑا ہے کہ جو مستضعف ہو؟

مستضعف نے کہا: خدا کی قسم، حتیٰ کہ ان پردہ نشین عورتوں نے اپنے گھروں میں آپ کے مطالب کو اپنا موردِ گفتگو قرار دیا ہے (اور آپ کے اسرار سے مطلع ہوئی ہیں) اور انھیں مدینہ کی گلیوں میں مدینہ کے ماشکیوں کے سامنے بیان کیا ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۲۰۱؛ بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۱۶۰، ح ۱۱)

توضیح: گویا کہ امام علیہ السلام شکوہ کر رہے ہیں کہ بعض شیعوں نے اہلِ بیت علیہم السلام کے تمام اسرار فاش کر دیے ہیں اور ان سخت حالات میں تقیہ کی رعایت نہیں کی ہے۔

◇ عمرانؒ بن ابان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مستضعفین کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ اہلِ ولایت ہیں۔

میں نے عرض کیا: کون سی ولایت؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دین میں ولایت نہیں ہے بلکہ اَزواج، میراث اور معاشرت میں ولایت ہے، یہ لوگ نہ مومن ہیں اور نہ کافر، یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو خداوند عزوجل کی اُمید پر ہیں (ان کا کام خدا کے ہاتھ میں ہے، اگر وہ چاہے تو عذاب کرے یا معاف کر دے)۔ (اُصولِ کافی، ج ۴، ص ۱۶۸، ح ۵)

فرمانِ خدا ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کا معنی کیا ہے؟

ابوسعیدؒ مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (سورۂ واقعہ: آیت ۳۹-۴۰) "ایک گروہ پہلے لوگوں کا ہے اور ایک گروہ آخری لوگوں کا ہے" کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد مومنِ آلِ فرعون ہے اور وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ سے مراد علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

مرحوم کراجکیؒ فرماتے ہیں: ثُلَّةٌ کا معنی گروہ ہے، ایک لفظ سے ایک فرد کو تعبیر کرنا تعظیم کی وجہ ہے۔ جیسا کہ خداوند نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً (ابراہیمؑ ایک مستقل اُمت تھے)۔ اس طرح کا استعمال قرآن میں بہت ہوا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۳۵، ص ۳۳۴، ح ۸)

اولیائے خدا کیوں مصائب میں گرفتار ہوتے ہیں؟

علیؒ بن رئاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ (سورۂ شوریٰ: آیت ۳۰) "اور تم تک جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمھارے ہاتھوں کی کمائی ہے" کی تلاوت کی اور عرض کیا: آپؑ یہ فرمائیں: جو کچھ حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے اہلِ بیتؑ کے ساتھ ہوا ہے، کیا یہ کسی کام کی وجہ سے تھا جو اُنھوں نے انجام دیا تھا یا یہ کہ وہ خاندانِ عصمت وطہارت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بے شک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب و روز میں سو مرتبہ استغفار کرتے تھے اور توبہ کے طلبگار ہوتے تھے۔ خداوند متعال اپنے اولیاء کو مشکلات ومصائب میں گرفتار کرتا ہے، تاکہ اُنھیں گناہ کے بغیر اس واسطے سے اجر وثواب عطا کرے۔ (اصولِ کافی، ج ۴، ص ۱۸۶، ح ۲)

فرمانِ خدا فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا سے کیا مراد ہے؟

معاویہؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا کے فرمان فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۲۴) "پس بے شک اس کے لیے زندگی کی تنگی ہے" کا معنی کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ آیت ناصبیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

میں نے عرض کیا: ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لمبی عمریں پاتے ہیں اور مرتے دم تک رفاہ و حال زندگی گزارتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کی یہ صورتِ حال (سخت زندگی) رجعت کے دوران ہے کہ جب وہ گندگی کھانے پر مجبور ہوں گے۔ (بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۵۱، ح ۲۸)

کتابِ خدا میں مذکور اسماعیل کون ہے؟

برید عجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! مجھے اس اسماعیل سے آگاہ کریں جس کا ذکر کتابِ خدا میں ہے کہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (سورۂ مریم: آیت ۵۴) "اور اپنی کتاب میں اسماعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے ہیں"۔

کیا وہ اسماعیل بن ابراہیم (خلیل الرحمٰن) ہیں، کیوں کہ لوگ اس طرح کا دعویٰ کرتے ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اسماعیلؑ، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے دنیا سے جاچکے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کی حاضر حجت اور صاحبِ شریعت تھے۔ پس اسماعیلؑ کس کے لیے بھیجے گئے ہیں؟

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، وہ کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اسمائیل حضرت حزقیل علیہ السلام کے فرزند تھے کہ خداوند نے انھیں اُن کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے انھیں جھٹلایا، قتل کیا اور اُن کے چہرے سے کھال اُتار دی، لہٰذا خدا نے اس قوم پر غضب کیا اور عذاب پر مامور فرشتے سطاطائیل کو اُن کے پاس بھیجا۔ اس فرشتے نے جنابِ اسماعیلؑ سے کہا: اے اسماعیلؑ! میں عذاب پر مامور (فرشتہ) سطاطائیل ہوں۔ آپؑ کے پروردگار نے مجھے آپؑ کے پاس

بھیجا ہے، تا کہ آپ کی ستم گر قوم کو آپ کی مرضی کے مطابق سخت ترین عذاب کروں۔
حضرت اسماعیلؑ نے کہا: اے سطائیل! مجھے اس بارے میں آپ کی احتیاج نہیں ہے۔
خداوند نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے اسماعیل! تمھیں کس چیز کی احتیاج ہے؟

حضرت اسماعیلؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! تو نے (انسانوں) سے اپنے لیے عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ ربوبیت کا اقرار کرتے ہوں، محمدؐ کے لیے نبوت اور ان کے جانشینوں کے لیے ولایت (کا اقرار کرتے ہوں) اور تو نے اپنے بندوں کو مطلع کیا ہے کہ اپنے پیغمبرؐ کے بعد اُن کی اُمت جو کچھ حسین بن علی علیہما السلام کے ساتھ کرے گی۔ تو نے حسینؑ کو وعدہ دیا ہے کہ اُنھیں دنیا کی طرف واپس لوٹاؤ گے، تا کہ وہ خود اپنے قاتلوں سے انتقام لیں گے۔

پس اے میرے پروردگار! میری حاجت یہ ہے کہ تو جس طرح سے حسینؑ کو پلٹائے گا مجھے دنیا میں واپس پلٹا، تا کہ میں خود اپنے قاتلوں سے انتقام لوں۔ خداوند نے اسماعیلؑ بن حزقیل کو ایسا وعدہ دیا ہے۔ پس خداوند متعال اُنھیں بھی حسینؑ بن علیؑ کے ہمراہ دنیا میں لوٹائے گا۔ (بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۰۵، ح ۱۳۲)

نظامِ امامت میں

حضرت فاطمہ زہراءؑ کا مقام و مرتبہ

maablib.org

خداوندمتعال نے آیۂ تطہیر سے کس مقصد کا ارادہ کیا ہے؟

علیؑ بن حسان اپنے چچا عبدالرحمن بن کثیر سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند کی اپنے اس فرمان اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (سورۂ احزاب: آیت ۳۳) "بس اللہ کا ارادہ یہ ہے، اے اہلِ بیتؑ! تم سے برائی کو دُور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے" سے کیا مراد ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، امام حسن و حسین علیہما السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور جب پیغمبر اکرمؐ دنیا سے چل بسے تو امیرالمومنین تھے، پھر حسنؑ اور پھر حسینؑ تھے۔ اس کے بعد یہ آیہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ (سورۂ احزاب: آیت ۶) "اور قرابت دار ایک دوسرے کی نسبت زیادہ اَولویت اور قرابت رکھتے ہیں"۔

یہ بات کتابِ خدا میں لکھی ہوئی ہے، کی تاویل اور معنی بیان کیا، لہٰذا علی بن حسین علیہما السلام امام تھے، پھر یہ آیت اُن کی اولاد میں کہ جو آئمہ و اوصیاء تھے، جاری و ساری ہوئی، پس اُن کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ (علل الشرائع، ص ۲۰۷؛ بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۲۵۵، ح ۱۵)

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ولادت کس طرح سے ہوئی؟

مفضلؒ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت کس طرح سے ہوئی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، جس وقت رسولؐ خدا نے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے شادی کی تو مکہ کی عورتیں حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا سے دُور ہوگئیں۔ اس کے بعد وہ نہ آپؑ کے پاس آتیں اور نہ ہی اُنھیں سلام کرتیں اور نہ ہی کسی عورت کو اُن کے پاس آنے دیتیں، لہٰذا اُن پر خوف سا چھا گیا۔ اُن کی پریشانی رسولؐ خدا کی خاطر تھی۔ جب وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے حاملہ ہوئیں تو وہ اپنی ماں کے شکم سے اُن کے ساتھ گفتگو کرتیں اور اُن کی دل جوئی کرتیں۔

حضرت خدیجہ علیہا السلام نے یہ بات رسولؐ خدا سے مخفی رکھی لیکن ایک دن جب آں حضرتؐ حضرت خدیجہؑ کے پاس تشریف لائے تو اُنھوں نے سنا کہ حضرت خدیجہؑ، حضرت فاطمہؑ سے گفتگو کر رہی ہیں۔ آپؐ نے حضرت خدیجہؑ سے فرمایا: اے خدیجہؑ! کس کے ساتھ گفتگو کر رہی ہو؟ حضرت خدیجہؑ نے عرض کیا: وہ بچہ جو میرے شکم میں ہے، وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے اور مجھے دلاسے دیتا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: اے خدیجہؑ! یہ جبرئیلؑ ہیں کہ جنھوں نے مجھے مطلع کیا ہے اور بشارت دی ہے کہ وہ بیٹی ہے، وہ طاہر اور پاکیزہ نسل کی مالکہ ہے۔ خداوند متعال میری نسل کو اس سے قرار دے گا۔ اُن کی نسل سے آئمہ ہوں گے اور وحی کے منقطع ہوجانے کے بعد اُنھیں زمین پر اپنا جانشین قرار دے گا۔

حضرت خدیجہؑ کے شب و روز اسی حالت میں گزرتے رہے۔ حضرت فاطمہؑ کی ولادت باسعادت کا وقت قریب ہوا۔ حضرت خدیجہؑ نے قریش اور بنی ہاشم کی عورتوں کو پیغام بھیجا کہ وہ آئیں۔ اُنھوں نے جواب دیا: چونکہ آپؑ نے ہماری نافرمانی کی ہے، ہماری بات نہیں مانی ہے اور ابوطالبؑ کے یتیم سے شادی کی ہے درحالانکہ وہ فقیر اور غریب ہے، لہٰذا ہم نہیں آئیں گی اور نہ ہی ہمیں آپؑ سے کوئی غرض ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام اس بارے میں غمگین ہوئیں، لہٰذا اس حالت میں

اُن کے پاس چار عورتیں آئیں کہ جن کے رنگ گندمی اور قد لمبے تھے، یوں لگ رہا تھا، جیسے وہ بنی ہاشم کی عورتیں ہوں۔ حضرت خدیجہؑ انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہوئیں، لیکن اُن میں ایک نے کہا: اے خدیجہؑ! انھیں دیکھ کر خوف زدہ ہوئیں، لیکن اُن میں سے ایک نے کہا: اے خدیجہؑ! غم زدہ نہ ہوں۔ آپؑ کے پروردگار نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، ہم آپ کی بہنیں ہیں، میں سارہؑ اور یہ آسیہؑ بنت مزاحم ہے۔ یہ مریم بن عمرانؑ اور یہ موسیٰؑ بن عمران کی بہن کلثوم ہے۔ خدا نے ہمیں آپؑ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ولادت کے وقت عورتیں جو کام انجام دیتی ہیں، ہم وہ کام انجام دیں۔ اس کے بعد ان میں سے ایک حضرت خدیجہؑ کے دائیں اور دوسری بائیں طرف جبکہ تیسری سامنے اور پیچھے بیٹھ گئیں اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا پاک و پاکیزہ متولد ہوئیں۔

جس وقت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا زمین پر آئیں تو اُن سے ایک نور ساطع ہوا کہ جو مکہ کے گھروں میں داخل ہوا۔ زمین کے مشرق و مغرب کی کوئی جگہ ایسی نہ تھی، مگر یہ کہ وہ نور وہاں پر چمکا۔ بیس بہشتی عورتیں (حورالعین) داخل ہوئیں، اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بہشتی طشت اور آفتابہ تھا اور اس آفتابے (لوٹا) میں آبِ کوثر تھا۔ وہ بی بیؑ جو حضرت خدیجہؑ کے سامنے تشریف فرما تھیں اُس نے آفتابہ پکڑا اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو آبِ کوثر کے ساتھ نہلایا اور دو عدد سفید رنگ کے کپڑے جو دودھ سے سفید تر اور مشک و عنبر کی خوشبو سے زیادہ خوشبو تر تھے، باہر نکالے۔ اُن میں سے ایک میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو لپیٹا اور دوسرے کا مقنعہ پہنایا۔ اس کے بعد اُن سے گفتگو کی۔ بی بی نے گفتگو کی اور شہادتین کو پڑھتے ہوئے فرمایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ اَبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ
وَاَنَّ بَعْلِیْ سَیِّدُ الْاَوْصِیَاءِ وَوُلْدِیْ سَادَةُ الْاَسْبَاطِ

"میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے،
میرے پدر رسول اللہ انبیاءؑ کے سردار ہیں، میرے شوہر علیؑ اوصیاءؑ
کے سردار ہیں اور میرے فرزند اسباط (نواسوں) کے سردار ہیں"۔

اس کے بعد سب کو سلام کیا اور اُن میں سے ہر ایک کو اُس کے نام سے بلایا، وہ مولود کے ساتھ مسکرائیں۔ حورالعین نے ایک دوسرے کو بشارت دی۔ آسمان میں ایسا نور پھیلا کہ اس سے قبل فرشتوں نے ایسا نور نہیں دیکھا تھا۔

خواتین نے کہا: اے خدیجہؑ! زہراءؑ کو لے لیں کہ جو پاک و پاکیزہ اور مبارک و بابرکت ہے۔ خدا اُسے اور اُس کے بچے کو برکت عطا فرمائے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ دوسرے بچوں کی نسبت ایک دن میں ایک ماہ، اور ایک ماہ میں ایک سال کے برابر رُشد کرتی رہیں۔ (امالی صدوق، ص ۵۹۳، ح ۱)

فاطمہؑ کا معنی کیا ہے؟

یونسؒ بن ظبیان کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند متعال کے نزدیک حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نو نام ہیں: فاطمہؑ، صدیقہؑ، مبارکہؑ، طاہرہؑ، زکیہؑ، راضیہؑ، مرضیہؑ، محدثہؑ اور زہراءؑ۔

اس کے بعد فرمایا: تفسیر فاطمہؑ کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟

میں نے عرض کیا: اے میرے مولا و آقا! آپؑ مجھے آگاہ فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر قسم کے شر (پلیدی و بُرائی) سے مبرا اور منزہ ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر امیرالمومنین علی علیہ السلام ان سے شادی نہ کرتے تو ہرگز روئے زمین پر تا قیام قیامت آدمؑ سے لے کر نیچے تک کوئی بھی ان کا کفو نہ ہوتا۔

(بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۰، ح ۱)

حضرت فاطمہؑ کا لقب زہراؑ کیوں ہے؟

① ابنِ عمارہؒ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا لقب زہراؑ کیوں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ جب وہ عبادت کے لیے محراب میں کھڑی ہوتیں تو آپؑ کا نُور اہلِ آسمان کے لیے ایسے چمکتا جیسے اہلِ زمین کے لیے ستاروں کا نُور چمکتا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۲، ح ۶)

② ابانؒ بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ پیغمبرؐ! کیوں حضرت زہراء سلام اللہ علیہا کو زہراءؑ کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ وہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لیے چمکتیں اور دن میں تین مرتبہ نُور افشانی کرتیں، اُن کے چہرے کا نُور (وقتِ نماز) صبح کو روشن کرتا درحالانکہ لوگ اپنے بستر پر ہوتے۔ اس نُور کی سفیدی مدینہ میں ان کے گھروں میں داخل ہوتی اور اُن کی دیواریں سفید ہو جاتیں۔ وہ تعجب و حیرانگی کا شکار ہو کر رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آنحضرتؐ سے اس چیز کے بارے میں سوال کرتے جو انھوں نے دیکھی ہوتی۔ آنحضرتؐ اُنھیں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دولت خانہ کی طرف روانہ کرتے۔ جب وہ آتے تو دیکھتے کہ وہ اپنے محرابِ عبادت میں بیٹھیں نماز میں مشغول ہوتیں اور ان کے چہرے سے نُور پھوٹ رہا ہوتا۔ اس وقت وہ متوجہ ہوتے کہ جو چیز اُنھوں نے دیکھی ہے وہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نُور ہے۔

جب دوپہر کا وقت ہوتا تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوتیں تو زرد رنگ کا نُور اُن کے چہرے سے ساطع ہوتا اور یہ زردی لوگوں کے حجروں میں داخل ہوتیں، اُن کے لباس اور رنگوں کو زرد رنگ میں تبدیل کر دیتی۔ لوگ رسولؐ خدا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ اُنھوں نے دیکھا ہوتا اُس کے متعلق

سوال کرتے۔ حضرتؐ انھیں جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کی طرف روانہ کرتے، وہ دیکھتے کہ وہ اپنے محرابِ عبادت میں تشریف فرما ہیں اور آپؑ کے چہرے سے زرد رنگ کا نُور پھوٹ رہا ہے۔ آپؑ پر آپؑ کے پدرِ گرامی، شوہر اور فرزندوں پر درود ہو۔ اس سے وہ متوجہ ہوئے کہ جو کچھ انھوں نے دیکھا ہے وہ اِن کے چہرے کا نُور ہے۔

جب دن ختم اور آفتاب غروب ہوجاتا تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا چہرہ سرخ ہوجاتا اور شکرِ خدا اور خوش حالی کی وجہ سے درخشاں ہوتا۔ اُن کے چہرے کی یہ سرخی مدینہ میں لوگوں کے حجروں میں داخل ہوتیں اور اُن کی دیواریں سرخ ہوجاتیں۔ وہ اس سے تعجب کرتے ہوئے رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جو کچھ دیکھا ہوتا اُس کے بارے میں سوال کرتے۔ آنحضرتؐ انھیں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کی طرف روانہ کرتے۔ جب وہ آتے تو دیکھتے کہ بی بی اپنے محرابِ عبادت میں بیٹھی ہیں اور تسبیح پڑھ رہی ہیں درحالانکہ اُن کے چہرے سے سرخ نُور پھوٹ رہا ہے۔

اس سے اُنھیں معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ اُنھوں نے دیکھا ہے وہ حضرت فاطمہؑ کے چہرے کا نُور ہے۔ یہ نُور مسلسل باقی رہا یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اور یہ نُور اسی طرح تا روزِ قیامت ہم آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام میں سے ایک کے بعد دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہے گا۔ (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۱، ح ۲)

◇ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیوں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو زہراء کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ خداوند نے انھیں اپنے نُورِ عظمت سے خلق کیا ہے اور جب اُن کا نُور درخشاں ہوا تو اُن کے نُور سے زمین و آسمان کو روشن کیا اور فرشتوں کی آنکھیں خیرہ کردیں۔ ملائکہ خداوند کو سجدہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے خدا! ہمارے آقا! یہ نُور کیسا ہے؟ خداوند نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ

یہ نور میرے نور سے ہے، میں نے اُسے اپنے آسمان پر سکونت دی ہے۔ میں نے اُسے اپنی عظمت سے خلق کیا ہے، اُسے پیغمبروںؑ میں ایک پیغمبرؐ کے صلب سے نکالوں گا۔ اُسے تمام انبیاءؑ پر برتری دوں گا، اِس نور سے ایسے آئمہؑ پیدا کروں گا کہ جو میرے اَمر کو قائم کریں گے، میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور اُنھیں اپنی وحی کے قطع ہونے کے بعد زمین پر اپنے خلیفہ بناؤں گا۔ (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۱۲، ح ۵)

کیا حضرت فاطمہؑ بہشتی عورتوں کی سردار ہیں یا اپنے زمانے کی عورتوں کی؟

حسنؒ بن زیاد عطار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: رسولِؐ خدا سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''فاطمہؑ بہشتی عورتوں کی سردار ہے''۔ کیا بی بی پاکؑ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ حضرت مریمؑ تھیں، لیکن فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اوّلین و آخرین بہشتی عورتوں کی سردار ہیں۔

میں نے عرض کیا: رسولِؐ خدا کا فرمان کہ ''حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنّت کے سردار ہیں، کیسے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دونوں اوّلین و آخرین بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (امالی صدوق مترجم، ص ۱۲۵، ح ۷)

کس نے گواہی دی کہ حضرت فاطمہؑ اپنے باپ سے میراث نہیں لے گی؟

حنانؒ کہتے ہیں کہ صدقہ بن مسلم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا جبکہ میں اس وقت وہاں پر موجود تھا: کس نے گواہی دی تھی کہ حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے پدرِ بزرگوارؐ سے اِرث نہیں لیں گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جن لوگوں نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے خلاف گواہی

دی ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، ایک عرب جسے اوس بن حدثان کہتے ہیں اور جس کا تعلق بنی نصر سے تھا، جنھوں نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے گواہی دی کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: مجھ سے کوئی بھی ارث نہیں لے گا۔ اس طرح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو اپنے پدرِ گرامی کی میراث سے محروم کیا تھا۔ (قرب الاسناد، ص ۷۴: بحارالانوار، ج ۲۱، ص ۱۰۱، ح ۵۹)

حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام کو غسل کس نے دیا تھا؟

مفضلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کس نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو غسل دیا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے۔ گویا کہ میں نے امام علیہ السلام کی اس بات کو بہت بڑا سمجھتے ہوئے تعجب کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: گویا کہ میں نے تمھیں جو کچھ بتایا ہے اس پر تم پریشان ہوئے ہو؟

میں نے عرض کیا: ایسا ہی ہے، میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پریشان مت ہو، کیوں کہ آپؑ صدیقہ معصومہ ہیں اور صدیقہ کو معصوم کے علاوہ کوئی دوسرا غسل نہیں دے سکتا ہے، کہ حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ کسی اور نے غسل نہیں دیا تھا۔ (اصول کافی، ج ۲، ص ۳۵۷، ح ۴)

حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا کیا معنی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہترین عمل حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور آپؑ کی اولاد کے

ساتھ نیکی کرتا ہے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اس سے مراد ولایت ہے۔
(بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۴۴، ح ۴۴)

سب سے پہلے کس نے تابوت بنوایا؟

سلیمانؓ بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ سب سے پہلے کس نے تابوت بنوایا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ فاطمہؑ بنت محمدؐ تھیں۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کیوں دن میں دفن نہ ہوئیں؟

ابنِ بطائنی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ کون سی علت اور سبب تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رات کی تاریکی میں دفن ہوئیں؟ آپؑ دن میں دفن کیوں نہ ہوئیں؟

آپؑ نے فرمایا: آپؑ نے وصیت کی تھی کہ دو اعرابی شخص اُن کے جنازے پر نماز نہ پڑھیں۔

مرحوم مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت میں کہتے ہیں: دو اعرابی یعنی دو کافر، چونکہ خداوند متعال نے فرمایا: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (سورۂ توبہ: آیت ۹۷) "بادیہ نشین عرب کفر و نفاق میں شدید تر ہیں"۔ (بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۰۶، ح ۳۴)

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی کون سی ذُرّیت پر آگ حرام ہے؟

۱۔ محمدؒ بن مروان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا رسولِ خداؐ نے یہ فرمایا ہے کہ فاطمہؑ نے اپنے آپ کو حرام سے

محفوظ رکھا ہے، لہٰذا خداوند متعال نے آگ کو اُن کی ذُرّیت پر حرام قرار دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اور اس سے رسولؐ خدا کی مراد حسنؑ و حسینؑ، زینبؑ اور اُمِ کلثومؑ تھا۔ (معانی الاخبار، ص ۱۰۶؛ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۲۲۲، ح ۵)

۲ حمادؒ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ "فاطمہؑ نے اپنے آپؑ کو حرام سے محفوظ رکھا ہے لہٰذا خداوند متعال نے اُن کی ذُرّیت پر آتش کو حرام قرار دیا ہے" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آتشِ جہنم سے محفوظ ہونے والے ان کے وہ فرزند ہیں جو اُن کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں: حسنؑ و حسینؑ، زینبؑ اور اُمِ کلثومؑ۔ (معانی الاخبار، ص ۱۰۷؛ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۲۲۳، ح ۱۶)

حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہؑ کے جنازے پر کتنی تکبیریں کہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے جنازے پر کتنی تکبیریں کہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے ایک تکبیر کہی تو جبرئیلؑ نے دوسری تکبیر کہی، مقرب فرشتوں نے اس کا تکرار کیا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے پانچ تکبیریں کہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا گیا: مولا! بی بی پاکؑ پر نماز کہاں پڑھی گئی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر میں، پھر وہاں سے جنازہ اُٹھایا گیا۔ (بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۳۹۰، ح ۵۵)

موت، برزخ، قیامت اور ثواب وعقاب کے بارے میں سوالات

فرشتے کیوں اعمالِ بشر لکھتے ہیں؟

ایک زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کچھ سوالات پوچھے، اُن میں سے ایک یہ ہے: اس کی علت کیا ہے کہ خداوند متعال نے اپنے بندوں کے اعمال لکھنے کے لیے فرشتوں کو موکل بنایا ہے، حالانکہ خداوند متعال اُسرار سے آگاہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ خدا نے فرشتوں کی عبادت اس صورت میں قرار دی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ انھیں اپنے بندوں پر گواہ قرار دیا ہے، تاکہ بندے احساسِ ملامت اور اُن کی موجودگی کے باعث اطاعتِ خداوندی پر زیادہ پابندی کریں اور نافرمانی سے زیادہ نفرت کریں، کیوں کہ بسا اوقات کوئی بندہ جب گناہ کرنے کا قصد کرتا ہے، لیکن جب اُسے فرشتوں کی موجودگی یاد آتی ہے وہ گناہ سے دُوری اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے: ''میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے اور میرے شاہد و محافظ میری اس نافرمانی پر گواہی دیں گے، علاوہ ازیں خداوند نے اپنے لطف و کرم کے باعث فرشتوں کی ذمہ داری لگائی ہے کہ وہ متجاوز شیاطین، حشراتِ اَرض اور بہت سی آفات کو بغیر اس کے انسان متوجہ ہو، دُور کریں، یہاں تک کہ اَمرِ خدا (یعنی اس کی اَجل) کا وقت قریب آجائے۔ (الاحتجاج، ص ۱۹۱ : بحار الانوار، ج ۵۶، ص ۱۹۰، ح ۶۰)

بوسیدہ بدن کس طرح سے لوٹے گا؟

زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: کس طرح سے ممکن ہے کہ ایک بوسیدہ بدن واپس آئے جبکہ بدن کے اعضا تو متفرق ہو چکے ہوں گے۔ اس کا کوئی حصہ کسی شہر میں درندوں نے کھایا ہوگا۔ کسی حصے کے حشرات نے ٹکڑے کر

دیئے ہوں گے۔ کوئی حصّہ خاک ہو چکا ہوگا اور اس سے گارا بنا کر در و دیوار میں استعمال کر چکے ہوں گے۔ (یہ مطلب آکل و ماکول" کھانے والا اور کھایا جانے والا") اس کو کس طرح سے دفع کرتا ہے اور اموات کا حشر و نشر کس طرح سے ہے، اور اس کا کس کی طرف اشارہ ہے)۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ذات کہ جس نے اُسے ناچیز و معدوم سے خلق کیا ہے اور اُس کی شکل و صورت کو پہلے سے نمونہ اور ڈیزائن نہ ہونے کے باوجود بنایا ہے۔ وہ اُسے دوسری مرتبہ اسی پہلی شکل و صورت میں پلٹا سکتا ہے۔

زندیق نے کہا: آپؑ اس مطلب کو میرے لیے واضح کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: روح اپنی جگہ پر مقیم ہے، نیکوکار کی روح روشنی و فراخی میں اور گناہ گار کی روح تنگی و تاریکی میں ہے اور بدن اس خاک میں تبدیل ہو جاتا ہے جس سے پہلے وہ خلق کیا گیا ہے۔ جو کچھ درندوں نے کھایا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کیا، پھر اپنے پیٹ سے نکالا ہے، وہ خاک میں موجود ہے اور اس کی نگاہ میں محفوظ ہے کہ جس کی نگاہ سے زمین کی تاریکی میں ذرا سی چیز بھی مخفی نہیں ہے اور وہ ان اشیاء کی تعداد اور وزن سے بھی آگاہ ہے۔ نیک لوگوں کی خاک مٹی میں سونے کی مانند ہے۔ جب قیامت کا وقت آئے گا تو زمین پر ایسی بارش برسے گی کہ جو زندہ کرنے والی ہوگی۔ لہٰذا زمین پھول جائے گی اور آپس میں مشکیزے کے پانی کی مانند ٹکرائے گی۔

یہاں پر خاکِ بشر سونے کی مانند پانی اور ریت سے ڈھل کر جدا ہو جائے گی، یعنی یوں جدا ہوگی جیسے لسّی سے مکھن جدا ہوتا ہے۔ پھر اذنِ خدا سے خاک کا ہر ذرّہ اپنے قالب اور صورت میں قرار پائے گا۔ اس قالب میں روح داخل ہوگی اور انسان اُٹھ کھڑا ہوگا اور وہ اپنے قلب اور پیکر میں کوئی دوسری چیز نہیں دیکھے گا۔

زندیق نے کہا: جب کوئی کفن کے بغیر مرے تو اُس کا کیا بنے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال اس کی شرم گاہ کو ہر اُس چیز سے چھپائے گا جس سے اُس کی مشیت کا تعلق ہوگا۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۱۸۵)

ہمارے لیے موت کی تعریف کریں؟

محمدؒ بن علی بن موسیٰ اپنے والد بزرگوار اور وہ اپنے جد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا گیا: مولا! آپؑ ہمارے لیے موت کی تعریف کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: موت مومن کے لیے انتہائی خوشبو ترین چیز ہے کہ جسے مومن سونگھتا ہے تو اُس کی وجہ سے اُسے اُونگھ آجاتی ہے اور اُس کی تھکاوٹ اور درد ختم ہوجاتی ہے اور کافر کے لیے اَفعی (کالے سانپ) اور بچھو کے ڈنگ کی مانند ہے بلکہ اُس سے بھی شدید تر ہے۔ (بحارالانوار، ج ۶، ص ۱۷۲، ج ۵۰)

کیا مومن موت سے نفرت کرتا ہے؟

سدیرؒ صیرفی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا مومن اپنی روح قبض ہونے سے نفرت کرتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہے، جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے کے لیے اُس کی بالین پر آتا ہے تو وہ گریہ وزاری کرتا ہے۔ ملک الموت اُس سے کہتا ہے: اے ولی خدا! گریہ وزاری مت کرو، مجھے قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اگر تمھارا باپ، تمھاری بالین (سرہانے) پر ہے تو اُس کی نسبت میں تم سے زیادہ مہربان تر ہوں، آنکھیں کھول کر دیکھ! اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اُن کی ذُرّیت سے آئمہؑ مومن کی آنکھوں کے سامنے مجسم ہوں گے اور اُسے بتایا جائے گا کہ یہ رسولِ خدا ہیں،

یہ امیر المومنین علیؑ ہیں، یہ فاطمہؑ ہیں، یہ حسنؑ و حسینؑ اور آئمہ علیہم السلام ہیں کہ جو تمہارے ساتھی اور رفقاء ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مومن اس وقت آنکھ کھول کر دیکھے گا، اس کی روح کو پروردگار عزت کا منادی ندا دے گا: اے وہ شخص کہ جس نے اپنے نفس کو محمدؐ و اہلِ بیتؑ پر مطمئن کیا، اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، درحالانکہ ولایت پر راضی اور ثواب پر خوشنود ہو، میرے حقیقی بندوں یعنی محمدؐ و آلِ محمدؐ کے زُمرہ میں شامل ہو کر بہشت میں داخل ہو جا۔ (اس وقت) اس کے نزدیک قبض روح اور منادی کے ساتھ ملنے سے کوئی بھی چیز منادی سے محبوب تر ہے۔ (بحار الانوار، ج ۶، ص ۱۹۶، ح ۴۹)

انسان کب موت سے نفرت کرتا ہے؟

عبد الصمدؒ بن بشیر اپنے اصحاب میں سے کسی ایک سے روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا آپؑ کے امر کی اصلاح کرے، (کیا یہ درست ہے) کہ جو کوئی خدا سے ملاقات کرنے کو پسند کرے، خدا بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے اور جو کوئی خدا سے ملاقات کرنے سے نفرت کرے تو خداوند بھی اُس سے ملاقات کرنے سے نفرت کرتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)۔

میں نے عرض کیا: خدا کی قسم! ہمیں موت سے نفرت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہے کہ جیسے تم خیال کر رہے ہو۔

مذکورہ حدیث سے مراد دیکھنے کے وقت ہے (یعنی) اگر وہ اس چیز کو دیکھے جسے وہ پسند کرتا ہے تو پھر اس کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب تر کوئی چیز نہیں ہے کہ وہ جلدی سے جائے۔ اس حالت میں خداوند متعال اُس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا

ہے اور وہ خدا سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا ہے۔

اگر وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ جس سے اُسے نفرت ہے تو اس وقت وہ خداوند متعال سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرے گا اور خدا اُس سے ملنا پسند نہیں کرے گا۔

توضیح: دیکھنے کے وقت سے مراد وہ لحظہ اور لمحہ ہے کہ جب انسان اس عالم میں اپنا مقام و مرتبہ دیکھ رہا ہے۔ (کافی، ج۳، ص ۱۳۴)

موت کے وقت آنسو کیوں ٹپکتے ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ موت کے وقت انسان کی آنکھوں سے آنسو کیوں آتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ رسولؐ خدا سے ملاقات کے وقت ایسی چیز دیکھتا ہے جو اس کو خوش کر دیتی ہے۔ (بحار الانوار، ج۶، ص ۱۹۱، ح ۳۹)

مشرکین کی اَرواح کہاں جاتی ہیں؟

حضرت ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مشرکین کی روحوں کے بارے میں سوال کیا کہ مرنے کے بعد وہ کہاں جاتی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھیں آتش میں عذاب ہوتا ہے اور کہتی ہیں: پروردگار! ہمارے لیے قیامت برپا نہ کر اور ہم سے عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ہمارے بارے میں انجام نہ دے اور ہمارے ساتھین کو ساتھین کے ساتھ ملحق نہ کر۔ (بحار الانوار، ج۶، ص ۲۷۰، ح ۱۲۶)

maablib.org

اَرواحِ مومنین سے متعلق سوال

ابو ولادؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض

کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، نقل کرتے ہیں کہ مومنین کی اَرواح عرشِ الٰہی کے اردگرد سبز رنگ کے مرغوں کی پوٹوں میں رکھی جاتی ہیں کیا یہ درست کہتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، مومن خدا کے نزدیک اس سے کہیں بالاتر ہے کہ اُس کی روح کو مرغ کی پوٹ میں رکھا جائے، بلکہ وہ ایسے بدن میں رکھی جاتی ہیں جو اس کے بدن کی مانند ہوتا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۶، ص ۲۶۸، ح ۳۹)

اَموات کیوں مختلف ہوتی ہیں؟

ابنِ ابوالعوجاءؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیوں لوگوں کو اَنواع و اَقسام کی اَموات آتی ہیں، بعض پیٹ میں درد سے مر جاتے ہیں اور بعض کو بخار سے موت آتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر علت ایک ہوتی تو لوگ اس علت اور بیماری کے آنے تک اپنے آپ کو موت سے محفوظ سمجھتے اور خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہ کسی صورت میں محفوظ نہ سمجھے۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۲۰۱)

ملک الموت کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ کس کی روح قبض کرنی ہے؟

ابانؒ کا غلام، اسباط بن سالم کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں کیا ملک الموت کو پہلے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کس کی روح قبض کرنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، بلکہ کاغذ (دستور العمل) ہوتے ہیں کہ جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی روح کو قبض کرے تو وہ انجام دیتا ہے۔

(بحارالانوار، ج ۶، ص ۱۳۵، ح ۱۶)

کیوں میت کے ہمراہ جریدتان (سبز لکڑی) رکھی جاتی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: مولا! کس لیے مُردے کے ہمراہ دو سبز لکڑیاں رکھی جاتی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ جب تک وہ لکڑی تر وتازہ رہتی ہے تو عذاب میت سے دُور رہتا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۶، ص ۲۱۵، ح ۴)

کیا مُردے کا بدن بوسیدہ ہو جاتا ہے؟

عمارہ بن موسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ کیا مُردے کا بدن بوسیدہ ہوتا ہے یا نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اس حد تک کہ گوشت باقی بچتا ہے نہ ہڈیاں۔ مگر اصلی عنصر اور طینت کہ جس سے آغاز میں اس کی خلقت ہوئی ہے اور وہ اصلی طینت ایک گولی کی صورت میں قبر میں رہے گی اور خدا اسے اس سے یوں پیدا کرے گا جس طرح اسے ابتداء میں خلق کیا تھا۔ (الکافی، ج ۳، ص ۲۵۱؛ بحارالانوار، ج ۵۷، ص ۳۵۸، ح ۴۳)

موت کے بعد روح کہاں جاتی ہے؟

زندیق نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: روح (موت کے بعد) کہاں جاتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: روزِ قیامت تک زمین کے باطن میں اس جگہ چلی جاتی ہے جو انسان کے مرنے کا محل ومقام ہے۔

زندیق نے کہا: جب کوئی تختہ دار پر لٹکایا جائے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تک اُسے دفن نہیں کر لیتے وہ اسی فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے جس نے اسے قبض کیا ہے۔

زندیق نے کہا: آپؑ یہ بتائیں کہ کیا روح، خون کے علاوہ کوئی اور چیز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، جیسے کہ پہلے تمھیں بتا چکا ہوں، روح کا مادہ ریشہ خون ہے۔ بدن کی رُطوبت (نرمی)، رنگ، (رخسار) کی روشنائی، آواز کا اچھا ہونا اور زیادہ مسکرانا خون کا باعث ہے۔ جب خون جامد ہوتا ہے تو روح بدن سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

زندیق نے کہا: کیا روح کی تعریف و توصیف بھاری، ہلکی اور وزن سے کر سکتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: روح مشک میں ہوا کی مانند ہے، جب مشک میں ہوا بھری جائے تو وہ پُر ہو جاتی ہے۔ درحالانکہ ہوا کا ورود اس کے وزن کو زیادہ اور اس کا نکلنا اس کے وزن کو کم نہیں کرتا۔ روح بھی اسی طرح سے ہے، اس کا وزن ہے نہ بھار اور سنگین۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۱۸۵)

مومنین اور کفّار کی اَروح کہاں جاتی ہیں؟

ابنِ محبوبؒ، ابراہیم بن اسحاق حازی سے کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مولا! مومنین کی اَروح کہاں جاتی ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مومنین کی اَرواح بہشت کے حجروں میں ہیں، وہ بہشتی غذا کھاتی ہیں، بہشتی شربت پیتی ہیں اور وہاں پر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے کہتی ہیں: پروردگارا ہمارے لیے قیامت برپا کر، تاکہ تُو نے جو وعدہ کیا ہے وہ انجام دے۔

میں نے عرض کیا: کفّار کی اَرواح کہاں پر ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دوزخ کے حجروں میں ہیں، وہی سے غذا کھاتی اور

شربت پیتی ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے کہتی ہیں: پروردگارا ہمارے لیے قیامت برپا نہ کر کہ جو تُو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اسے انجام دے۔ (بحارالانوار، ج۶، ص ۲۳۴، ح ۴۹)

کیا موت کے بعد روح پراگندہ ہوجاتی ہے؟

زندیق کہتا ہے: کیا روح بدن سے خارج ہوجانے کے بعد پراگندہ ہوجاتی ہے یا باقی رہتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: باقی رہتی ہے، اُس وقت تک جب تک صُور نہ پھونکا جائے گا۔ اس وقت ساری چیزیں باطل اور فانی ہوجائیں گی اور نہ کوئی احساس رہے گا نہ محسوس۔ پھر تمام چیزوں کا اعادہ ہوگا (پلٹ آئیں گی)۔ اسی طرح سے، جس طرح سے اُن کے مدبر نے اُن کا آغاز کیا تھا اور یہ چارسو سال کے بعد ہے کہ خلائق ان حیرت کی حالت میں رہیں گے اور یہ دو صُور پھونکے جانے کے درمیان ہے۔ (بحارالانوار، ج۱۰، ص ۱۸۵)

کیا تختہ دار پر لٹکائے گئے شخص کو قبر میں عذاب ہوگا؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ تختہ دار پر لٹکایا گیا شخص قبر میں عذاب کا سامنا کرے گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: زمین کا پروردگار کہ جو ہوا کا بھی پروردگار ہے، وہ ہوا کو حکم دے گا کہ اُسے ایسا فشار دے، جو فشارِ قبر سے بھی سخت تر ہوگا۔ (بحارالانوار، ج۶، ص ۲۶۶، ص ۱۱۳)

کیا طاعون رحمت ہے یا عذاب؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا: مولا! ہمیں طاعون

کے بارے میں بتائیں کہ یہ رحمت ہے یا عذاب؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: طاعون ایک گروہ کے لیے عذابِ خدا ہے اور دوسرے کے لیے رحمت ہے۔

اُنھوں نے کہا: رحمت، عذاب کیسے ہوسکتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ آتشِ جہنم کفار کے لیے عذاب ہے لیکن جہنم کے خزانہ دار کہ جو کفار کے ہمراہ جہنم میں ہیں، رحمت ہے۔(بحارالانوار، ج۸، ص۲۸۶، ح۱۵)

کیا عذابِ اُخروی میں آتش کافی ہے؟

زندیق نے کہا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا گناہ گاروں کو جہنم میں عذاب دینے کے لیے آگ کافی نہیں ہے، سانپ اور بچھو کی کوئی احتیاج نہ ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوندمتعال ان لوگوں کو آگ سے عذاب دے گا جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ آگ مخلوقِ خدا نہیں ہے بلکہ اُس کی شریک ہے کہ جس نے پیدا کیا ہے اور خداوند اُن پر آگ میں سانپ اور بچھو مسلط کرے گا، تاکہ ان کو ان کی سیاہ کاری کا مزہ چکھائے اور انھیں اس بات کے انکار کی سزا دے کہ آگ کو خدا نے پیدا کیا ہے (یعنی وہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ آگ خدا کی مخلوق نہیں ہے)۔ (بحارالانوار، ج۱۰، ص۱۸۷)

کیا کوئی شخص فشارِ قبر سے محفوظ ہوگا؟

علی بن حمزہ، ابوبصیرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ جو فشارِ قبر سے محفوظ ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی پناہ مانگتا ہوں، انتہائی کم لوگ فشارِ قبر سے بچیں گے۔ جب عثمان نے پیغمبرؐ خدا کی (پالک) بیٹی رقیہ کو قتل کیا تو رسولؐ خدا کے پاس کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیا۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ آپؐ نے لوگوں سے فرمایا: بے شک مجھے رقیہ اور جو کچھ اس کے ساتھ ہوا، یاد آیا ہے اور میرا دل جل گیا ہے۔ میں نے خدا کی بارگاہ میں التجا کی ہے کہ اُسے فشارِ قبر سے محفوظ رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے معبود! رقیہ مجھے بخش دے اور اُسے فشارِ قبر سے محفوظ رکھ۔ خداوند نے اُن کی دُعا قبول کی اور رقیہ رسولؐ خدا کو بخش دی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن جنادہ کے جنازے میں شرکت کی، درحالانکہ ستر ہزار فرشتے اس کی تشییع جنازہ میں شریک تھے۔ یہ وہ مقام تھا کہ رسولؐ خدا نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے فرمایا: کیا سعد جیسے شخص کو فشارِ قبر ہونا چاہیے؟

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؐ پر قربان ہو جاؤں، ہمارے سامنے روایت نقل ہوئی ہے کہ فشارِ قبر اس وجہ سے تھا کہ وہ پیشاب سے اجتناب نہیں کرتے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی پناہ، انھیں فشارِ قبر اپنے خانوادے کے ساتھ بداخلاقی کی وجہ سے ہوا ہے۔

حضرت نے فرمایا: سعد کی ماں نے کہا: اے سعد! تم خوش قسمت ہو۔

رسولؐ خدا نے اسے فرمایا: اے مادرِ سعد! خدا پر واجب نہ کر (سعد کی نجات لطفِ خدا سے وابستہ ہے)۔ (فروعِ کافی، ج ۱، ص ۶۴؛ بحارالانوار، ج ۶، ص ۱۶۳، ح ۲۳)

کیا انسان قبر سے برہنہ نکلے گا؟

زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا لوگ روزِ قیامت برہنہ قبروں سے میدانِ حشر میں آئیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، بلکہ اپنے اپنے کفنوں کے ساتھ آئیں گے۔

زندیق نے کہا: کفن تو بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بے شک جو خداوند متعال انھیں زندہ کرے گا، وہ اُن کے کفن کی بھی تجدید کردے گا۔ (بحار الانوار، ج۱۰، ص۱۸۶)

کیا لوگ روزِ قیامت گروہوں کی صورت میں حاضر ہوں گے؟

زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کیا روزِ قیامت لوگ گروہوں کی صورت میں حاضر ہوں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، قیامت کے دن وہ لوگ پوری زمین سے ایک لاکھ بیس ہزار دستوں کی صورت میں حاضر ہوں گے۔

زندیق نے کہا: کیا اہلِ محشر کے اعمال تولے جائیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، اعمال تو جسم نہیں ہوتے بلکہ جو عمل کیا جاتا ہے وہ اس چیز کی ہی صفت ہوتے ہیں اور اُسے وزن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو چیزوں کی تعداد، بھاری پن اور ہلکا پن ہونے کو نہ جانتا ہو، بلکہ خدا کے لیے تو کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

زندیق نے کہا: ترازو کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ عدل ہے۔

زندیق نے کہا: پس خداوند کے کلام فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (سورۂ مومنون:

آیت ۱۰۲) ''پس جن کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا'' کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی ہر وہ شخص جس کا عمل (نیکیوں کے باعث) اچھا اور بہتر ہوگا۔ (بحارالانوار، ج ۱، ص ۱۸۶)

آیہ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ کی تفسیر کیا ہے؟

عمرؒ بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن نجیح سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند متعال کے فرمان: کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (سورۂ تکاثر: آیت ۳-۴) ''ایسا نہیں ہے جیسے تم سمجھتے ہو (ہاں) بہت جلدی سمجھ لوگے، پھر ایسا نہیں ہے کہ جیسے تم سمجھتے ہو، بہت جلد جان جاؤ گے؟'' کی تفسیر کیا ہے؟ اور اس جملے کا تکرار کیوں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی ایک دفعہ اُسے اس دنیا میں کہا جائے گا اور ایک دفعہ روزِ قیامت کہا جائے گا۔ (بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۲۰، ح ۱۵۶)

صراط کیا ہے؟

مفضلؒ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے صراط کے بارے میں سوال ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: صراط وہی راستہ ہے جو خداوند متعال کی شناخت و معرفت کی جانب جاتا ہے اور وہ دو صراط اور راستے ہیں: ایک صراط، دنیا میں ہے اور دوسرا آخرت میں ہے۔ وہ صراط جو دنیا میں ہے وہ امامؑ ہے جس کی اطاعت واجب ہے، جو کوئی اُسے دنیا میں پہچانے اور اُس کی اقتداء کرے تو وہ آخرت اس صراط سے کہ جو جہنم پر پل ہے، آرام سے گزر جائے گا اور جو کوئی اُسے دنیا میں نہ پہچانے تو پل صراط پر اس کے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور وہ جہنم میں گر جائے گا۔ (بحارالانوار، ج ۸، ص ۶۶، ح ۳)

کیا مومن شفاعت کا محتاج ہے؟

عبیدؒ بن زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مومن کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مومن کے لیے کسی شفاعت کی ضرورت ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں ضرورت ہے۔

وہاں پر موجود لوگوں میں سے ایک نے عرض کیا: کیا اس دن مومن رسولؐ خدا کی شفاعت کا محتاج ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، مومن سے گناہ اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور اس دن کوئی بھی ایسا انسان نہیں ہوگا جسے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ضرورت نہ ہوگی؟ (بحارالانوار، ج ۸، ص ۴۸، ح ۵۱)

کیا بہشت میں غنا اور آہنگ ہے؟

عاصمؒ بن حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے شرم آرہی ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: پوچھو۔

اُس نے عرض کیا: کیا بہشت میں غنا اور آہنگ وغیرہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بہشت میں ایک درخت ہے کہ خداوند متعال اُس (بہشت) کی ہواؤں کو حکم دے گا کہ اس درخت کو ہلائیں۔ اس سے ایسی خوب صورت آوازیں نکلیں گی کہ مخلوق نے ویسی آوازیں نہیں سنی ہوں گی۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:

یہ اُس کے لیے جزا ہے کہ جس نے دنیا میں غنا کو سننے سے پرہیز کیا ہوگا۔

(بحارالانوار، ج ۸، ص ۱۲۷، ح ۲۷)

بہشتی پھل کھائے جانے کے بعد کیسے اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹیں گے؟

ہشامؒ بن الحکم کہتے ہیں کہ زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کس بنا پر کہتے ہیں کہ اہلِ بہشت جو پھل کھائیں گے وہ پھل دوبارہ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، یہ چراغ کی مانند ہیں کہ آگ کا طلب گار آگ سے روشنی کرتا ہے، لیکن اس کے نور اور روشنی میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی، یہاں تک کہ اس سے دنیا روشنیوں سے بھر جائے۔

زندیق نے کہا: وہ جنت میں کھائیں پئیں گے اور آپؑ کا دعویٰ ہے کہ اُنھیں قضائے حاجت نہیں ہوگی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، چونکہ اُن کی غذا نرم ہے، اس لیے وہ بوجھل نہیں ہوتی بلکہ وہ جسموں سے پسینہ کی صورت میں نکل جائے گی۔ (بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۱۸۶)

بہشتی عورتیں کس طرح ہم بستری کرنے کے بعد بھی ہر دفعہ باکرہ ہوں گی؟

زندیق نے کہا: حوریں کس طرح ہم بستری کے بعد ہر دفعہ باکرہ ہو جائیں گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیونکہ وہ بہترین خوشبو اور عطر سے خلق ہوئی ہیں۔ انھیں کوئی عیب لاحق نہیں ہوگا۔ اُن کے اجسام کو کوئی بھی آفت متاثر نہیں کر سکے گی۔ اُن کے اجسام سے کسی قسم کی کوئی غلاظت نہیں نکلے گی، انھیں حیض آلودہ نہیں کرے گا۔

زندیق نے کہا: کیا وہ ستر قیمتی پیراہن پہنے گی، اس کے باوجود ان پیراہنوں کے نیچے سے اُس کا بدن اور پنڈلی نظر آئے گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، ایسے ہی ہے جیسے ایک صاف وشفاف پانی میں ایک

نیزہ گہرائی میں گڑا ہوا نظر آتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۱۸۷)

اہلِ بہشت اپنے اقربا سے جدا ہونے کے بعد کیسے لذت اُٹھائیں گے؟

زندیق نے کہا: بہشت میں تمام نعمتوں کے ہونے کے باوجود اہلِ بہشت کس طرح لذت اُٹھائیں گے جبکہ ایک اپنے بیٹے سے، ایک اپنے باپ سے، ایک اپنے دوست سے اور ایک اپنی ماں سے جدا ہوگا۔ چونکہ جب وہ انھیں بہشت میں نہیں دیکھے گا تو ان کے جہنم میں ہونے میں شک نہیں کرے گا۔ پس وہ شخص کس طرح سے لذت اُٹھائے گا جس کو معلوم ہے کہ اس کا پیارا دوست جہنم میں ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اہلِ علم و دانش کہتے ہیں: اُن کی یاد اُن کے ذہنوں سے نکل جائے گی۔ اُن میں سے بعض کہتے ہیں: وہ ان کی آمد کے منتظر ہوں گے اور اُمیدوار ہیں کہ وہ بہشت و دوزخ کے درمیان ہیں اور اصحابِ اعراف کے زُمرہ میں ہیں۔ (بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۱۸۷)

فرمانِ خدا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ ...... کا معنی کیا ہے؟

حفصؒ بن غیاث کہتے ہیں: ایک دفعہ جب منصور (دوانیقی) نے جعفریوں کے آقا و مولا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو احضار کیا تو بے دین اور ملحد ابنِ ابوالعوجا وہاں پر آیا اور اُس نے امام علیہ السلام سے کہا کہ اس آیہ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا (سورہ نساء: آیت ۵۶) "جب ایک کھال پک جائے گی تو دوسری بدل دیں گے" کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ہم فرض کرتے ہیں کہ اِس کھال نے نافرمانی کی ہے اور اُسے عذاب ہوا۔ پس دوسری کھال جو پیدا ہوگی، اُسے کیوں عذاب ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم برباد ہو جاؤ، یہ ایک نگاہ سے وہی ہے اور ایک اعتبار سے

دوسری ہے۔

اُس نے کہا: یہ مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا؟

امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: اگر کوئی شخص ایک اینٹ توڑ کر اُسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، پھر اُس میں پانی ڈال کر اُسے گارا بناتا ہے اور پھر اُسے اُس کی پہلی شکل میں لے آتا ہے، کیا یہ وہی اور اُس کا غیر نہیں ہے؟

زندیق نے کہا: ہاں، خدا آپؑ کی عمر طولانی کرے۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۲۸، ح ۱۹)

جنت و جہنم میں جاودانگی کس طرح سے ہے؟

ابوہاشمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جنت و جہنم میں جاودانگی کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اہلِ جہنم اس وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ چونکہ دُنیا میں اُن کی نیت ہی ایسی تھی کہ اگر وہ ہمیشہ رہیں تو مسلسل خدا کی نافرمانی کرتے رہیں گے اور اہلِ بہشت اس وجہ سے ہمیشہ بہشت میں رہیں گے کیوں کہ اُن کی نیت ہی ایسی تھی کہ اگر وہ دنیا میں ہمیشہ رہتے تو ہمیشہ خداوند متعال کی اطاعت کرتے۔ پس یہ اور وہ اپنی اپنی نیت کے باعث ایسے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (سورۂ اسراء: آیت ۸۴) ''کہہ دو ہر کوئی اپنی روش کے مطابق عمل کرتا ہے'' یعنی اپنی نیت کے مطابق۔ (المحاسن، ص ۲۶۲، بحارالانوار، ج ۶۷، ص ۲۰۹، ح ۳۰)

نعیم اور علم الیقین سے کیا مراد ہے؟

عبداللہؒ بن نجیح الیمانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

اس آیہ شریفہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (سورۂ تکاثر: آیت ۸) ''پھر تم سے اس دن نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا'' کے متعلق سوال کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسی نعمت مراد ہے کہ جو خداوند نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے تم لوگوں کو دی ہے اور جب لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ (سورۂ تکاثر: آیت ۵) ''اگر تمھیں یقینی علم ہو جاتا، زیادہ خواہی تمھیں خدا سے غافل نہ کرتی'' کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد اس عالم کی وضعیت کو دیکھنے کا وقت ہے اور جب میں نے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (سورۂ تکاثر: آیت ۳) ''ایسا نہیں ہے جیسے تم خیال کرتے ہو (ہاں) بہت جلد جان لو گے'' کے معنی اور تکرار کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ایک بار رجعت میں ہے اور دوسری دفعہ روزِ قیامت ہے۔ (بحارالانوار، ج ۵۳، ص ۱۰۷، ح ۱۳۵)

کیا تناسخ صحیح ہے؟

حماد ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف نسبت دیتے ہوئے کہتے ہیں: امام علیہ السلام سے تناسخ کے بارے میں سوال ہوا (کہ کیا اس کی کوئی حقیقت ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: پس کس نے پہلے کو مسخ کیا ہے؟ (رجال کشی، ص ۱۸۸؛ بحارالانوار، ج ۲۵، ص ۳۲۴، ح ۹۳)

کیا تناسخ اَرواح درست ہے؟

زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: مجھے یہ بتائیں، جو لوگ تناسخِ اَرواح کے قائل ہیں، اُن کے پاس اس پر کیا دلیل ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو لوگ تناسخ اَرواح کے قائل ہیں، انھوں نے دین کو پسِ پشت ڈال دیا ہے، اپنی گمراہی کو سامنے رکھا ہے اور اپنے آپ

کو خواہشات میں وارد کیا ہے۔

ان کا دعویٰ ہے کہ آسمان خالی ہے اور جو چیز کہی جاتی ہے وہ اس میں نہیں ہے۔ اس جہاں کا مدبّر مخلوقین کی شکل میں ہے، اس دلیل کی بنا پر کہ روایت نقل ہوئی ہے کہ خداوند نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے، نہ کوئی بہشت ہے، نہ کوئی دوزخ اور حشر ہے اور نہ کوئی نشر۔ ان کے نزدیک قیامت روح کا اپنے بدن سے نکل کر دوسرے بدن میں جانا ہے۔ اگر وہ پہلے بدن میں نیکوکار اور خوب ہوگی تو اچھے بدن میں پلٹائی جائے گی اور دنیا میں بلند تر درجے پر ہوگی اور اگر بری اور بے معرفت ہوگی تو مفارقت کے بعد وہ مسخ شدہ اور بدصورت حشرات اور ایسے جانوروں کے بدن میں داخل ہوتی ہے جو جھکے ہوئے ہیں اور جن سے کام لیا جاتا ہے۔

ان کا دعویٰ ہے کہ شناخت سے قبل اُن پر نہ کوئی نماز واجب ہے اور نہ روزہ اور نہ کوئی دوسری عبادات۔ ان کا دعویٰ ہے کہ دنیا کی تمام شہوتیں اُن کے لیے مباح ہیں، یعنی وہ تمام عورتوں سے نزدیک اور ہم بستری کرسکتے ہیں، خواہ بہن ہو یا بیٹی، خواہ خالہ ہو یا شادی شدہ عورتیں اور اسی مردار کا گوشت کھانا، شراب اور خون پینا (بھی جائز ہے) لہٰذا تمام فرقے اُن کے عقائد اور باتوں کو رد کرتے ہیں اور تمام ملتیں اُن پر لعنت بھیجتی ہیں۔ جب اُن سے دلیل مانگی گئی تو وہ راہِ مستقیم حق سے خارج ہوگئے اور توریت نے اُن کی بات کو رد کردیا اور قرآن نے اُن پر لعنت بھیجی۔

اس کے علاوہ اُن کا دعویٰ ہے کہ اُن کا خدا ایک قالب … ر قالب میں جابجا ہوتا رہتا ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ ازلی اَرواح وہی ہیں جو آ… ں ہیں اور اسی طرح آج تک وہ ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہوتی ر…

اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خالق مخلوق کی شکل میں ہے تو یہ کیسے … ت کرسکتے ہیں کہ ان دو میں سے ایک، دوسرے کا خالق ہے؟

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فرشتے حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے ہیں، جو کوئی اپنے دین کے بلند ترین درجے پر ہو اور امتحان اور آزمائش کے مرحلے سے پاس ہو چکا ہو، وہ فرشتہ ہے۔ آپ ایک لحاظ سے خیال کرتے ہیں کہ وہ نصاریٰ ہیں اور ایک جہت سے خیال کرتے ہیں کہ وہ دہری و طبیعی ہیں۔ یہ کہتے ہیں: چیزیں اپنی حقیقی شکل و صورت میں نہیں ہیں اور اُن پر واجب ہے کہ وہ گوشت نہ کھائیں، کیوں کہ تمام حیوان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں کہ جو اپنی حقیقی شکلوں پر نہیں ہیں۔ جائز نہیں ہے کہ اپنے رشتہ داروں کا گوشت کھائیں۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۱۷۶-۱۷۹)

کیا قبر کی زیارت مُردے کے لیے مفید ہے؟

داؤد رقیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا رشتہ داروں یا غیر رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت مُردے کے لیے مفید ہے یا نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، یہ بالکل ایک شخص کو ہدیہ دینے کی مانند ہے، جس طرح وہ اُسے خوش کرتا ہے اسی طرح مُردہ بھی خوش حال ہوتا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۹۷، ص ۶۴، ح ۸ کے ضمن میں)

فرمانِ خدا قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَہٗ کی تفسیر کیا ہے؟

حمرانؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَہٗ (سورۂ انعام: آیت ۲) ''پھر ایک مدت کا فیصلہ کیا تاکہ انسان تکامل کے مراحل طے کرے اور ایک مدت اس کے پاس بھی ہے، فقط وہی اس سے آگاہ ہے'' کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: لایا ہوا نام وہی ہے جو اس رات فرشتۂ موت کو بتا دیا گیا اور یہ وہی ہے کہ خداوند نے فرمایا:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (سورۂ یونس: آیت ۴۹) "جب اُن کی اَجل (موت پہنچ جائے اور اُن کی موت کا حکم صادر ہوجائے) تو نہ وہ ایک ساعت تاخیر ہوسکتی ہے اور نہ تقدیم"۔ یہ وہی ہے کہ شب قدر جس کا ملک الموت کو بتا دیا جاتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو مشیتِ خدا سے وابستہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو اُسے آگے لے جائے اور اگر چاہے تو پیچھے ڈال دے۔ (تفسیر العیاشی، ج ۱، ص ۳۵۴؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۲۵، ح ۶۰)

تشییعِ جنازہ کے وقت کیسے چلنا چاہیے؟

علی بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر میں تشییعِ جنازہ میں جاؤں تو کیسے چلوں؟ کیا میں جنازے سے آگے چلوں یا پیچھے یا دائیں طرف یا بائیں طرف؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ مخالف ہو تو اُس کے برابر مت چلو، کیونکہ عذاب کے فرشتے انواع و اقسام کے عذاب سے اُس کا استقبال کرتے ہیں۔ (علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۸۷؛ بحارالانوار، ج ۷۸، ص ۳۳)

شیعہ میت پر کیوں پانچ اور غیر شیعہ چار تکبیریں کہتے ہیں؟

ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم کس دلیل کی بنا پر جنازے پر پانچ تکبیریں اور مخالفین چار کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جن پر اسلام کی بنیاد ہے وہ پانچ ستون ہیں: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور ہم اہلِ بیتؑ کی ولایت۔ خداوندِ متعال نے ان پانچوں میں سے ایک کے معادل ایک تکبیر قرار دی ہے۔ چونکہ آپ لوگوں نے ان پانچ ستونوں پر ایمان لایا ہے، لہٰذا تم مُردوں پر پانچ تکبیریں پڑھتے ہو اور تمہارے مخالفین نے ان میں سے

چار کا اقرار اور ایک کا انکار کیا ہے، لہٰذا وہ اپنے مُردوں پر چار تکبیریں پڑھتے ہیں۔
(علل الشرائع، ج ۱، ص ۲۸۶؛ بحارالانوار، ج ۷۸، ص ۳۴۳، ح ۴)

موت کے بعد کون سے اعمال فائدہ مند ہیں؟

معاویہؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: موت کے بعد کون سے اعمال انسان کو فائدہ دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسی سنت کہ جس کی اُس نے بنیاد رکھی ہو اور اُس کی مدت کے بعد اُس پر عمل پیرا ہو۔ اس صورت میں جو کوئی بھی اُس پر عمل کرے گا اس کے لیے اُس کا ثواب لکھا جائے گا اور انجام دینے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ صدقہ جاریہ ہے کہ جو اُس کے بعد جاری رہے (اور لوگ اُس سے استفادہ کریں) نیک و صالح فرزند کہ جو اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد اُن کے لیے دُعا کرے، حج کرے، صدقہ دے، بندہ آزاد کرے، اُن کی طرف سے نماز پڑھے اور روزے رکھے۔

میں نے عرض کیا: کیا میں انھیں اپنے حج میں شامل کرسکتا ہوں؟ (اور کیا یہ کام جائز اور مفید ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ (الکافی، ج ۷، ص ۵۶؛ بحارالانوار، ج ۷۹، ص ۶۳، ح ۴)

مُردے دنیا کی طرف کیوں نہیں لوٹتے تاکہ زندہ افراد کو بتائیں؟

زندیق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کتنا اچھا ہوتا کہ خدا ہر سو سال بعد کچھ مُردوں کو زندہ کرتا، تاکہ وہ آتے اور ہم اُن سے گزرے ہوئے لوگوں کے متعلق سوال کرتے کہ سرگزشت کیا ہوتی ہے۔ اُنھوں نے مرنے کے بعد کیا دیکھا ہے اور اُن کے ساتھ کیا کیا گیا ہے؟ تاکہ انسان یقین کے ساتھ کام کریں،

تا کہ اس طرح سے شک ختم ہو جاتا ہے اور دل صاف ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ان کی گفتگو ہے، جنھوں نے خدا کے انبیاءؑ اور رسولوں کو جھٹلایا ہے اور جو کچھ خدا کی طرف سے آیا ہے اُس کی تصدیق نہیں کی اور کہا: خدا نے اپنی کتاب میں انبیاءؑ کی زبان سے ہمارے حالات کی خبر دی ہے۔ کیا کوئی خدا اور اُس کے رسولوں سے زیادہ راست گو ہے؟

بے شک بہت سے مُردے زندہ ہو کر دنیا کی طرف لوٹے ہیں، جیسے اصحاب کہف کہ خداوند نے انھیں تین سو نو (۳۰۹) سال تک مُردہ رکھا اور پھر انھیں زندہ کیا، تا کہ جو روزِ قیامت کا انکار کرتے ہیں اُن کے دلائل کو باطل کریں، اُن پر اپنی حجت تمام کرے، انھیں اپنی قدرت و توانائی دکھائے اور وہ جان لیں کہ قیامت حق ہے۔

خداوند متعال نے پیغمبرؑ کو کہ جو بخت النصر کے حملے سے بیت المقدس اور اُس کے اطراف تباہ و برباد ہونے پر شاہد تھا اور اُس نے کہا تھا کہ خدا کب ان مُردوں کو زندہ کرے گا، کو مارا اور سو سال تک اُسے مُردہ حالت میں رکھا، پھر اُسے زندہ کیا۔ وہ شاہد تھا کہ کس طرح سے اُس کے اعضاء آپس میں پیوست ہوئے ہیں، ہڈیوں کو گوشت سے ڈھانپا ہے، جوڑوں اور رگوں کو آپس میں ملایا ہے۔

جب وہ بیٹھ گئے تو فرمایا: میں جانتا ہوں کہ خداوند تمام چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ خداوند نے اُن لوگوں کو بھی مارا، جنھوں نے طاعون کے مرض سے فرار کرنے کے لیے اپنے وطن سے فرار کیا اور اُن کی تعداد بھی بے شمار تھی۔ وہ ایک طویل مدت تک مُردہ حالت میں رہے، حتیٰ کہ اُن کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں، اُن کے جوڑ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور وہ مٹی ہو گئے۔ پھر خداوند متعال نے جب پسند کیا کہ اُس کی مخلوق کو اُس کی قدرت کا نظارہ کرے تو حزقیل نامی پیغمبر کو مبعوث کیا اور انھیں آواز دی۔ پس اُن کے بدن دوبارہ اکٹھے ہوئے، اُن کے اجزاء آپس میں متصل ہوئے اور اُن کی

اَرواح اُن کے بدنوں میں واپس لوٹیں، وہ تمام پہلے کی طرح ہو گئے اور ان میں سے کوئی مُردہ حالت میں باقی نہ رہا۔ اس کے بعد طویل مدت تک وہ زندہ رہے۔

اسی طرح خداوند نے اِس قوم کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مناجات کے لیے نکلی تھی اور کہا کہ خدا ہمیں آنکھ سے دکھا، خدا نے اُنھیں مارا اور پھر زندہ کیا۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۱۷۵)

حوضِ کوثر کے بارے میں سوالات

ابنِ سنانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حوضِ کوثر کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسا حوض ہے کہ جس کی وسعتِ بصرہ سے صنعاء (یمن کا شہر) تک ہے۔ کیا تم اُسے دیکھنا پسند کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں۔

(ابنِ سنان) سنانؒ کہتے ہیں: امام علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور آپؑ مجھے مدینہ سے باہر لے گئے۔ پھر اپنا مبارک پاؤں زمین پر مارا۔ میں نے ایک نہر دیکھی کہ جس کی ایک طرف سے برف سے زیادہ سفید پانی، دوسری طرف سے برف سے زیادہ سفید دودھ اور اُس کے وسط میں ایک شراب ہے کہ جو یاقوت سے زیادہ خوب صورت ہے۔ میں نے اُس دن تک کبھی ایسی خوب صورت شراب نہیں دیکھی، جو وہاں پر برف سے زیادہ سفید، دودھ اور پانی کے درمیان تھی۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، اس کا سرچشمہ کہاں سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ چشمے ہیں جن کا ذکر خداوند نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ یہ پانی، دودھ اور شراب کے وہ چشمے ہیں جن کا مقام بہشت ہے اور اس میں نہریں جاری ہیں۔

میں نے اس نہر کے کناروں پر ایسے درخت دیکھے کہ جن کے قریب بہشتی لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں کہ ان جیسی خوبصورت لڑکیاں میں نے آج تک نہیں دیکھیں۔

میں نے اُن کے ہاتھ میں ایسے خوبصورت جام دیکھے تھے کہ اُن جیسے خوبصورت جام میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ وہ دنیا کے جاموں میں سے نہیں ہیں۔

امام علیہ السلام اُن میں سے کسی ایک کے قریب ہوئے اور اُسے اشارہ کیا کہ وہ انھیں پانی دے۔ میں نے اُسے دیکھا کہ وہ نہر سے پانی بھرنے کے لیے جھکی تو درخت بھی اُس کے ساتھ جھک گیا۔ اُس نے پانی بھرا اور آں حضرتؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ امامؑ نے اُس کے ہاتھ سے جام لیا، پانی پیا اور جام اُسے لوٹا دیا۔ اُسے اشارہ کیا، وہ نہر سے پانی بھرنے کے لیے دوبارہ جھکی، درخت بھی اُس کے ساتھ جھک گیا۔ اُس نے پانی بھرا اور آنحضرتؑ کی خدمت میں تقدیم کیا۔ آپؑ نے وہ جام مجھے دیا، میں نے وہ پانی پیا۔ میں نے آج تک اُس سے زیادہ لذیذ اور خوش ذائقہ شربت نہیں پیا تھا۔ اُس کی خوشبو مشک کی مانند تھی۔

میں نے اُس جام میں نگاہ کی تو تین قسم کے رنگ دیکھے اور امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، میں نے ایسے اس دن کی مانند ہرگز نہیں دیکھا اور نہ ہی گمان کیا کہ واقعہ اس طرح سے ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب سے کم ترین چیز ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں کے لیے آمادہ کی ہے۔ بے شک جب کوئی مومن مرتا ہے تو اُس کی روح اُس نہر کے کنارے منتقل ہو جاتی ہے۔ وہ اُس کے باغات اور سبزہ زاروں میں کھاتا ہے اور اُس سے شربت نوش کرتا ہے اور جب ہمارا کوئی دشمن مرتا ہے تو اُس کی روح "برہوت" کے ایک درّے میں لائی جاتی ہے۔ اُسے ہمیشہ عذاب ہوتا ہے، وہ اس سے زقوم (انتہائی بدمزہ اور کڑوی غذا) کھاتا ہے اور اُس سے اُبلا ہوا گرم پانی پیتا ہے۔

اس عذاب کے بعد وہ درّہ بھی خدا سے پناہ مانگتا ہے۔(الاختصاص، ص ۳۲۱؛ بصائر الدرجات، ص ۱۱۹؛ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۸۱، ح ۳۵)

کیا مُردوں کی یاد میں گریہ کرنا جائز ہے؟

اسحاقؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں دُعا کرتا ہوں اور گریہ کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے گریہ نہیں آتا، لیکن بسا اوقات اپنے مُردوں میں سے کسی کی یاد آجائے تو مجھ پر رقت طاری ہوجاتی ہے اور میں گریہ کرنے لگ جاتا ہوں، کیا یہ کام جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، (جائز ہے) انھیں یاد کرو اور جب رقت طاری ہوجائے تو گریہ کرو اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجا اور دُعا کرو۔ (اصولِ کافی، ج ۲، ص ۳۳۵، ح ۷)

نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے بارے میں سوالات

maablib.org

باقیات صالحات کیا ہیں؟

ادریس قمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ کیا ہیں؟ (سورۂ کہف: آیت ۴۶)

امام علیہ السلام نے فرمایا: نماز ہے، پس اِس کی پابندی کرو۔

کون سی چیز ہمیں ابلیس سے دُور کرتی ہے؟

یونس بن ظبیانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! کون سی چیز شیطان کو ہم سے دُور کرتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: روزہ اُس کا چہرہ سیاہ کرتا ہے، صدقہ اُس کی کمر توڑتا ہے، خدا کی خاطر محبت اور نیک کاموں کے لیے مدد اس کی نسل کو قطع کرتی ہے اور استغفار اُس کے دل کی رگوں کو کاٹتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۲۵۶، ح ۳۹)

قرآن میں پنجگانہ نمازوں کے اوقات کون سے ہیں؟

زرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ شریفہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (سورۂ اسراء: آیت ۷۸) ”آپ زوالِ آفتاب سے رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں“ کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: دلوک الشمس سورج کا آسمان کے وسط سے نیچے اُترنا اور اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (آدھی رات)۔ ان دو کے درمیان خداوند متعال نے چار نمازیں واجب کی ہیں: ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ کہ جو اللہ تعالیٰ کے فرمان: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (سورۂ اسراء: آیت ۷۸) میں آیا ہے، یعنی

نماز صبح بھی کہ نماز صبح کے لیے گواہی کا انتظام کیا گیا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: صبح کے وقت روز و شب کے نگہبان فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے مزید فرمایا: جب زوالِ آفتاب ہو جائے تو دو نمازوں (ظہر وعصر) کا وقت ہو جاتا ہے۔ نافلہ نہیں ہے، مگر اس سے قبل مستحب تسبیح ہے۔ اور (قُرْاٰنَ الْفَجْرِ) نماز صبح ہے کہ رسولؐ خدا نے (باذنِ خدا) قرار دی ہے اور لوگوں کے لیے اس کا وقت معین کیا ہے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۳۸؛ بحارالانوار، ج ۷۹، ص ۳۵۶، ح ۳۶)

کیا کسی عذر کے بغیر دو نمازیں اکٹھی پڑھنا جائز ہے؟

عبدالملک قمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا جائز ہے کہ دو نمازوں (ظہر وعصر اور مغرب وعشاء) کو کسی عذر کے بغیر اکٹھا پڑھا جائے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولؐ خدا نے یہ کام کیا ہے اور آپ کا ارادہ اُمت کے لیے آسانی اور تخفیف تھا۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۱۰؛ بحارالانوار، ج ۷۹، ص ۳۳۴، ح ۹)

توضیح: اہلِ سنت کی کتب جیسے صحیح مسلم میں بھی ایسی احادیث چند اسناد کے ساتھ مذکور ہیں۔

فرمانِ خدا کی وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ ...... کی تفسیر کیا ہے؟

عبیدؒ بن زرارہ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے قول وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ (سورۂ مائدہ: آیت ۵) ''اور جو بھی ایمان سے انکار کرے گا اس کے اعمال یقیناً برباد ہو جائیں گے'' کی تفسیر پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد ترکِ نماز ہے کہ اس کا اقرار کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر عمل کو تھوڑا تھوڑا کر کے ترک کرے، یہاں تک کہ اس تمام کو ترک کرے، اس کی کیا صورتِ حال ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کے مصادیق میں عمداً ترکِ نماز ہے۔ سستی اور بیماری کی وجہ سے۔ (المحاسن، ص ۷۹؛ بحار الانوار، ج ۷۹، ص ۲۱۹، ح ۳۸)

نمازِ مغرب کیوں قصر نہیں ہے؟

محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کس دلیل کی بنا پر نمازِ مغرب سفر و حضر میں تین رکعت ہے اور باقی نمازیں قصر ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز دو دو رکعت ہو کر واجب ہوئی ہے۔ رسولؐ خدا نے (خدا کی اجازت سے) ہر نماز میں دو دو رکعت کا اضافہ کیا ہے اور نمازِ مغرب سے ایک رکعت کم کی ہے۔ پھر جب رسولؐ خدا نے چاہا کہ سفر میں نمازِ مغرب سے ایک رکعت کم کریں تو آپؐ نے فرمایا: مجھے خجالت محسوس ہو رہی ہے کہ میں ایک نماز سے دو بار کم کروں۔ یہی وجہ ہے کہ نمازِ مغرب سفر و حضر میں تین رکعت پڑھی جاتی ہے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۱۳؛ بحار الانوار، ج ۸۶، ص ۵۶؛ ح ۲۰)

عبادات کو کس طرح سے انجام دینا چاہیے؟

ابو بصیرؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عبادت کی حدود اور اُس کی کیفیت کہ "اگر انسان اس کو اسی کیفیت سے انجام دے تو اس نے اپنا وظیفہ انجام دیا ہے یا نہیں" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اطاعت و فرماں برداری میں حُسنِ نیت ہونی چاہیے (یعنی کام کی انجام دہی خالص اور صادق نیت کے ساتھ ہو)۔ (الکافی، ج ۲، ص ۸۵، بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۱۹۹، ح ۳)

تارکِ نماز کو کیوں کافر کہتے ہیں؟

① مسعدہؒ بن صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ آپ زنا کار کو کافر نہیں سمجھتے ہیں، لیکن تارکِ نماز کو کافر سمجھتے ہیں، اس پر کیا دلیل ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ زنا کار اور اُس جیسے افراد یہ کام شہوت کے غلبہ کی وجہ سے انجام دیتے ہیں، لیکن تارکِ نماز کو خفیف اور ہلکا سمجھ کر ترک کرتا ہے۔ اس لیے بھی ہے کہ زنا کار عورت کے پاس جائے اور اُس سے لذت طلب کرے، اُس کا ہدف اور کامیابی لذت اُٹھانا ہے لیکن جو کوئی نماز کو ترک کرتا ہے تو اس کو ترک کرنے سے اس کا ہدف اور مقصد لذت چونکہ اُٹھانا نہیں ہے، لہٰذا یہ کام اُسے خفیف اور ہلکا سمجھنے کی وجہ سے ہے اور جب خفیف سمجھا جائے تو کفر واقع ہو جاتا ہے۔

② ابنِ صدقہؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا: جس شخص کی نگاہ عورت پر پڑے اور وہ اُس سے زنا کرے یا شراب پر پڑے اور پی لے اور ترکِ نماز کے درمیان کیا فرق ہے۔ درحالانکہ زانی اور شرابی کا شمار خفیف سمجھنے والوں میں نہیں ہوتا اور تارکِ نماز کا شمار خفیف سمجھنے والوں میں ہوتا ہے۔ اس مطلب پر کیا دلیل ہے اور اس فرق کی علت کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ چیز کہ جس میں آپ اپنے آپ کو کسی شہوت کے فشار کے بغیر ڈالتے ہیں جیسے زنا کرنا اور شراب پینا (کہ انسان شہوت کے فشار کی وجہ سے اپنے آپ کو اس میں مبتلا کرتا ہے) یہ حقیقت سمجھنے کے باب سے ہے۔ جیسے نماز کہ آپ خود اِس کو ترک کرنے پر اقدام کرتے ہیں، کوئی شہوت کا فشار آپ کو اسے ترک کرنے پر نہیں اُبھارتا ہے۔ (قرب الاسناد، ص ۳۲؛ بحارالانوار، ج ۷۹، ص ۲۱۴، ح ۲۸)

توضیح: اس کی علت کہ تارکِ نماز نے نماز کو خفیف سمجھا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے، یہ ہے کہ نماز کو ترک کرنا شہوت کے فشار کی وجہ سے نہیں ہے کہ انسان اس کے مقابلے میں بے اختیار ہو بلکہ انسان خدا کو اہمیت نہ دیتے ہوئے اسے ترک کرتا ہے۔ درحالانکہ زنا کرنا اور شراب پینا شہوت کے فشار کی وجہ سے ہے، کہ انسان بعض اوقات اس کے سامنے بے اختیار ہو جاتا ہے اور خفیف سمجھنے کے باعث زنا نہیں کرتا اور شراب نہیں پیتا۔

اس کی سزا کیا ہے جو نمازِ عصر کو دیر سے پڑھتا ہے؟

ابوسلامؒ عبدی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا اور اُن کی خدمت میں عرض کیا: مولاؑ! اس شخص کے بارے آپؑ کی کیا نظر ہے جو جان بوجھ کر نمازِ عصر کو دیر سے پڑھتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ روزِ قیامت اس حالت میں آئے گا کہ اپنے اہل وعیال اور اَموال ہاتھ سے کھو چکا ہوگا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں اگر وہ اہلِ بہشت میں سے ہو تو پھر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: حتیٰ کہ اگر اہلِ بہشت میں سے بھی ہو۔

میں نے عرض کیا: بہشت میں اس کا مقام و مرتبہ کیا ہے درحالانکہ وہ اپنا خاندان اور مال و دولت کھو چکا ہے اور غریب و تنہا اور خالی ہاتھ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اہلِ بہشت کا مہمان ہے اور اس میں اس کے لیے (مخصوص) گھر نہیں ہے۔ (ثواب الاعمال: ص ۲۰۸؛ بحارالانوار، ج۸۰، ص ۲۹، ح۹)

حورالعین دنیاوی مخلوق ہے یا بہشتی؟

بکرؒ بن محمد ازدی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابوبصیرؒ نے حورالعین کے متعلق سوال کرتے ہوئے کہا: آپؑ پر قربان ہوجاؤں، حورالعین دنیاوی مخلوق ہے یا بہشتی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سوال سے تمھارا کیا واسطہ ہے؟ تمھارے اُوپر نماز فرض ہے کیوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری حکم نماز کے متعلق تھا۔ اُنھوں نے تمھیں نماز کی تشویق دلائی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی اُسے خفیف سمجھے، نہ اُس وقت جب وہ جوان ہے، اُسے کامل بجالائے اور نہ اُس وقت کہ جب وہ بوڑھا ہوگیا ہے کہ اس کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

کوئی بھی چوری نماز کی چوری سے بدتر نہیں ہے۔ تم میں سے جب بھی کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو، وہ سیدھا کھڑا ہو تو ضروری ہے کہ سیدھا کھڑا ہو، جب سجدے میں جائے تو اپنے ہاتھ کھولے اور سجدے کو مکمل طور پر بجالائے اور جب بیٹھے تو سیدھا ہو کر بیٹھے اور جب دوبارہ سجدہ کرے تو ضروری ہے کہ مکمل سجدہ بجالائے۔ جب سجدے سے سر اُٹھائے تو تھوڑا سا مکث یعنی آرام کرے، تاکہ سکون ہو اور استقرار پکڑے۔

(قرب الاسناد، ص ۱۸؛ بحارالانوار، ج ۸۱، ص ۲۳۷، ح ۱۵)

بندہ کس وقت خدا کے نزدیک ہوتا ہے؟

ابنِ ابویعفورؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہوجاؤں، بندہ کس گھڑی میں خدا کے نزدیک تر ہوتا ہے اور خدا اُس کے نزدیک ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُس وقت جب وہ رات کے آخری حصّے میں اُٹھے

درحالانکہ تمام آنکھیں آرام کر رہی ہوں۔ پھر وہ مقامِ وضو کی طرف جائے اور بہترین انداز میں وضو کرے۔ پھر مقامِ نماز پر آئے اور اپنا چہرہ آسمان کی طرف بلند کرے اور خضوع وخشوع کے طور پر اپنے پاؤں کو ملائے اور بلند آواز سے تکبیر پڑھے۔ نماز کا اس سے آغاز کرے، اذکارِ نماز بجالائے اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر کھڑے ہو کر دوسری نماز پڑھے۔ آسمان کی بلندیوں سے کوئی ندا کرنے والا اُسے ندا دے گا درحالانکہ فرشتوں نے اُسے زمین کی گہرائی سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک اسے گھیر رکھا ہے اور خدا اُسے آواز دے گا: اے میرے بندے! اگر تمھیں معلوم ہو کہ تم کس کے ساتھ مناجات میں مشغول ہو، تم ہرگز نماز کو نہ چھوڑتے؟

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ پر قربان ہو جاؤں چھوڑنا کس طرح سے ہے اور کس طرح محقق ہوتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یوں کہ رُوگردانی کرنا اور بدن کو قبلہ سے اس طرح پھیر لینا، پھر اپنا چہرۂ مبارک قبلہ کی طرف پھیرنا، اس کو کہتے ہیں نماز کو چھوڑنا۔ (بحارالانوار، ج ۸۳، ص ۱۵۸، ح ۴۶)

نماز کے وقت امام سجادؑ کے چہرے کا رنگ کیوں تبدیل ہو جاتا تھا؟

ابانؒ بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؑ جب نماز کے لیے قیام فرماتے تو آپؑ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا تھا۔ (ایسا کیوں تھا؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! علی بن الحسین علیہ السلام جانتے تھے کہ وہ کس ذات کے سامنے کھڑے ہیں۔ (علل الشرائع، ص ۸۸؛ بحارالانوار، ج ۴۶، ص ۶۹، ح ۴۰)

سجدے کی ابتداء میں کیوں دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جاتے ہیں؟

طلحہ سلمیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ سجدے کی ابتداء میں زمین پر زانوں رکھنے سے پہلے کیوں دونوں ہاتھ رکھے جاتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ دونوں ہاتھ نماز کی کلید (چابی) ہیں (اور نماز کا ان کے ذریعے سے آغاز ہوتا ہے)۔(علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۰؛ بحارالانوار، ج ۸۲، ص ۱۸۴، ح ۸)

کیا گندم کے کھلیان پر نماز پڑھنا درست ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ کیا گندم کے کھلیان پر نماز پڑھنا جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا۔

امام علیہ السلام سے سوال ہوا: اگر اُسے پھیلا دیا جائے اور سطح کی مانند ہو جائے تو پھر کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کھانے والی کسی چیز پر نماز نہ پڑھی جائے، بے شک وہ خدا کی اپنے بندوں کے لیے روزی اور اُن پر اُس کی نعمت ہے۔ اس کا احترام کرو۔ اس کی حُرمت کا پاس رکھیں، اس کے اُوپر پاؤں مت رکھیں اور اس کی تحقیر نہ کریں۔ بے شک تم سے پہلے کچھ ایسے لوگ تھے کہ خداوند نے انھیں رفاہ بخشا تھا اور اُن کی کھیتی باڑی زیادہ کی۔ وہ لوگ روٹی کو ڈھیلے کی مانند بناتے اور اس سے اپنا پاخانے کا مقام صاف کرتے تھے۔

خداوند نے انھیں مصیبت، قحط، بھوک اور خشک سالی میں گرفتار کیا۔ وہ لوگ اس قدر مجبور ہوئے کہ انھی روٹیوں کو تلاش کر کے کھاتے تھے۔ ان کے بارے میں

سورۂ نحل کی یہ آیت (۱۱۲) نازل ہوئی:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

"اور اللہ نے اُس قریہ کی بھی مثال بیان کی، جو محفوظ اور مطمئن تھا اور اس کا رزق ہر طرف سے باقاعدہ آ رہا تھا لیکن اس قریہ کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا تو خدا نے اُنھیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھا دیا صرف ان کے اعمال کی بنا پر کہ جو وہ انجام دے رہے تھے"۔ (دعائم الاسلام، ج۱، ص۱۷۹؛ بحار الانوار، ج۸۱، ص۹۸، ح۱۶)

سجدہ کن چیزوں پر کرنا جائز اور کن پر ناجائز ہے؟

ہشامؒ بن حکم کہتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ کس چیز پر سجدہ جائز ہے اور کس پر ناجائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سجدہ زمین اور زمین سے اُگنے والی ہر اُس چیز پر جائز ہے جو کھائی یا پہنی نہیں جاتی ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر فدا ہو جاؤں، اس مطلب کی وجہ کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ سجدہ خدا کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری ہے، لہٰذا سزاوار نہیں ہے کہ وہ کھائی یا پہنی جانے والی چیز پر ہو، کیوں کہ دنیا کے فرزند اس کے بندے اور غلام ہیں جو کھائی یا پہنی جاتی ہے۔ سجدہ کرنے والا وہ شخص کہ جو خدا کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے، اُس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اولادِ دنیا کہ جس سے

اُنھوں نے فریب کھایا ہے، کے معبود پر اپنی پیشانی سجدے میں رکھے۔ سجدہ زمین پر بہتر ہے کیوں کہ یہ خداوند عزوجل کے سامنے خضوع و خشوع کا اظہار کرنے کے لیے گویاتر ہے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۳۰؛ بحارالانوار، ج ۸۲، ص ۱۴۷، ح ۲)

خداوندمتعال نے کیوں حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست قرار دیا ہے؟

ابنِ ابوعمیرؒ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کس وجہ سے خداوندمتعال نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست قرار دیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس وجہ سے کہ وہ زمین پر زیادہ سجدہ کرتے تھے۔ (ثواب الاعمال، ص ۳۱؛ بحارالانوار، ج ۸۲، ص ۱۶۳، ح ۸)

کیا واجب نمازوں میں اپنی حاجات کا تذکرہ کرنا جائز ہے؟

عبداللہؒ بن ہلال کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا جائز ہے کہ مَیں واجب نماز میں اپنی حاجات کا ذکر کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، کیوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قنوت میں بعض اشخاص پر اُن کا، اُن کے باپ کا اور اُن کے قبیلہ کا نام لے کر لعنت کرتے تھے اور اُن کے بعد حضرت علی علیہ السلام بھی ایسا کرتے تھے۔ (السرائر، ص ۴۷۶؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۱۹۳، ح ۲۲)

مساجد کے احترام کی کیا وجہ ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مساجد کے احترام کرنے کی وجہ پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ مساجد کے احترام و تکریم کا حکم

دیا گیا ہے، کیوں کہ مساجد زمین پر خانۂ خدا ہیں۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۸؛ بحارالانوار، ج ۸۱، ص ۶، ح ۷۸)

اگر نمازِ تہجد نہ پڑھیں تو پھر کیا ہے؟

عائذ" بن نباتہ احمسی کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ میں اُن سے نمازِ تہجد کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن بھول گیا تھا۔

میں نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ پر سلام ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، خدا کی قسم، میں ان کا فرزند ہوں۔ میں آپؐ کا قریبی رشتہ دار نہیں ہوں۔ جو کوئی (روزِ قیامت) خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اُس نے صرف واجب نمازیں پڑھی ہوں تو اُس سے کسی دوسری چیز کے بارے میں سوال نہیں ہوگا۔ میں نے اسی مطلب پر اکتفاء کیا۔ (اعلام الوریٰ، ص ۲۶۸؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۲۲۳، ح ۱۰)

کیا پڑھوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے؟

محمدؐ بن سلیمان دیلمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، آپؑ کے شیعہ کہتے ہیں کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں: پائے دار، غیر پائے دار۔ پس مجھے ایسی چیز کی تعلیم دیں کہ اگر میں وہ پڑھوں تو میرا ایمان محکم اور مکمل ہو جائے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ دُعا پڑھیں۔ (پھر حضرتؑ نے دُعا تعلیم دی کہ جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:)

میں نے قبول کیا اور راضی ہوں کہ خدا میرا پروردگار ہے اور محمدؐ پیغمبر ہیں،

دین اسلام ہے، قرآن کتاب ہے، کعبہ قبلہ ہے، علیؑ مولا و امام اور حسنؑ و حسینؑ و آئمہ معصومین علیہم السلام میرے پیشوا اور ہادی ہیں۔

خدایا! میں نے انھیں قبول کیا ہے، پس مجھے ان کے نزدیک مرضی اور قبول شدہ قرار دے کہ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (التہذیب: ج۱، ص ۱۶۵؛ بحارالانوار، ج۸۳، ص ۳۳، ح ۵۱)

کیا شرابی کی نماز قبول ہے؟

۱ ابی الصحاریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شرابی کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: جب تک اُس کی رگوں میں شراب باقی ہے، اُس کی کوئی بھی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (ثواب الاعمال، ص ۲۱۸؛ بحارالانوار، ج۷۶، ص ۱۳۹، ح ۴۴)

۲ علیؒ بن زید کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص نے امام علیہ السلام سے سوال کیا: کیا شرابی کی نماز قبول ہوتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: شرابی کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی، مگر یہ کہ وہ توبہ کرے۔

اُس شخص نے کہا: اگر وہ اسی دن یا اسی گھڑی مرجائے تو کیا ہوگا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کی توبہ اور نماز قبول ہوگی، بشرطیکہ وہ شعوری حالت میں توبہ کرے لیکن اگر مستی اور بے شعوری کی حالت میں توبہ کرے تو ہرگز اُس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ (بحارالانوار، ج۸۱، ص ۳۱۷، ح ۲)

۳ عمارؒ کہتے ہیں: امام علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو شراب پینے کی وجہ سے مست ہوا ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند چالیس دن تک اُس کی نماز قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی ان چالیس دنوں میں اُس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر وہ اس دوران مرجائے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (ثواب الاعمال، ص ۲۱۹؛ بحارالانوار، ج ۷۶، ص ۱۴۰، ح ۴۶)

پشیمان شرابی کا کیا حکم ہے؟

ابوبجران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میرا ایک رشتہ دار ہے کہ جو آپؑ کو دوست رکھتا ہے، لیکن آپ جَو کی شراب پیتا ہے۔

حنان کہتے ہیں: خود ابوبجران وہی شخص تھا کہ جو شراب خوار تھا، لیکن کنایہ سے اس مطلب کو بیان کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ مست ہوجاتا ہے؟

ابوبجران نے کہا: جی ہاں، خدا کی قسم! وہ مست ہوجاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا وہ نماز کو بھی ترک کرتا ہے؟

اس نے کہا: بعض اوقات اپنی کنیز سے کہتا ہے کہ میں نے کل نماز نہیں پڑھی ہے، اور بعض اوقات اُس سے پوچھا جائے کہ کیا تو نے نماز پڑھی ہے تو وہ کہتا ہے: ہاں، تین بار پڑھی ہے اور بعض اوقات اپنی کنیز سے کہتا ہے کہ میں نے کل نماز صبح پڑھی ہے۔ لیکن کنیز اُس سے کہتی ہے: نہیں، خدا کی قسم! تو نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ میں نے تمھیں بیدار کیا اور تمھیں بیدار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک کافی دیر تک اُس کی پیشانی پر رکھا، پھر اُٹھایا اور فرمایا: اُسے کہو شراب پینا ترک کردے، اگرچہ اس کا ایک

قدم ڈگمگایا ہے، لیکن وہ ہم اہل بیتؑ کی محبت و مودت میں ثابت قدم ہے۔ (اور یہی ارتباط اسے نجات دے گا)۔

توضیح: امام علیہ السلام کا اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھنا گناہ اور نافرمانی سے نفرت کی وجہ سے ہے۔ (رجال کشی، ص ۲۷۲؛ بحارالانوار، ج ۷۶، ص ۱۷۳، ح ۱۹)

نماز وتر میں سورۂ توحید کیوں تین بار پڑھی جاتی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ (نماز تہجد) کی نماز وتر میں کیوں تین بار سورۂ توحید پڑھی جاتی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ سورۂ توحید بمنزلہ ثلث قرآن (تیسرا حصّہ) ہے۔ وہ تین بار پڑھی جائے تو گویا نمازی نے نماز وتر میں پورا قرآن پڑھ لیا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۳۷، ص ۲۲۹، ح ۳۱)

کیا بھول جانا شیطانی وسوسہ ہے؟

یونسؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے خدا کے فرمان: اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِہِمْ سَاھُوْنَ۝ (سورۂ ماعون: آیہ ۵) "وہ نماز میں کاہلی انگاری کرتے ہیں" کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اس سے مراد شیطانی وسوسہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، ہر شخص اس مطلب میں گرفتار ہوتا ہے، لیکن نماز میں غفلت کرے اور اُسے اوّل وقت میں بجا نہ لائے۔ (بحارالانوار، ج ۸۰، ص ۶)

اگر نماز کے وقت دسترخوان لگا ہوا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

عثمانؒ بن عیسیٰ، سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر نماز کے وقت دسترخوان لگا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر نماز کے وقت کا آغاز ہو تو پہلے وہ غذا کھائے اور اگر نماز کو کچھ وقت گزر جائے اور خوف ہو کہ اُس کی نماز کو کوئی ضرر ہوگی تو پھر وہ پہلے نماز پڑھے۔ (المحاسن، ص ۴۲۳؛ بحارالانوار: ج ۶۳، ح ۱)

کیا نماز کو خوب صورت انداز میں پڑھنا ریاکاری ہے؟

عبیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر کوئی نماز پڑھے اور اُسے اس ہدف سے خوب صورت انداز سے پڑھے کہ دیکھنے والا اُس کی طرف مائل ہو، کیا یہ ریاکاری شمار ہوگی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ریاکاری محسوب نہیں ہوگی۔ (بحارالانوار، ج ۶۹، ص ۳۰۱، ح ۳۹)

کیا نماز میں قرآن پڑھتے وقت گریہ کرنا جائز ہے؟

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا یہ جائز ہے کہ نماز گزار جب (حمد یا سورہ) کی قرأت میں کسی ایسی آیت پر پہنچے جس میں سرزنش کی گئی ہو، وہ گریہ کرے اور اس کا تکرار کرے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس قدر چاہے تکرار کرے اور گریہ کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۲۷۶)

اگر نمازی دو ہوں تو کیا ماموم کا امامِ جماعت کی دائیں طرف کھڑا ہونا مستحب ہے؟

احمدؒ بن رباط کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں

عرض کیا: اگر نمازی دو ہوں تو کس دلیل کی بنا پر مستحب ہے کہ ماموم، امامِ جماعت کی دائیں طرف کھڑا ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ وہ اُس کا امام ہے اور اس لیے کہ امام (جماعت) کی اقتداء کرنا اُس کی اطاعت کرنا ہے اور خداوند نے اطاعت کرنے والوں کو اَصحابِ یمین (دائیں طرف والے اصحاب) قرار دیا ہے، اس وجہ سے مستحب ہے کہ ماموم، امام جماعت کی دائیں طرف کھڑا ہو۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۱۴؛ بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۸۳، ح ۳۸)

کیا امام جماعت کا اس طرح سے پڑھنا کہ مقتدی سن سکیں؟

عبداللہؒ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا امامِ جماعت پر واجب ہے کہ وہ اس طرح سے قرأت کرے کہ مقتدی سن سکیں اگر وہ زیادہ تعداد میں ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: درمیانی آواز سے پڑھے، کیوں کہ خداوند فرماتا ہے:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا (سورۂ اسراء آیت ۱۱۰)
"اپنی نمازوں کو نہ چلّا کر پڑھو اور نہ بہت آہستہ آہستہ"۔ (تفسیر العیاشی، ج ۲، ص ۳۱۸؛ بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۹۳، ح ۶۱)

کیا شہرِ مدینہ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے؟

ساباطیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا شہر مدینہ اور مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنا ہزار نمازوں کے برابر ہے اور شہر مدینہ میں نماز پڑھنا دوسرے شہروں میں نماز پڑھنے کی مانند ہے۔ (کامل الزیارات،

ص ۳۰، بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۳۸۱، ص ۹)

کس طرح مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے؟

زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں نے آپؑ سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: نیتِ مومن اس کے عمل سے بہتر ہے۔ کس طرح مومن کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ بعض اوقات عمل میں ریاکاری ہوتی ہے (اور انسان اسے اس لیے انجام دیتا ہے کہ لوگ دیکھیں) لیکن نیت بالکل پروردگارِ عالم کے لیے ہوتی ہے، لہٰذا خداوند جتنا اچھا ثواب اچھی نیت پر عطا کرتا ہے۔ وہ عمل کرنے پر نہیں دیتا۔ پھر امام علیہ السلام اضافہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بے شک بعض اوقات خدا کا کوئی بندہ دن میں کسی وقت نیت کرتا ہے کہ وہ آج نماز تہجد پڑھے گا لیکن رات میں وہ سویا رہتا ہے تو خداوند اُس کے لیے نمازِ تہجد کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ اُس کا سانس لینا اور اُس کی نیند صدقہ شمار کرتا ہے (اور اس کے لیے ثواب لکھ دیتا ہے)۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۲۱۱؛ بحارالانوار، ج ۶۷، ص ۲۰۶، ح ۱۸)

کیا نمازیوں کے لیے صحیح ہے کہ وہ کسی سے کہیں، تم نماز پڑھاؤ؟

ابوعبیدہ حذاء کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر کسی جگہ کچھ لوگ اکٹھے ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو بعض لوگ کسی سے کہیں کہ اے فلاں شخص! تم نماز پڑھاؤ کیا یہ کام درست ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کی قرأت اچھی ہے وہ آگے کھڑا ہو (امامِ جماعت بنے)۔ اگر اس میں تمام برابر ہوں تو پھر جو ہجرت میں مقدم تر ہے وہ امامِ جماعت بنے۔ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جس کی عمر

زیادہ ہے وہ آگے کھڑا ہو اور امامت کروائے۔ اگر عمر میں بھی سارے برابر ہوں تو پھر وہ جماعت کروائے جو سنتِ رسولؐ سے زیادہ آگاہ تر ہو اور فقیہ تر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اگر کوئی کسی کے گھر مہمان ہے تو گھر کے مالک کو جماعت کرائے اور حاکم کا دوست حاکم کو نماز پڑھائے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۱۵؛ بحارالانوار: ج ۸۵، ص ۶۲، ح ۱۸)

روزہ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟

ہشامؒ بن حکم کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روزے کی علت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: روزہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ فقیر و امیر برابر ہو جائیں، کیونکہ اگر روزہ نہ ہوتا تو ثروت مند ہرگز بھوک کی اذیت کو محسوس نہ کرتا کہ فقیر پر رحم کرے، کیوں کہ جو چاہے حاصل کر سکتا ہے، لہٰذا ہرگز بھوک اور محرومیت کے دُکھ کو نہیں سمجھتا۔

خداوند نے ارادہ کیا کہ اپنی مخلوق کے درمیان مساوات قائم کرے اور ثروت مندوں کو بھوک کی اذیت کا مزہ چکھائے، تاکہ وہ کمزور پر رحم کرے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۶۶؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۳۷۱، ح ۵۴)

کون سا جھوٹ روزے کو باطل کرتا ہے؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: بے شک جھوٹ روزے کو باطل کر دیتا ہے؟

میں نے پوچھا: ہم میں سے کون ہے کہ جو یہ کام انجام نہیں دیتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ جھوٹ مراد نہیں ہے جس کے بارے میں تو نے خیال کیا ہے بلکہ وہ خدا، پیغمبر اور آئمہ علیہم السلام پر جھوٹ باندھنا ہے۔ (اصول کافی، ج ۴،

ص ۳۳، ج ۴، ص ۳۷، ح ۹)

کون سا روزہ رکھنا مستحب ہے؟

حلبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سفر کے علاوہ روزہ مستحبی کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

مہینے میں تین دن ہیں: مہینے کے پہلے ہفتے میں جمعرات کے دن، دوسرے ہفتے میں بدھ کے دن اور تیسرے ہفتے میں جمعرات کے دن۔

حلبیؒ کہتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ ہر دس دن بعد ایک روزہ رکھنا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، ایسا ہی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ماہِ رمضان اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے سینے میں موجود شکوں کو ختم کردیتے ہیں، ہر مہینے میں تین دن کے روزے روزۂ دھر (ہمیشہ کے روزے) کے برابر ہیں۔

خداوند عزوجل فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا (الانعام ۶: ۱۶۰)

"جو شخص بھی نیکی کرے گا اُسے دس گنا اجر ملے گا"۔

(بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۹۴، ح ۳)

جس عورت کا شوہر اُس پر غضب ناک ہوتا ہو اُس کا کیا حکم ہے؟

میں (ابوبصیرؒ) نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جس نے اپنے شوہر کو غضب ناک کیا ہو، کیا اُس کی نماز قبول ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس وقت تک نافرمانی و گناہ کی حالت میں ہے جب اُس کا شوہر اُس سے راضی نہ ہو۔ (بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۲۸۵)

مستحبی روزے کے متعلق کون سی سنت دائمی ہے

① زرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مستحبی روزے کے بارے میں کون سی سنت مستمر و دائمی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن: پہلے عشرے کی جمعرات، دوسرے عشرے کے بدھ اور آخری عشرے کی جمعرات۔

میں نے عرض کیا: یہ سب وہی ہے کہ جس پر اس بارے میں سنت جاری ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ (ثواب الاعمال، ص ۷۴؛ بحارالانوار، ج ۹۴؛ ص ۱۰۱، ح ۲۹)

② علیؒ بن ابوحمزہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ روزہ مستحبی کے بارے میں رسولؐ خدا کی سیرت کیا تھی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپؐ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے: پہلے عشرے کی جمعرات کے دن، دوسرے عشرے کے بدھ کے دن، اور آخری عشرے کی جمعرات کو۔ ان دنوں میں روزہ، روزۂ دھر (دائمی) کے برابر ہے۔

خداوند متعال فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: آیت ۱۶۰)
"جو شخص بھی نیکی کرے گا اُسے دس گنا اجر ملے گا"۔

پس جو کوئی کمزوری کی وجہ سے اس پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ ایک درہم صدقہ دے، یہ اُس کے لیے ایک دن کے روزے سے بہتر ہے۔ (الخصال، ج ۱، ص ۷۷؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۹۵، ح ۷)

فرمانِ خدا وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ سے کیا مراد ہے؟

عبداللہؒ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (الممتحنہ: آیت ۱۲) "وہ کسی نیکی میں آپ کی مخالفت نہیں کریں گی" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند متعال نے نماز اور روزہ میں سے جو کچھ اُن پر واجب قرار دیا اور جو کچھ خیر و نیکی کا انھیں حکم دیا۔ (تفسیر القمی، ص ۶۷۷؛ بحار الانوار، ج ۹۷، ص ۷۷)

رسولِ خدا مستحب روزہ کس طرح سے رکھتے تھے؟

حمادؒ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: رسولِ خدا اس قدر مستحب روزے رکھتے تھے کہ کہا جاتا ہے کہ وہ بالکل غذا (دوپہر اور شام کا کھانا) نہیں کھاتے تھے اور اس قدر (افطار) کرنے اور (روزہ نہ رکھنے) کہ کہا جاتا: یہ بالکل روزہ نہیں رکھتے ہیں۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھے (یعنی) ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنا۔ پھر رسولِ خدا مہینے میں تین دن مرتب روزے رکھتے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں کے روزے، روزۂ دھر (دائمی) کے برابر ہیں اور سینے میں شک وشبہ کو ختم کر دیتے ہیں۔

میں نے پوچھا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، یہ تین دن کون سے ایام ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مہینے کی پہلی جمعرات، پہلے عشرے کے بعد پہلا بدھ اور اس کی آخری جمعرات۔

میں نے عرض کیا: ان روزوں کی ایسی خصوصیات کیوں ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ جو لوگ مجھ سے پہلے تھے، جب بھی ان پر

عذاب نازل ہوتا تو انھی ایام میں نازل ہوتا۔ لہٰذا رسولؐ خدا ان تین وحشت ناک ایام میں روزہ رکھتے تھے۔ (ثواب الاعمال، ص ۷۳؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۱۰۱، ح ۲۷)

کیا آپؑ کے اجداد میں سے کوئی شعبان کے روزے رکھتا تھا؟

سماعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیا آپؑ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی ماہِ شعبان کے روزے رکھتا تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے اَجداد میں سب سے بہترین رسولؐ خدا ہیں کہ وہ اس مہینے میں روزے رکھتے تھے۔ (ثواب الاعمال، ص ۵۵، بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۷۶، ح ۳۲)

کیا شب قدر ایک تھی یا ہر سال؟

داؤدؓ بن فرقد کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شبِ قدر کے بارے میں سوال کیا اور کہا: آپؑ مجھے شبِ قدر کے بارے میں بتائیں کہ کیا وہ ایک دفعہ تھی یا ہر سال ہوتی ہے؟

امام علیہ السلام نے اُس سے فرمایا: اگر شبِ قدر اُٹھالی جائے (اور اس کا تکرار نہ ہو) تو قرآن بھی اُٹھالیا جاتا۔

توضیح: چونکہ قرآن نے شبِ قدر کے واقعہ کو فعلِ مضارع سے یاد کرتے ہوئے فرمایا ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ (سورۂ قدر: آیہ ۴) "یعنی ملائکہ نازل ہوتے ہیں"۔

یہ نہیں فرمایا کہ فرشتے نازل ہوئے ہیں۔ پس اگر شب قدر ہر سال نہ ہو تو قرآن کا پیغام جاری نہیں ہوتا ہے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۷۵؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۱۷، ح ۳۶)

حیض والی عورت کیوں صرف روزے قضا کرتی ہے، نماز نہیں؟

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیوں حیض والی عورت صرف روزے قضا کرتی ہے نمازیں نہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ روزے سال میں ایک مرتبہ رکھنے فرض ہیں اور نماز شب و روز میں واجب ہے، لہٰذا خداوند متعال نے عورت پر صرف روزے رکھنا واجب کیے ہیں، نمازیں واجب نہیں کی ہیں۔ (علل الشرائع، ج۱، ص ۳۷۷؛ بحارالانوار، ج۷۸، ص ۸۴، ح ۵)

کیا شب نیمہ شعبان میں مقدرات لکھے جاتے ہیں؟

محمدؒ بن عمران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: نیمہ شعبان کی شب میں اموات مقدر ہوتی ہیں، روزی تقسیم و مقرر ہوتی ہے۔ حجاج کے لیے فرامین لکھے جاتے ہیں (یعنی افراد کے لیے مقدر ہوتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ جب ماہِ رمضان کی انیسویں رات ہوتی ہے، اموات مقدر کی جاتی ہیں، روزی تقسیم ہوتی ہے اور حجاج کے حکم نامے صادر ہوتے ہیں اور خداوند متعال بندوں کو عنایت فرماتا ہے۔ اس رات میں شرابی کے علاوہ ہر مومن بخشا جاتا ہے۔ پس جب تیئیسویں کی رات ہوتی ہے تو ہر امر اور مطلب ثبوت تک پہنچتا ہے۔ اس پر دستخط ہوتے ہیں اور پہنچتا ہے۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۲۲؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۱۹، ح ۴۳)

عرفہ اور عاشورا کے دن روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

حسینؒ بن ابوغندر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام سے روزِ عرفہ کے دن روزے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: عرفہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید اور روزِ دعا و التجا ہے۔

میں نے عرض کیا: روزِ عاشورا روزہ رکھنے کا کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں، پس اگر شامتین میں سے ہو تو اس دن کا روزہ رکھ لو۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: خدا بنی اُمیہ اور ان شامیوں پر لعنت کرے جو امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے میں شریک تھے۔ ان لوگوں نے نذر مانی تھی کہ اگر امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے اور خلافت بنی اُمیہ کے قبضہ میں آ گئی تو وہ اس دن عید منائیں گے اور خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے روزہ رکھیں گے اور اپنے بچوں کو خوش حال کریں گے۔ یہ کام اس دن سے لے کر آج تک خاندانِ ابوسفیان کی سنت اور رسم بن چکا ہے اور لوگ اُن کی اقتدا کرتے ہیں، لہٰذا وہ اس دن (روزِ عاشورا) روزہ رکھتے ہیں اور اپنے خاندان کو خوش حال کرتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: روزہ مصیبت کے لیے نہیں ہے، بلکہ سلامتی کی وجہ سے شکرانے کے طور پر ہے اور اس لیے کہ حسینؑ شہید ہو گئے ہیں۔ پس اگر ان لوگوں میں سے ہو کہ جو اس مصیبت پر غم زدہ ہیں تو پھر روزہ مت رکھو اور اگر ان افراد میں سے ہو کہ جو بنی اُمیہ کی سلامتی کے لیے خوش ہوتے ہیں تو خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھو۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۲۰۹؛ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۲۶۷، ح ۷)

جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟

محمد بن سلیمان دیلمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ خداوند متعال نے اس دن میں اپنی مخلوق کو جمع کیا اور اُن کے سامنے پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کی اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کی ولایت پیش کی ہے (یا یہ کہ پیغمبر اکرمؐ اور اُن کے اہلِ بیت علیہم السلام کی شان و شوکت کی نمائش کرے یا تقویت کرے)۔ (امالی ابنِ الشیخ، ص ۷۱؛ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۳۰۹، ح ۷۶)

شب قدر کون سی شب ہے؟

قاسمؒ بن محمد علی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابوبصیرؒ نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: شب قدر کون سی رات ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اکیسویں یا تیئسویں کی رات ہے۔

میں نے عرض کیا: اگر دونوں راتوں میں بیدار نہ رہ سکوں تو پھر کیا کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس عظیم چیز کے تم خواہش مند ہو اس کے مقابلے میں دو راتیں بیدار رہنا کس قدر آسان ہے۔

اُس نے عرض کیا: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے چاند دیکھا ہوتا ہے لیکن دوسری سرزمین سے اس کے برعکس خبر ملتی ہے جو ہم نے دیکھا ہوتا (اس صورت میں شب قدر کی صورتِ حال کیا ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس عظیم چیز کے تم خواہش مند ہو، اُس کے مقابلے میں چار راتیں جاگنا کس قدر آسان ہے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کہا جاتا ہے کہ تیئسویں کی رات وہی جہانی رات ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایسے ہی کہا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: سلیمان بن خالد نے روایت نقل کی ہے کہ انیسویں کی رات میں حاجیوں کے نام، اَموات، مشکلات، رزق و روزی اور جو کچھ اگلے سال تک ہوتا ہے، وہ مقدر و مقرر ہوتا ہے (کیا یہ درست ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابا محمد! شب قدر میں حاجیوں کے نام، اَموات، مشکلات، رزق و روزی اور جو کچھ اگلے سال تک واقع ہوتا ہو مقدر و مقرر ہو جاتا ہے۔ پس تم اُسے اکیسویں اور تیئیسویں کی رات میں طلب کرو۔ ان دو راتوں میں ہر ایک میں سو رکعت نماز پڑھو اور جہاں تک ہو سکے نمازِ فجر تک بیدار رہو۔ اس رات میں غسل کرو۔

میں نے عرض کیا: اگر میں یہ کام (نماز) کھڑے ہو کر انجام نہ دے سکوں تو پھر کیا کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھ کر نماز پڑھو۔

میں نے عرض کیا: اگر ایسا بھی نہ کر سکوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بستر پر لیٹ کر پڑھو۔

میں نے عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکوں تو پھر کیا کروں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمھارے اُوپر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

رات کے آغاز میں اپنی آنکھوں میں تھوڑا سا سرمہ ڈالو، کیوں کہ ماہِ رمضان میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، شیاطین کو پابند زنجیر کیا جاتا ہے اور مومنین کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ ماہِ رمضان کتنا اچھا مہینہ ہے؟ رسولِ خدا کے زمانے میں اس مہینے کو مرزوق کا نام دیا گیا تھا۔

توضیح: مرزوق یعنی پُر برکت۔

کون سی شب، شب قدر ہے؟

۱ حمرانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تیئیسویں یا چوبیسویں کی رات ہے۔

میں نے عرض کیا: ان میں سے کوئی ایک معین فرمائیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر دونوں راتوں میں شب قدر کے اعمال بجالاؤ گے تو کیا ہوگا کہ ان میں سے ایک شب قدر ہے۔ (السرائر، ص ۴۶۳، بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۲۴، ح ۵۸)

۲ حسانؒ بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شب قدر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے اکیسویں اور تیئیسویں کی رات میں تلاش کرو۔ (الخصال، ج ۲، ص ۱۰۳؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۱۶، ح ۳۲)

اس شخص کا کیا حکم ہے جو اقرار نہیں کرتا کہ اعمال شب قدر امام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں؟

عمرؒ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اگر کوئی شخص اقرار نہ کرے کہ شب قدر میں اعمال امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے اور انکار بھی نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس پر کسی ایسے شخص کے ذریعے کہ جو علم اور مسائل میں قابلِ وثوق ہے، حجت برپا ہو چکی ہے اور اس کے باوجود اس پر اعتماد نہ کرے تو وہ کافر ہے لیکن اگر کسی نے اسے (حجت کو) نہیں سنا ہے تو وہ جب تک اسے نہیں سنتا ہے، معذور ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: آگاہ رہو وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور (صرف) مومنین کی تصدیق کرتا ہے۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۲۴؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۲۱، ح ۴۶)

جو شخص ماہِ شعبان میں ایک دن روزہ رکھے، اُس کا ثواب کیا ہے؟

مالکؒ بن انس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! اس شخص کا ثواب کیا ہے جو ماہِ شعبان میں ایک دن کا روزہ رکھتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میرے پدر اپنے پدرِ بزرگوار سے، اور اُنھوں نے اپنے پدرگرامی اور انھوں نے اپنے جد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خدا پر ایمان رکھتے ہوئے قربتِ خدا کے قصد سے ماہِ شعبان میں ایک دن کا روزہ رکھے تو اُس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (امالی الصدوق، ص ۳۲۴؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۷۱، ح ۸)

کلامِ صالح و عملِ صالح کیا ہے؟

محمدؒ بن ازدی ابان وغیرابان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی اپنا روزہ قولِ صالح اور عملِ صالح پر مکمل کرے تو خداوند اُس کا روزہ قبول کرے گا۔

امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا: اے فرزندِ رسولؐ! قولِ صالح کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہنا اور عملِ صالح (زکوٰۃ) فطرہ نکالنا اور دینا ہے۔ (امالی الصدوق، ص ۳۴؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۳۱۳، ح ۸)

فرمانِ خدا فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ سے کیا مراد ہے؟

ہشامؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند متعال نے اپنی کتاب میں فرمایا: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

(اس رات میں ہر اَمر حکمتِ الٰہی کی بنیاد پر جدا ہوگا)۔ اس کلام کا معنی اور تفسیر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد شبِ قدر ہے کہ خداوند متعال اس رات میں حاجیوں کے نام، اس سال میں جو اطاعت و نافرمانی واقع ہو اور موت و حیات کو خلق کرتا ہے اور جو کچھ ارادہ کرتا ہے اُسے شب و روز میں واقع کرتا ہے اور پھر صاحبِ زمین کو آگاہ کرتا ہے۔

حارثؒ بن مغیرہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: صاحبِ زمین کون ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: آپ کا صاحب و مالک یعنی امامؑ۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۲۱؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۲۲، ح ۵۱)

کیا نمازِ شب میں بلند آواز سے قرأت کرنا جائز ہے؟

علیؒ بن اسباط اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا جو شخص (نمازِ تہجد کے لیے) اُٹھتا ہے اُس کے لیے بلند آواز سے قرآنِ مجید کی قرأت کرنا جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مرد کے لیے سزاوار ہے کہ جب وہ نمازِ تہجد پڑھے تو اپنی آواز کو بلند کرے، تاکہ اُس کا خانوادہ سنے کہ کوئی اُٹھ جائے اور کوئی حرکت کرنے والا حرکت کرے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۵۳؛ بحارالانوار، ج ۸۴، ص ۷۹، ح ۱۸)

نماز کی آخری دو رکعتوں میں کیوں تسبیح، قرأت سے بہتر ہے؟

محمدؒ بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیوں نماز کی آخری دو رکعتوں میں تسبیح (تسبیحاتِ اربعہ) قرأت سے بہتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ جب وہ (پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز کی آخری دو رکعتوں میں تھے اُنھیں خدا کی عظمت یاد آئی جو ان پر آشکارا ہو چکی تھی، لہٰذا وہ مدہوش

ہو گئے اور فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

اس وجہ سے تسبیح (تسبیحاتِ اربعہ) قرات سے بہتر ہے۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۱۲؛ بحارالانوار، ج ۸۲، ص ۸۷، ح ۴)

روزِ غدیر کون سا دن ہے؟

حسنؒ بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، کیا مسلمانوں کے لیے دو عیدوں کے علاوہ بھی کوئی اور عید ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اے حسن! ان دو سے بزرگ ترین اور باشرف ترین۔

میں نے عرض کیا: وہ کون سی عید ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ دن عید ہے جب امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام لوگوں کے لیے راہ نما و امام منصوب ہوئے۔

میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں، اس دن میں کون سا کام سزاوار اور بہتر ہے کہ ہم اُسے انجام دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن! اس دن کا روزہ رکھو۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر بہت زیادہ درود بھیجو، اور اُن پر ظلم کرنے والوں سے بے زاری کا اظہار کرو، کیوں کہ انبیائے صلوات اللہ علیہم اس دن کی طرح جب اپنا کوئی جانشین معین کرتے تو وہ عید منانے کا حکم دیتے تھے۔

میں نے عرض کیا: جو شخص اس دن کا روزہ رکھے، اُس کا ثواب کتنا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ساٹھ (۶۰) مہینوں کے روزوں کا (اسے ثواب ملے گا)۔

(فروع الکافی، ج ۳، ص ۱۴۸؛ بحارالانوار، ج ۷۳، ص ۱۷۱، ح ۵۳)

کیوں زکوٰۃ کا خاص نصاب معین ہے؟

یونسؒ ابوجعفر اَحول سے روایت کرتے ہیں کہ اُس نے کہا: ملحدین میں سے ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا: زکوٰۃ ہزار درہم میں سے پچیس درہم کیوں ہے؟

میں نے جواب میں اُسے کہا: زکوٰۃ نماز کی شکل ہے کہ جو تین رکعتی، دو رکعتی اور چار رکعتی ہے۔ وہ شخص میرے جواب سے قانع ہو گیا اور اُس نے اُسے قبول کر لیا۔

اس کے بعد میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی اور اس سوال کا جواب امامؑ سے پوچھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال نے ثروتوں اور فقیروں کا حساب کیا تو آپؐ نے دیکھا کہ زکوٰۃ کی اتنی مقدار (چالیسویں حصّہ) اُن کے لیے کافی ہے۔ اگر کافی نہ ہوتی تو اس سے زیادہ مقدار میں واجب کرتا۔

راوی کہتا ہے: میں واپس آیا اور امام علیہ السلام کا جواب اس زندیق کو سنایا۔

اس زندیق نے کہا: یہ جواب حجاز سے اُونٹ کے اُوپر آیا ہے۔ پھر کہا: اگر بنا ہو کہ میں کسی کی اطاعت کروں تو یقیناً اس کلام کے صاحب کی اطاعت کروں گا۔

(کافی، ج ۳، ص ۳۰۵، بحارالانوار، ج ۷۴، ص ۲۴۸، ح ۸)

جس کا عقیدہ معلوم نہ ہو کیا اُس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

زرارہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اس آیہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ (توبہ: آیت ۶۰) "صدقات وخیرات مخصوص"۔ کیا ان لوگوں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے جن کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے، اگرچہ ان میں کوئی اس کے مکتب اور مذہب کو نہ پہچانتا ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان تمام کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، کیوں کہ وہ تمام اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اُس کی رہبری کا اقرار کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: حتیٰ کہ اگر وہ اس مذہب و مکتب کو نہ پہچانتے ہوں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے زرارہؒ! اگر امامؑ زکوٰۃ میں سے ایسے لوگوں کو دے جو اس مذہب کو پہچانتے ہیں تو پھر زکوٰۃ کا کوئی مصرف باقی نہیں رہے گا۔

دوسرا اس وجہ سے بھی اس کو زکوٰۃ دے گا جو اس مذہب کو نہیں پہچانتا کہ وہ دین کی طرف راغب ہوا ہو اور اس میں ثابت قدم رہے، لیکن آج تم اور تمھارے دوست ایسے شخص کو زکوٰۃ دیں کہ جو اس مذہب کو پہچانتا ہو۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۹۰؛ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۵۷، ح ۶)

فرمانِ خدا مَن ذَا الَّذِی یُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا کی تفسیر کیا ہے؟

اسحاقؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خداوند متعال کے فرمان مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً...... (البقرہ: ۲۴۵) "کون ہے جو خدا کو قرضِ حسنہ دے اور پھر خدا اُسے کئی گنا کر کے واپس کردے" کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: صلہ (اور مالی حق) امامؑ کو پہچانتا ہے۔ (ثواب الاعمال، ص ۹؛ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۲۱۵، ح ۳)

فرمانِ خدا اَلَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللهُ بِهٖ...... کی تفسیر کیا ہے؟

حسنؒ بن موسیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے فرمان اَلَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ (سورۂ رعد: آیت ۲۱) "جو ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں جنھیں خدا نے قائم رکھنے کا

حکم دیا ہے" کے بارے میں سوال ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد مالی حق امامؑ تک پہنچانا ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ۔ پھر حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کام کا ہدف آپ کو پاک و پاکیزہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (تفسیر عیاشی، ص ۲۰۹؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۲۱۶، ح ۵)

خداوند متعال نے بندوں پر حج کیوں واجب قرار دیا ہے؟

عمر بن عبدالعزیز ایک شخص سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ ہشام بن عبدالملک کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: خداوند نے کس وجہ سے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ حج کریں اور کعبہ کے اردگرد طواف کریں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند نے مخلوقات کو کسی علت اور ہدف (کہ جس کا نفع اس کی طرف پلٹے) خلق نہیں کیا ہے بلکہ اس کا ارادہ کیا ہے لہٰذا ایسا کردیا۔

پس انھیں خلق کیا ہے، تاکہ وہ معلوم ومعین وقت تک ہوں، پھر اسے اس چیز کا اُمر دیا کہ جس کی اطاعت دین ودنیا کی مصلحت کو لپیٹے ہوئے ہو۔ حج کو اس وجہ سے قرار دیا، تاکہ وہاں پر مشرق ومغرب سے (لوگ) اجتماع کریں، دوسرے کو پہچانیں اور ہر گروہ اپنی تجارت وصنعت کاری کو پیش کرے، تاکہ اس طرح مصنوعات اور سامان وغیرہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل ہو، قافلے اور اُونٹوں والے فائدہ اُٹھائیں، روزی فراہم کریں، رسولؐ خدا کے آثار کی شناخت ہو، اُن کی اخبار سے آگاہ ہوں اُن کا نام اور یاد ہمیشہ کے لیے باقی رہے اور فراموش نہ کیا جائے۔

اگر کوئی قوم اپنے ملک، ثقافت اور محیط کے اندر رہے تو وہ ہلاک و برباد ہوجاتی ہے اور شہر نابود وتباہ ہوجاتے ہیں۔ تجارت اور مصنوعات کو ایک طرف سے دوسری طرف جذب کرنے کا عمل رُک جاتا ہے۔ کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ ماضی کی

اطلاعات مٹ جاتی ہیں، ابہام کے دائرے میں قرار پاتی ہیں اور ان سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ حج کو واجب کرنے کی علت ہے (فلسفہ اور حکمت)۔ (علل الشرائع، ص ۴۰۵؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۳، ح ۹)

توضیح: امام علیہ السلام نے حدیث میں فرمایا: چونکہ خدا نے ارادہ کیا ہے، لہٰذا ایسا ہوا۔ شاید اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو کہ خداوند کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے اور لازم نہیں ہے کہ وہ جواب دے۔ کیوں کہ وہ ایک حکیم حاکم ہے۔ (لا یسئل عما یفعل) لیکن جو کچھ کہا ہے یہ اس حقیقت کے منافی نہیں ہے کہ اس ذات کے کام صحیح غرض اور فلسفہ رکھتے ہوں کہ جو اس کی مخلوقات کی طرف عائد ہو، اس دلیل کی بنیاد پر کہ جو امامؑ نے حج کے فلسفہ کے متعلق بیان کی ہے۔

حج بہتر ہے یا صدقہ دینا؟

① عبدالرحمنؒ بن ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: لوگوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے حج کر لیا ہو، پھر صدقہ دے اور صلہ رحمی کرے، یہ بہتر ہے حج کو بار بار کرنے سے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: انھوں نے جھوٹ بولا ہے، خدا کی قسم! اگر لوگ یوں کریں تو اس کی چھٹی ہو جائے گی۔ خداوند عزوجل نے اس گھر کو لوگوں کے کام محکم کرنے کے لیے قرار دیا ہے۔ (علل الشرائع، ص ۳۹۶؛ بحارالانوار، ج ۹۶؛ ص ۱۸، ح ۷۶)

② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ ایک شخص نے اُن سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں ایک ثروت مند مرد ہوں۔ میں واجب بجا لا چکا ہوں اور میں نے سنا ہے مستحبی حج کا بھی بہت زیادہ ثواب

ہے۔ کیا میں مستحبی حج کی بجائے اس کے اخراجات کے برابر صدقہ دے سکتا ہوں، تاکہ مجھے زیادہ ثواب ملے یا یہ کہ حج کا ثواب زیادہ ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کوہ ابوقبیس پر نگاہ ڈالی، پھر آپؑ نے فرمایا: اگر اس پہاڑ کے برابر سونا و چاندی صدقہ دو، تب بھی حج کے برابر ثواب نہیں ملے گا۔

(دعائم الاسلام، ص ۲۹۳، ح ۱؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۴۹، ح ۴۰)

خدا کس طرح سے حاجی کے خانوادے کا محافظ ہے؟

کلبؒ بن معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے شیعہ کہتے ہیں: حاجی کے اموال اور خاندان کی حفاظت و سلامتی کی خداوند متعال نے ضمانت دی ہے اور خدا حاجی کے گھر اور خاندان میں اس کا جانشین ہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حاجی گھر میں نہیں ہے تو اس کے خانوادے کے ساتھ ناگوار حادثات و واقعات پیش آتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند اس کی غیبت کے زمانے میں اس کے خانوادے کے لیے کچھ ایسے کام انجام دیتا ہے کہ وہ خود اپنی موجودگی میں انجام دیتا تھا لیکن جو کچھ وہ اپنے خانوادے کے اندر موجود ہوتے ہوئے دُور نہیں کرسکتا، وہ نہیں۔ (معانی الاخبار، ص ۲۲۲؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۱۷، ح ۶۲)

توضیح: جو کچھ حتمی مقدرات ہیں، وہ اپنی طبیعی سیر طے کرتے ہیں۔

کیا حاجی فقیر ہوسکتا ہے؟

اسحاقؒ بن عمار کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حاجی کبھی بھی اِملاق میں مبتلا نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا: اِملاق کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: فقر و ناداری اور مفلسی۔ پھر آپؑ نے بطورِ شاہد اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام ۶:۱۵۱)

"اپنی اولاد کو غربت کی بنا پر قتل مت کرنا کہ ہم تمھیں بھی رزق دے رہے ہیں اور انھیں بھی"۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲،ص ۷۵؛ بحارالانوار، ج ۹۶،ص ۱۲، ح ۳۷)

پانچ مرتبہ حج کرنے والے کا ثواب کیا ہے؟

ابوعمیرہؒ، حضرمی سے روایت کرتا ہے کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جو شخص پانچ مرتبہ حج کرے، اس کا ثواب کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی پانچ مرتبہ حج ادا کرے، خداوند متعال ہرگز اُسے عذاب نہیں دے گا۔ (الخصال، ج ۱،ص ۱۹۶؛ بحارالانوار، ج ۹۶،ص ۲۰، ح ۷۵)

مال دار شخص کی حج نہ کرنے پر سزا کیا ہے؟

معاویہؒ بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُس شخص کے عقاب کے بارے میں سوال کیا جو مال و دولت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ اُن لوگوں میں سے ہے کہ جن کے متعلق خداوند نے فرمایا:

وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ (طٰہٰ ۲۰:۱۲۴)

"ہم روز قیامت اسے نابینا محشور کریں گے"۔

میں نے عرض کیا: سبحان اللہ! نابینا؟!

امام علیہ السلام نے فرمایا: خداوند متعال اُسے جنت کے راستے سے نابینا کرے گا (اور جنت کا راستہ تلاش نہیں کر سکے گا)۔ (تفسیر قمی، ص ۳۲۶؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۶، ح ۶)

اس کی سرنوشت کیا ہے جو حج کو موخر کرے؟

کلیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبصیرؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا درحالانکہ میں سن رہا تھا۔ ایک شخص کے پاس ایک لاکھ درہم ہے، لیکن وہ کہتا ہے: اس سال حج پر جاؤں، اگلے سال حج پر جاؤں۔ وہ اسی طرح سے حج کو موخر کرتا رہا یہاں تک کہ موت نے اُسے آلیا اور اُس نے حجۃ الاسلام بجا نہ لایا (اُس کا حکم کیا ہے اور اُس کی صورت کیا ہے؟)

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیرؒ! کیا تو نے خداوند متعال کا یہ فرمان نہیں سنا ہے؟

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: آیت ۷۲)

"اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا اور بھٹکا ہوا ہوگا"۔

وہ واجباتِ الٰہی میں سے ایک کے بارے میں اندھا ہے (یعنی اُس نے اس اہم کام سے چشم پوشی کی ہے، لہٰذا وہ اندھے دل والوں کی مانند ہے)۔ (تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۳۰۶؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۱۲، ح ۳۰)

۞ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ اُس شخص کی سزا کیا ہے جو تجارت میں مشغول ہونے یا قرض کی وجہ سے حج میں تاخیر کرے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا کوئی عذر نہیں ہے، ایسے شخص کے لیے مناسب نہیں

ہے کہ وہ حج بجالانے میں تاخیر کرے، چنانچہ اگر وہ اس حالت میں مرجائے تو گویا کہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے کہ جس نے اسلام کی شریعت میں سے ایک شریعت کو ترک کیا ہے۔ (دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۲۸۸؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۲۲، ح ۸۵)

حج کے لیے پیدل جانا سوار ہونے سے بہتر ہے؟

① ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کیا حج پر پیدل جانا سوار ہونے سے بہتر ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر انسان ثروت مند ہو اور اس لیے پیدل حج کرنے جائے، تاکہ اخراجات کم ہوں تو اس کے لیے سوار ہو کر حج پر جانا بہتر ہے۔ (بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۱۰۳)

② ابنِ بکیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم چاہتے ہیں کہ ہم پیدل حج پر جائیں اس میں آپؑ کی نظر کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: سواری پر جائیں، پیدل مت جائیں۔

راوی کہتا ہے: میں نے کہا: خداوند آپؑ کے اَمر کی اصلاح کرے، ہم تک پہنچا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام بیس مرتبہ پیدل حج پر گئے تھے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: حسن بن علی علیہما السلام حج پر گئے درحالانکہ محمل اور سواریاں آپؑ کے ہمراہ چل رہی ہوتی تھیں۔ (قرب الاسناد، ص ۷۹؛ بحار الانوار، ج ۹۶؛ ص ۱۰۳، ح ۱)

حج پر سوار ہو کر جانا کیوں بہتر ہے؟

سیف تمارؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہم نے پیدل حج کیا ہے، لیکن آپؑ کی طرف ایک اور مطلب نقل ہوا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: لوگ سوار ہو کر بھی حج کرنے جاتے ہیں اور پیدل بھی حج کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: میرا سوال یہ نہیں ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تو کس چیز کے متعلق سوال کر رہا ہے؟

میں نے عرض کیا: آپؑ کے نزدیک کون سی قسم محبوب تر ہے۔ آپ کو کون سی قسم زیادہ پسند ہے، تا کہ ہم اُسی طرح انجام دیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تم سوار ہو کر حج پر جاؤ، یہ میرے نزدیک محبوب تر ہے، کیوں کہ یہ آپ کو دُعا و عبادت اور قوت و توانا تر کرتا ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۱۶۷؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۶۶، ح ۳۳)

سبیل اللہ کی وصیت کیا ہے؟

حسنؒ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ایک شخص نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں اُس کی ثروت کو فی سبیل اللہ خرچ کروں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اسے حج کے لیے خرچ کریں، کیوں کہ میں خداوند متعال کے راستوں میں سے حج سے بہتر اور افضل راستہ کوئی نہیں جانتا ہوں۔ (معانی الاخبار، ص ۱۶۷؛ بحارالانوار، ج ۹۳، ص ۶۶، ح ۳۳)

کعبہ کو بیت الحرام کیوں کہا جاتا ہے؟

حنانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خانہ خدا (کعبہ) کیوں بیت اللہ الحرام کے نام سے موسوم ہے؟

امامؑ نے فرمایا: کیوں کہ اس میں مشرکین کا داخل ہونا حرام ہے۔ (علل الشرائع،

ص ۳۹۸؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۵۹، ح ۲۰)

مکہ کو بکّہ کیوں کہا جاتا ہے؟

حماد بن عثمان نے حلبی سے روایت کی ہے کہ اُس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ مکّہ کو بکّہ کا نام کیوں دیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس لیے کہ یہاں پر (بھیڑ کی وجہ سے لوگ) ہاتھوں سے ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہیں۔ (علل الشرائع، ص ۳۹۸؛ بحارالانوار، ج ۹۶؛ ص ۷۹، ح ۱۳)

کعبہ کو کیوں بکّہ کا نام دیا گیا ہے؟

ابن سنانؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کعبہ کو بکّہ کا نام کیوں دیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں اور اس کے اطراف میں لوگوں کے گریہ و بکا کی خاطر۔ (علل الشرائع، ص ۳۹۷؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۷۸، ح ۸)

فرمانِ خدا اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ...... کی تفسیر کیا ہے؟

◇ علیؒ بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ پر قربان ہو جاؤں، خداوند کے فرمان: اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (سورہ آل عمران: آیت ۹۷) ''اس میں کھلی ہوئی نشانیاں مقامِ ابراہیمؑ ہے اور جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ محفوظ ہو جائے گا''۔ درحالانکہ اس میں مرجئہ، قدری، حروری اور زندیقی کہ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے، داخل ہوتے ہیں، یہ کس طرح سے ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں، وہ ہرگز کسی کرامت و بزرگی کے مالک نہیں ہیں (یا صرف مسجد الحرام میں داخل ہونا بزرگی و کرامت کا باعث نہیں ہے)۔

میں نے عرض کیا: پس اس کا کیا معنی ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد ہر وہ شخص ہے کہ جو (مسجد الحرام میں) داخل ہو وہ ہمارے حق کی معرفت رکھتا ہو اور اسی طرح مسجد الحرام کی حرمت کی معرفت بھی رکھتے ہوں۔ اس صورت میں وہ اپنے گناہوں سے پاک ہوگا اور دنیا و آخرت کے لیے بھی کافی ہوگا۔ (تفسیر عیاشی، ص ۱۹۰؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۳۶۹، ح ۷)

توضیح: مرجئہ اور قدریہ ان گمراہ فرقوں میں سے ہیں جو پہلی اور دوسری اسلامی صدی میں وجود میں آئے ہیں اور حروری خوارج ہیں۔

۲۔ عبداللہؒ بن سنان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (جو کوئی اس گھر میں داخل ہو جائے وہ محفوظ ہوگا) کے بارے میں سوال کیا کہ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے یا حرم؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں میں سے جو کوئی بھی پناہ حاصل کرنے کی غرض سے حرم میں داخل ہو جائے گا وہ محفوظ رہے گا اور مومنین میں سے جو کوئی شخص پناہ لینے کی غرض سے کعبہ میں داخل ہوگا وہ خدا کے غضب سے محفوظ ہوگا۔ اسی طرح درندوں اور پرندوں میں سے جو کوئی حرم میں داخل ہو جائے گا تو وہ جب تک وہاں سے نکل نہ جائے گا ڈرانے اور اذیت دینے سے محفوظ ہوگا۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۸۹؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۷۴، ح ۱۳)

فرمانِ خدا قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کی تفسیر کیا ہے؟

ابانؒ بن تغلب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ شریفہ

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ (سورۂ مائدہ: آیت ۹۷) "اللہ نے کعبہ کو جو بیت الحرام ہے لوگوں کے قیام وصلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: یعنی اُسے اُن کے دین و دنیا کی (اصلاح) کے لیے قرار دیا ہے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۳۳۶؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۶۵، ح ۴۳)

فرمانِ خدا کی فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ ...... تفسیر کیا ہے؟

ابنِ سنانؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے فرمان فِيهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ (سورۂ آل عمران: آیت ۹۷) "اس میں واضح نشانیاں ہیں" کے معنی وتفسیر کے بارے میں سوال کیا کہ یہ آیات اور نشانیاں کیا ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: مقامِ ابراہیم ہے کہ جس پر وہ کھڑے ہوئے اور ایک مقام پر اُن کے قدموں کے نشانات لگ گئے نیز حجر اور اسماعیلؑ کا گھر ہے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۱۸۷؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۲۳۲، ح ۳)

فرمانِ خدا وَمَنْ يُّرِدْ فِيهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ ...... کی تفسیر کیا ہے؟

ابو الصباحؒ کنانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کے اس فرمان وَمَنْ يُّرِدْ فِيهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (سورۂ حج: آیت ۲۵) "جو بھی اس مسجد میں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے گا ہم اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے" کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: (اس آیت میں ظلم سے مراد) ہر وہ ظلم ہے کہ جس کے وسیلے سے مکہ میں اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، جیسے چوری کرنا یا کسی کے ساتھ زیادتی کرنا، یا ظلم وستم کی دوسری اقسام کو انجام دینا، بے شک میں انھیں الحاد کا نام دیتا ہوں، اسی وجہ سے حرم میں سکونت اختیار کرنے سے نہی ہوئی ہے۔ (علل الشرائع، ص ۴۴۵؛ بحار الانوار، ج ۹۶،

ص ۸۰، ح ۲۴)

طواف کرنے کا آغاز کیسے ہوا؟

ابنِ ابی عمیرؒ نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ دو اماموں (حضرت امام محمد باقر/حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام) میں سے کسی ایک سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے کے آغاز کی کیفیت اور تاریخ کے بارے میں سوال ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

خداوند متعال نے جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرنے کا ارادہ کیا تو ملائکہ سے فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورۂ بقرہ: آیت ۳۰) "بے شک میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ فرشتوں میں سے دو نے کہا: اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ (سورۂ بقرہ: آیت ۳۰) "(خدایا!) کیا تم کسی ایسے کو اس (زمین) میں قرار دے رہے ہو کہ جو فساد و خون ریزی کرے گا؟"

یہی وہ مقام تھا کہ ان دونوں (فرشتوں) اور خداوند متعال کے درمیان حجاب واقع ہوئے۔ درحالانکہ فرشتوں کے لیے نورِ خدا آشکار تھا جب ان دو فرشتوں اور خداوند متعال کے درمیان حجاب حائل ہو گئے تو انھیں معلوم ہو گیا کہ انھوں نے اپنے کلام سے خداوند متعال کو غضب ناک کیا ہے، لہٰذا اُنھوں نے فرشتوں سے کہا کہ اب کیا کریں؟ اور کس طرح سے توبہ کریں؟ (تا کہ خداوند ہماری توبہ قبول کرے اور ہمارے گناہ سے دَرگزر کرے)۔

اُنھوں نے کہا: ہم تمھارے لیے توبہ (کی گنجائش) نہیں دیکھ رہے ہیں مگر یہ کہ عرشِ الٰہی میں پناہ حاصل کریں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اُنھوں نے عرشِ الٰہی میں پناہ لی، یہاں تک کہ خداوند متعال

نے اُن کی توبہ قبول فرمائی، ان کے اور نُورِ خدا کے درمیان حجاب دُور ہو گئے اور (اس کے بعد) خداوند نے ارادہ فرمایا (کہ زمین پر بھی) ایسی عبادت (یعنی اپنے عرش کا طواف اور پناہ) کریں، لہٰذا زمین پر خانہ کعبہ بنایا اور بندوں پر واجب کیا کہ وہ خانہ کعبہ کے اردگرد طواف کریں، بیتِ معمور (آباد گھر) کو آسمان پر خلق کیا کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کا حج کرتے ہیں، لیکن روزِ قیامت تک ان کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔ (علل الشرائع، ص ۴۰۲؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۳۱، ح ۶)

حج میں کون سے ایامِ معدود ہیں؟

رفاعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایامِ معدودات کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ ایامِ تشریق ہیں۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۹۹؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۳۰۹، ح ۲۶)

توضیح: ایامِ معدودات کہ جن کا ذکر اس آیت کے ذیل میں آیا ہے: ایام معدودات فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ۔ یہ وہی ایامِ تشریق ہیں کہ جو ذی الحجہ کی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ تاریخ ہے۔

فرمانِ خدا میں وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ...... ذکر کیا ہے؟

محمد بن مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے فرمان وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۰۳) ''خدا کو معین دنوں میں یاد کریں'' میں ''ذکر'' کا معنی کیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ایامِ تشریق میں نمازوں کے بعد تکبیر ہے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۹۹، بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۳۱۰، ح ۲۷)

آٹھویں تاریخ کو کیوں روزِ ترویہ کہتے ہیں؟

حلبیؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آٹھویں تاریخ کو کیوں روزِ ترویہ کہا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ عرفات میں پانی نہیں تھا، حاجی وہاں پر پینے کے لیے پانی مکہ سے اپنے ہمراہ لے جاتے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے: کیا پانی لے لیا ہے؟ پانی لے لیا ہے؟ لہٰذا روزِ ترویہ یعنی پانی اُٹھانے کا دن نام پڑ گیا۔ (علل الشرائع، ص ۴۳۵؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۵۴، ح ۱۹)

اہلِ عرفات کا سب سے بڑا جرم کون سا ہے؟

ادریسؒ بن یوسف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اہلِ عرفات کا کون سا جرم سب سے بڑا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص عرفات سے نکلے اور گمان کرے کہ خداوندِ متعال نے اُسے معاف نہیں کیا ہے۔ (کتاب الغایات، ص ۸۲؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۸۵، ح ۱۷)

عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت کیا ہے؟

ابو منذرؒ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرفہ کے دن میں روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مسلمانوں کی عیدوں میں سے ایک عید اور دُعا ہے۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۲۷۹؛ بحارالانوار، ج ۹۴، ص ۱۲۳، ح ۶)

خداوند نے وقوف کو کیوں مشعر الحرام میں قرار دیا ہے؟

محمدؒ بن حسن ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصری سے سوال کیا کہ اے

ابوالفیض! خداوند متعال نے کیوں وقوف کو مشعر الحرام میں قرار دیا ہے اور حرم میں نہیں؟

ذوالنون مصری نے کہا: کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سوال پوچھا تھا، اس نے مجھے بتایا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

کیوں کہ کعبہ خدا کا بیت الحرام ہے اور اُس کا حجاب ہے اور مشعر اُس کا دروازہ ہے۔ پس جب زائرین نے اُس کا قصد کیا تو اُنھیں دروازے کے پاس ٹھہراتے ہیں، تا کہ وہ اُنھیں وارد ہونے کی اجازت دے۔ پھر اُنھیں حجابِ دوم یعنی مزدلفہ، منیٰ کے پاس متوقف کرتا ہے اور جس وقت ان کے تضرع و انکساری اور گریہ و التماس کو دیکھتا ہے تو پھر اُنھیں دستور دیتا ہے کہ وہ اپنی قربانی پیش کریں اور جب اُنھوں نے اپنی قربانی پیش کر دی، اپنی گندگیوں کو دُور کر دیا اور ان گناہوں سے کہ جو اُن کے اور خدا کے درمیان حجاب تھا پاک ہو گئے تو اُنھیں حکم دیتا ہے کہ وہ پاکیزہ ہو کر زیارت کریں۔

میں نے عرض کیا: ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ سمجھا جاتا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ وہ لوگ خداوند کے زائر ہیں، اُس کے مہمان ہیں، اور یہ شائستہ نہیں ہے کہ مہمان اپنے میزبان کے ہاں روزے سے ہو۔

میں نے عرض کیا: خانہ کعبہ کے پردے کے آویزاں ہونے اور ہاتھ میں پکڑنے کا کیا مطلب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ مثال اُس شخص جیسی ہے جس کے اور میزبان کے درمیان کوئی گناہ (اور مسئلہ) ہو تو وہ اس کی قمیص کے ساتھ آویزاں ہو جاتا ہے، اس کا دامن تھام لیتا ہے اور اس کے سامنے التجا و انکساری اور التماس کرتا ہے اس اُمید کے ساتھ کہ وہ اس کا گناہ معاف کر دے۔ (علل الشرائع، ص ۴۴۳؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۳۴، ح ۱۲)

توضیح: مازین، عرفہ اور مشعر الحرام کے درمیان ایک منطقہ ہے۔

فرمانِ خدا ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ کی تفسیر کیا ہے؟

رفاعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند کے اس فرمان ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۹) "پھر تمام لوگوں کی طرح تم بھی کوچ کرو" کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: حج کے موقع پر سرزمینِ حرام (مکہ) کے ساکنین مشعر میں وقوف کرتے درحالانکہ تمام لوگ عرفہ میں وقوف کرتے ہیں اور مشعر کی طرف نہیں جاتے، مگر اس وقت جب اہلِ عرفہ کو دیکھ لیتے۔

ابوسیار نامی ایک شخص تھا جو گدھے پر سوار تھا، وہ اہلِ عرفہ سے قبل مشعر الحرام کی طرف روانہ ہوا۔ جب سرزمینِ حرام (مکہ) کے ساکنین نے اُسے دیکھا تو وہ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے، لہٰذا خدا نے انھیں حکم دیا کہ وہ بھی تمام لوگوں کی طرح عرفہ میں وقوف کریں۔ اس کے بعد مشعر الحرام کی طرف اور اس کے بعد منیٰ کی طرف روانہ ہوں۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۹۷؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۲۵۵، ح ۲۹)

ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ ایامِ تشریق میں روزہ رکھنا کیوں مکروہ ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ وہ لوگ خدا کے زائر اور اس کے مہمان ہیں، اور یہ سزاوار نہیں ہے کہ مہمان اپنے میزبان اور جس کی زیارت کے لیے آیا ہے، کے گھر میں روزہ سے ہو۔ (بحار الانوار، ج ۹۶؛ ص ۳۰۸؛ ح ۱۷) یہ حدیث مکمل طور پر ۴۹۷ میں مذکور ہے۔

منیٰ میں قربانی کے گوشت کی نگہداری کرنے کا کیا حکم ہے؟

جمیلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے (منیٰ) میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ محفوظ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اب کوئی اشکال نہیں ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وجہ سے اس کام سے روکا تھا چونکہ لوگ ان دنوں مشکلات میں تھے لیکن آج کل کوئی اشکال نہیں ہے۔

(علل الشرائع، ص ۴۳۹؛ بحار الانوار، ج ۹۶؛ ص ۲۸۵، ح ۴۵)

لوگ کیوں صرف حجرِ اسود اور دو یمانی ارکان کو مس کرتے ہیں؟

بریدِ عجلیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: لوگ کیوں صرف حجرِ اسود رکنِ یمانی کو مس کرتے ہیں اور دوسرے دو رکنوں کو مس کرنا مستحب نہیں کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: عباد بن صہیب نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا تھا، میں نے اُس سے کہا کیوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن دو رکنوں کو مس کیا تھا اور اُن دو کو نہیں کیا۔ لیڈر لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہی کام انجام دیں جو رسولِ خدا نے انجام دیا تھا۔ میں تمھیں اس کے علاوہ بتاؤں گا جو کچھ عباد کو بتایا ہے۔

بے شک حجرِ اسود اور رکنِ یمانی عرشِ خدا کے دائیں طرف ہیں اور خداوند نے حکم دیا ہے جو اس کے عرش کے دائیں طرف ہے، اُسے مس کیا جائے۔

میں نے عرض کیا: مقامِ ابراہیم کیوں عرش کے بائیں طرف ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ روزِ قیامت ایک مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے اور ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور مقام حضرت محمدؐ عرشِ پروردگار کے دائیں طرف اور مقامِ ابراہیم عرش کے بائیں طرف ہے۔ پس مقامِ ابراہیم یہاں اسی جگہ پر

ہے کہ جہاں پر روز قیامت کو ہے اور ہمارے پروردگار کا عرش رُوبرو ہے، پیچھے نہیں ہے۔(علل الشرائع، ص ۴۲۸؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۲۲، ح ۱۴)

کیا سعی واجب ہے یا مستحب؟

ہمارے اصحاب میں سے ایک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ واجب ہے یا مستحب؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: واجب ہے۔

(راوی) کہتا ہے: میں نے عرض کیا: کیا خداوند قرآن میں یہ نہیں فرماتا:

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۸)

"اس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ ان دونوں پہاڑیوں کا چکر لگائے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: عمرہ قضا کے ساتھ مربوط ہے: جس وقت رسولؐ خدا نے قریش پر شرط لگائی کہ وہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کے دوران بتوں کو وہاں سے اٹھا لیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں نے سعی کی، لیکن اُن کا ایک صحابی کسی کام میں مشغول ہوگیا اور اُس نے سعی انجام نہ دی، یہاں تک کہ وہ بت واپس لے آئے۔ لہٰذا بعض اصحاب نے رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا: فلاں شخص نے سعی نہیں کی ہے اور قریش بتوں کو واپس لے آئے ہیں، اب وظیفہ کیا ہے؟

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا: خداوند عزوجل نے اُن پر یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (البقرہ: ۱۵۸)

"بے شک صفا اور مروہ (دونوں پہاڑیاں) اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، لہٰذا جو شخص بھی حج یا عمرہ کرے، اُس کے لیے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کا چکر لگائے"۔

یعنی اس میں کوئی اِشکال نہیں ہے کہ وہ اِن دونوں مقامات (صفا و مروہ) کے کہ جو خدا کی نشانیاں ہیں، کے درمیان سعی کرے، اگرچہ بت اُس کے سامنے ہوں، مشرکین کا ان دونوں مقامات پر بتوں کا نصب کرنا ہرگز ان دونوں مقدس مقامات کی عظمت کو کم نہیں کرتے ہیں۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۷۰؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۳۷، ح ۱۵)

حجرِ اَسود کو کیوں بوسہ دیتے ہیں؟

ابنِ ابوعمیرؒ دو اماموں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے کسی ایک امامؑ سے مرفوعہ حدیث میں نقل کرتے ہیں: حضرتؑ سے حجرِ اَسود کو بوسہ دینے کی علت کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: حجرِ اَسود بہشت میں ایک سفید دُرّ تھا کہ جسے حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا۔ جب اسے زمین پر نازل کیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بھی زمین پر بھیجا گیا تو اُنھوں نے اُسے بوسہ دینے میں پہل کی۔ خداوندِ متعال نے اس عمل کو سنت قرار دیا کہ جو لوگوں کے درمیان جاری ہوگئی۔ (المحاسن، ص ۳۳۷؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۲۵، ح ۲۴)

حجرِ اَسود کو ہاتھ سے مَس کرنا کیوں مستحب ہے؟

① عبدالکریم حلبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حجرِ اَسود کو ہاتھ سے مَس کرنا کیوں مستحب ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت خداوندِ متعال نے بنی آدمؑ سے میثاق لیا تو

حجرِ اسود کو آسمان سے طلب کیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ میثاق کو نگل لے اور اُس نے ایسا ہی کیا، لہٰذا وہ گواہی دے گا ہر اُس شخص کے لیے جو حق کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے نزدیک آئے گا۔

میں نے عرض کیا: صفا و مروہ کے درمیان سعی کو کیوں مناسکِ حج کا جز قرار دیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ ابلیس اس وادی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تیزی کے ساتھ اُس سے دُور ہو گئے کیونکہ آپ اس کے ساتھ ہم کلام نہیں ہونا چاہتے تھے اور وہاں پر شیطان کے ٹھکانے تھے۔

میں نے عرض کیا: کیوں تلبیہ کو مناسکِ حج کا جز قرار دیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ خداوند نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ (سورۂ حج: آیت ۲۷)

"لوگوں کو حج کی عمومی دعوت دو"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹیلے کی بلندی پر گئے، ندا دی اور حج کرنے کا حکم سب کے گوش گزار کیا، سب نے سنا اور ہر طرف سے اُنھیں جواب ملا۔

میں نے عرض کیا: آٹھویں ذی الحج کو کیوں روزِ ترویہ کا نام دیا گیا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: چونکہ عرفات میں پانی نہیں تھا اور وہاں کے لوگوں کے لیے مکہ سے پانی اُٹھا کر لے جاتے تھے اور بعض، بعض سے کہتے کہ تم نے پانی اُٹھایا ہے؟ لہٰذا اسے روزِ ترویہ "آب اٹھانے" کا نام دیا گیا ہے۔ (المحاسن، ص ۳۲۰؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۳۳، ح ۲۹)

۲ حمادؒ بن عثمان کہتے ہیں: مکہ میں ایک شخص تھا کہ جو بنی اُمیہ کا غلام یا محب تھا اور اس کا نام ابنِ ابوعوانہ تھا۔ اُس نے عبا پہنی ہوئی تھی۔ جب بھی حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام یا اہلِ بیت علیہم السلام کی کوئی شخصیت مکہ میں داخل ہوتی تو وہ اُسے اذیت کرتا اور اُس کے لیے مزاحمت ایجاد کرتا۔

ایک دن جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مکہ میں داخل ہوئے اور آپؑ طواف کرنے میں مشغول تھے، وہ امامؑ کے پاس پہنچا اور کہا: اے ابا عبداللہ! حجرِ اسود کو ہاتھ سے مَس کرنے کے بارے میں آپؑ کیا کہتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: رسولِؐ خدا اِسے ہاتھ سے مَس کرتے تھے۔

اُس نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ نے اسے ہاتھ سے مَس کیا ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ کسی ضعیف کو اذیت و آزار دوں۔

اُس شخص نے کہا: آپؑ نے دعویٰ کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ہاتھ سے مَس کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، لیکن جب وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے اور اُن کا حق پہچانتے۔ لہٰذا وہ اُن کے لیے راستہ کھول دیتے لیکن ہمارا حق کوئی نہیں پہچانتا۔

(کافی، ج ۴، ص ۴۰۹؛ بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۲۴۲)

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کیوں صرف اِن دو رکنوں کو مَس کیا جاتا ہے اور اُن دو کو نہیں کیا جاتا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیوں کہ رسولِؐ خدا نے صرف ان کو ہاتھ سے مَس کیا تھا اور ان کو مَس نہیں کیا تھا، پس ایسا کوئی کام مت انجام دو جو رسولِؐ خدا نے انجام نہ دیا ہو۔

(فقہ الرضا، ص ۷۳؛ بحارالانوار، ج ۹۶، ص ۲۵۵، ح ۱۵)

توضیح: جن دو رکنوں پر رسولِؐ خدا نے ہاتھ پھیرا ہے، اُن سے مراد رکنِ یمانی اور حجرِ اسود ہے۔

فہرست کتب

نام کتاب	مصنف	ہدیہ
تفسیر نور الثقلین (7 جلدیں) فی جلد	محدث سید علی الحویزی	400
مناقب اہل بیتؑ (چار جلدیں)	سید احمد مستنبط قدس سرہ	1000
معجزات آل محمدؐ (مدینۃ المعاجز، 4 جلدیں)	علامہ سید ہاشم البحرانی	1000
تحفۃ الامام (3 جلدیں)	"	750
اصحاب مہدی	"	165
نسیم ولایت (دو حصے)	آیت اللہ جوادی آملی	600
خصائص عباسؑ علمدار	آیت اللہ محمد ابراہیم الکلباسی	265
مولائے کائنات کے فیصلے	علامہ ذبیح اللہ محلاتی	275
سوال عوام کے جواب رسولؐ اسلام کے (حصہ اول، 2 جلدیں)	علامہ احمد حسنی گلپایگانی	500
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دوم)	"	250
سوال عوام کے جواب حضرت رسولؐ اسلام کے (حصہ سوم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ چہارم، پنجم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ششم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ہفتم، 2 جلدیں)	"	500
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ہشتم، 2 جلدیں)	"	زیر طبع

سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ نہم)	علامہ صافی گلپایگانی	〃
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دہم، 2 جلدیں)	〃	〃
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ یازدہم)	〃	〃
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دوازدہم)	〃	〃
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ سیزدہم)	〃	〃
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ چہاردہم)	〃	〃
جمال منتظر	آیت اللہ اعظمیٰ صافی گلپایگانی	400
اسلام اور کائنات	شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہری	325
سیرت آل محمدؐ	〃	175
فطرت	〃	165
شاہکار رسالتؐ	〃	60
قصص القرآن (تاریخ انبیاءؑ)	علامہ محمد محمدی اشتہاردی	400
ام المومنینؑ	〃	165
سوگ نامۂ آل محمدؐ (مترجم: علامہ سید ریاض حسین جعفری)	〃	300
برزخ چند قدم پر (مترجم: علامہ سید ریاض حسین جعفری)	〃	165
موت کے بعد کیا ہوگا؟	〃	185
نسیم المجالس (2 جلدیں)	حضرت علامہ نسیم عباس رضوی	330
اولی الامر کون؟	〃	175
خطبات نسیم	〃	165
بہشت	شہید سید دستغیب شیرازی	400
تفسیر سورۂ واقعہ	〃	225

تفسیر سورۂ حدید	شہید سید دستغیب شیرازی	235
ولایت	"	235
نصائح (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	165
توحید	"	135
سورج بادلوں کی اُوٹ میں	"	135
امالی شیخ صدوق (دو جلدیں)	محدث علامہ شیخ صدوق	700
فضائل الشیعہ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	85
محب اہلِ بیت کون؟ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	85
فلسفۂ غیبت مہدیؑ	"	165
اقوال پنجتن	علامہ حسن رضا غدیری	150
تاریخ جنت البقیع	"	135
ذکرِ حسینؑ	"	150
حرف احساس	"	135
حسینؑ میرا	"	135
جام غدیر	"	175
زندہ تحریریں	"	165
جذبۂ انتقام	علامہ صادق حسن نجفی	زیر طبع
انتقام مختارؒ	"	200
پیام کربلا	"	135
کربلا امام زمانہ اور ہماری ذمہ داریاں	"	185
قبر میں کام آنے والی نیکیاں	"	150

تنہائی کا جزیرہ	مولانا ناصر عباس آف ملتان	140
خطبات محسن (دو جلدیں)	سید محسن نقوی شہید	350
صدائے محسن	"	150
جام کوثر	"	135
علیؑ کی جنگیں	پروفیسر مظہر عباس چودھری	225
کتاب قائم	"	185
ھل من مغیث	"	زیر طبع
تہذیب عزا	"	"
لبیک یا حسینؑ	"	"
افکار شریعتی	ڈاکٹر علی شریعتی	225
غریب زدہ	"	150
اظہار مودت	صفدر حسین ڈوگر	200
افکار محسن	"	100
محمدؐ تا محمدؐ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	آیت اللہ علامہ محمد مہدی شیرازی	150
محمدؐ تا علیؑ (")	"	150
حسینیت سے وابستگی کے عملی تقاضے	علامہ سید محمد تقی نقوی	150
مجالس سیدہ کائنات	"	150
ریاض المجالس	علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی	165
قرآن اور اہل بیت	"	135
تہذیب آل محمدؐ	حضرت علامہ مجلسیؒ	225
عقائد امامیہ	آیت اللہ آقائے جعفر سبحانی	250

معرفت اسلام اور اس کے تقاضے	علامہ صادق حسن نجفی	135
امام زمانہؑ اور ہمارا کردار	"	140
فلسفۂ زیارت اور مقام عزا	"	150
عملیات تسخیر و محبت	علامہ عابد عسکری	400
جادو جن	"	250
قسمت نامہ	"	275
قوم جنات	"	300
اسم اعظم (علامہ ریاض حسین جعفری)	"	250
عملیات رزق	"	265
محسن اخیار	علامہ عقیل الغروی	135
مقام ختم نبوت اور انسان	"	135
دعا	"	135
فلسفہ معراج	"	135
ولایت حق اور المہدی حسینی	"	135
والمہدی علی	"	165
دین مشکل ہے یا مشکل کشا؟	علامہ ڈاکٹر سید کلب صادق	135
اسلام اور مذہب اہل بیتؑ	"	135
خیبر	"	135
تاریخ اسلام	علامہ مرزا محمد اطہر (انڈیا)	150
غدیر سے کربلا تک	"	150
تحفۃ الواعظین	مولانا ناصر عباس آف ملتان	150

اقوال حق (2 جلدیں)	آیت اللہ عبدالواحد	زیر طبع
داستان حق	علامہ محمد رضا رحزی آوحدی	400
سلونی قبل ان تفقدونی (2 جلدیں)	حضرت علامہ محمد رضا الحکیمی	600
امالی شیخ مفید۔	محدث حضرت علامہ شیخ مفید	350
امالی شیخ طوسی (حصہ اوّل)	محدث حضرت علامہ شیخ طوسی	300
کتب امامت وخلافت (2 جلدیں)	آیت اللہ مرتضیٰ عسکری	1200 ~~800~~
توضیح المسائل	سید صادق الحسینی الشیرازی	250
توضیح المسائل	آیت اللہ سید محمد شیرازی	250
فقہ اہل بیتؑ (مرتب علامہ ریاض حسین جعفری)	آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی	100
احسن الجوابات (اوّل، دوم، سوم، 12 جلدیں)	علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی لبنانی	435
جدید فقہی مسائل	آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی	185
قرآن اور وضو	مفتی سید زکاوت حسین کاظمی	200
اصول عقائد	آیت اللہ شیخ ناصر مکارم شیرازی	225
اصحاب رسولؐ	کمال السید	165
علمدار کربلا	علامہ عباس عزیزی	185
ابوطالب حامی ایمان	آقائے سید مجید پور طباطبائی	150
تہذیب نفس یا اخلاق عملی	آیت اللہ مہدوی کنی قمی	250
تحفۂ عملیات	بزرگ کامل جناب مظفر علی خاں	150
جنات کی دنیا	آقائے جعفر حمزہ	200
علیؑ سے دشمنی کیوں؟	آقا سید عابد حسین جعفری	135
تقویم شیعہ	علامہ عبدالحسین نیشاپوری	185

ادارہ منہاج الصالحین لاہور